غازی عمرا خان بابا جندولی

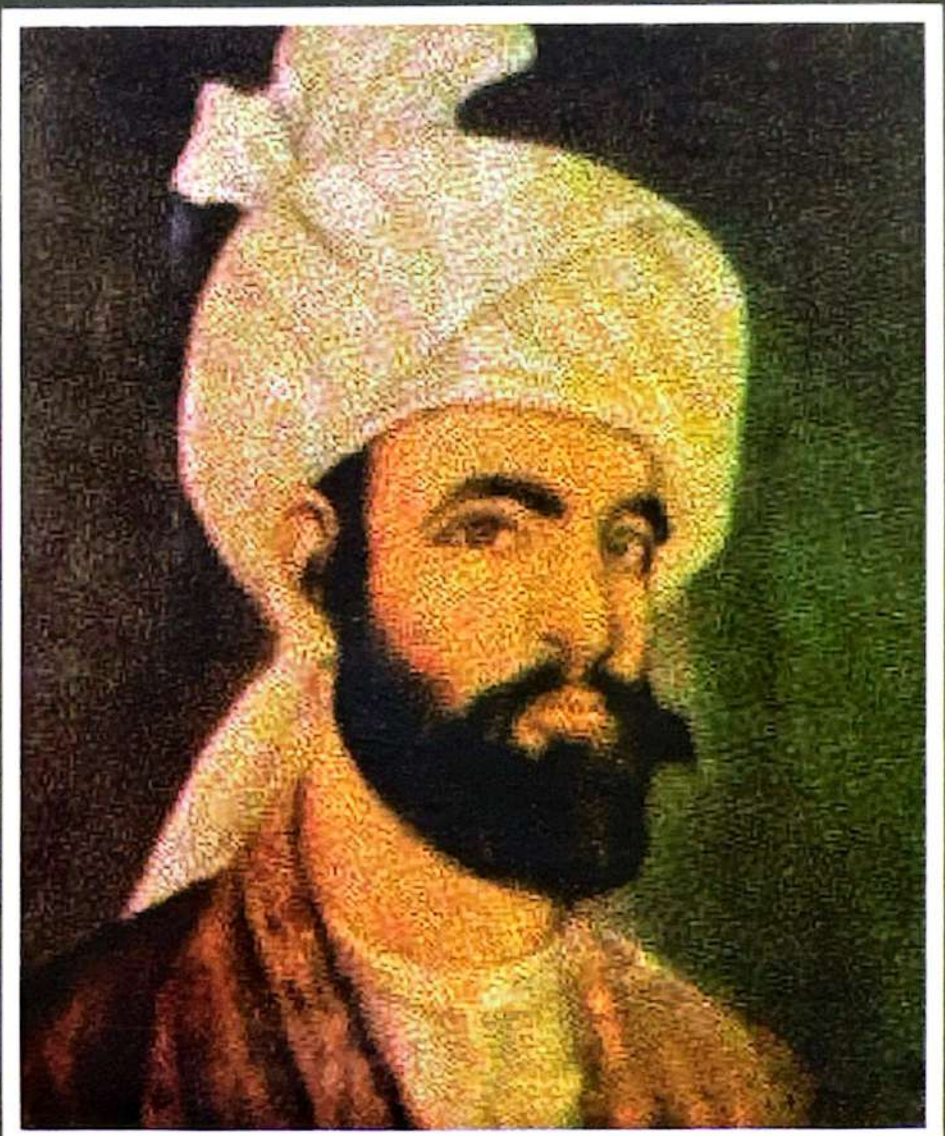

مشتاق احمد

Scanned with CamScanner

غازی عمرا خان بابا جندولی

مشتاق احمد

شعیب سنز پبلشرز اینڈ بک سیلرز
سوات مارکیٹ، جی ٹی روڈ مینگورہ، سوات

جملہ حقوق محفوظ ہیں

کتاب	......	غازی عمرا خان بابا جندولی
مصنف	......	مشتاق احمد
ناشر	......	فضل ربی راہی
پہلی اشاعت	......	فروری 2022ء
مطبع	......	زاہد بشیر پرنٹرز لاہور
قیمت	......	-/300 روپے

SHOAIB SONS
Publishers & Booksellers
Swat Market, G. T. Road Mingora, Swat.
Email: shoaibsons@yahoo.com Website: shoaibsons.com
Ph: 0946-729448, 722517

Scanned with CamScanner

انتساب

- پختون روایات کی امین اپنی والدہ کے نام
- ان تمام اساتذہ کے نام جنہوں نے ہر حالت میں اس ملک میں جہالت کے خلاف لڑ کر اس قوم کو تعلیم سے آراستہ اور ہنر مند بنایا۔

Scanned with CamScanner

حُسنِ ترتیب

*	پیش لفظ (پروفیسر ڈاکٹر فخر الاسلام)	9
*	مشتاق، سول سرونٹ سے لکھاری تک (ظاہر شاہ نگار)	11
*	ارمغانِ مشتاق (ڈاکٹر علی خیل دریاب)	18
*	چند حروف (مشتاق احمد)	22
بابِ اوّل		
*	غازی عمرا خان بابا کا تاریخی پس منظر	25
1.1	خمی / خشی کی موجودہ علاقوں میں آمد	25
1.2	جندول میں خمی / خشی اور دلہ زاک کے مابین لڑائی	27
1.3	یوسف زئی کا ہشتنغر سے ملاکنڈ تک کے علاقوں پر قبضہ	28
1.4	باجوڑ میں یوسف زئی اور خلیل کی خصومت	29
1.5	پشاور میں دلہ زاک اور یوسف زئی کا محاربہ	29
1.6	یوسف زئی کا سوات پر دھاوا	30
1.7	یوسف زئی کے علاقے میں بابر کی آمد	31
1.8	بابر کا مختلف علاقوں پر حملہ	32
1.9	ملک حمزہ اور ملک احمد کے درمیان اختلافات	33
1.10	جنگِ کاٹلنگ	34

Scanned with CamScanner

1.11 خان گجو کی سرداری 35

1.12 جنگِ شیخ تپور 37

باب دوم

* غازی عمراخان کا خاندانی پس منظر 39

2.1 مست علی خان بابا کی حکمرانی 46

2.2 مست علی خان بابا کے ورثاء کی حکمرانی 47

باب سوم

* غازی عمراخان کی ابتدائی زندگی اور اقتدار پر قبضہ 51

3.1 امیر کابل کی غازی عمراخان کے خلاف جوڑتوڑ 56

3.2 غازی عمراخان کی فوج اور ان کا اسلحہ 58

3.3 غازی عمراخان کی مذہب پسندی 59

3.4 غازی عمراخان کی شخصیت 60

3.5 غازی عمراخان کے کھانے کا انداز 62

باب چہارم

* غازی عمراخان کا طرِ حکمرانی اور فتوحات 64

4.1 ریاستِ دیر کے ساتھ پہلی لڑائی 65

4.2 تالاش کی لڑائی 66

4.3 میدان پر حملہ 66

4.4 ملاکنڈ (دیر) کی لڑائی 67

4.5 ادینزئ پر حملہ 68

4.6 ابو بکر عرف نکرانی ملا کی کارستانیاں 68

Scanned with CamScanner

4.7	راغہ باجوڑ کی لڑائی	71
4.8	کولالہ باجوڑ کی لڑائی	72
4.9	انگریزوں کے ساتھ معاہدہ	72
4.10	جان بھٹی کی لڑائی	73
4.11	بارون کی لڑائی	73
4.12	ریاستِ دیر پر قبضہ	74
4.13	نیکپی خیل، درشخیل اور شموزئی پر قبضہ	74
4.14	اسمار پر قبضہ	76
4.15	رانیزئی پر قبضہ	78
4.16	چترال تک ڈاک کی ترسیل	79
4.17	اسمار پر دوبارہ قبضہ	79
4.18	کافرستان پر حملہ	81
4.19	انگریزوں کے ساتھ اختلافات	83
4.20	چترال پر حملہ	86
4.21	انگریز فوج کا غازی عمرا خان پر دو اطراف سے حملہ	94
4.22	شریف کان کا انگریزوں سے ملاپ	115
4.23	ملاکنڈ کی لڑائی	115
4.24	خار (بٹ خیلہ) کی لڑائی	116
4.25	قلعہ باڑوہ کو خالی کرنا	116
4.26	اماندرہ اور چکدرہ کی لڑائی	117
4.27	شہزادہ (اسسٹنٹ پولی ٹیکل ایجنٹ) کی منڈہ آمد	118

Scanned with CamScanner

4.28 صدو اور جندول کے قریب لڑائی 123

4.29 فاؤلر کی حوالگی 120

4.30 عمرا کان کی کابل کو مراجعت 121

4.31 جندول کی تقسیم 123

باب پنجم

* غازی عمرا خان کے بعد کے حالات 125

5.1 عہد نامہ پر عمل درآمد 126

5.2 سعد اللہ خان (سرتور فقیر) کا ورود 127

5.3 انگریزوں کا دوبارہ کنٹرول اور متحارب فریقوں کو سزائیں 130

5.4 انگریز فوج کا جندول، باجوڑ اور ماموند پر حملہ 132

5.5 شریف کا جندول پر قبضہ 138

5.6 نواب اورنگزیب کی حکمرانی 142

5.7 نواب اورنگزیب کی شکست 143

5.8 نواب اورنگزیب کا دیر پر دوبارہ قبضہ 145

باب ششم

* عبدالمتین خان کی جندول آمد 147

* کتابیات 159

Scanned with CamScanner

پیش لفظ

تاریخ ماضی کے حالات و واقعات کے اس ذخیرے کا نام ہے جس کو ضبط تحریر میں لایا جائے یا کسی اور ذریعے سے محفوظ کیا جائے۔ تاریخ سے دلچسپی انسان کی جبلی خصوصیت ہے۔ انسان بچپن میں قصوں و کہانیوں کو پسند کرتا ہے تو اس کا بنیادی سبب یہی فطری میلان ہی ہوتا ہے۔انسان کی تاریخ میں دلچسپی اپنی جگہ، مگر تاریخ بذاتِ خود انسان کی تربیت اور پند و نصیحت کا بہترین ذریعہ بھی ہے۔ الہامی کتب میں بالعموم اور قرآن عظیم الشان میں بالخصوص تاریخی واقعات کے ذریعے بندگانِ خدا کو راہِ راست پر رکھنے کی سعی کی گئی ہے۔ علوم قرآن کے ماہرین نے اس برحق اور آخری کتاب کے اُس مجموعہ مضامین کو جس کے ذریعے انسانوں کو تذکیر اور نصیحت کی گئی ہے، تذکیر بایام اللہ کا عنوان دیا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک جہاں رُشد وہدایت کی کتاب اطہر ہے وہاں یہ مستند تاریخ کا خزانہ بھی ہے۔

تاریخ نگاری کا دامن بہت وسیع ہے یہ صرف مذہبی عنوانات تک محدود نہیں بلکہ اس وسیع کرہ ارض پر انسانوں کے باہمی تعامل اور اُن کی زندگی سے متعلق تمام تفصیلات تاریخ کے ذریعے ہم تک پہنچتے ہیں۔ تاریخ نگاری میں جو چیز سب سے زیادہ اہم ہے وہ غیر جانبدارانہ طرز عمل ہے۔ اگر تاریخ نویس کسی شخصیت سے محبت یا نفرت کے جذبات سے مغلوب ہو کر اس کی تاریخ لکھے تو یہ مثالی تاریخ دانی نہیں ہو گی بلکہ پسند و ناپسند پر مبنی ہو گی، نتیجتاً قاری کو صحیح معلومات نہیں پہنچ پائیں گی۔

یہ ساری تمہید برادرِ محترم مشتاق احمد صاحب کی تصنیف کردہ کتاب کے بارے میں

باندھ لی ہے۔ یہ کتاب آپ نے مایہ ناز پختون شخصیت اور مبارز غازی عمرا خان جندولی کے بارے میں لکھی ہے۔ مشتاق احمد صاحب کا میدان در اصل تعلیم ہے جس میں زیادہ تر آپ انتظامی عہدوں پر کام کرتے رہے ہیں، اس لئے تاریخ پر اس قدر عرق ریزی سے لکھنا کم از کم میرے لئے خوشگوار حیرت کا باعث ہے۔

صوبہ خیبر پختون خوا کی تاریخ اور شخصیات پر زیادہ تر کام غیر ملکیوں یا پھر غیر پختون لکھاریوں نے کیا ہے۔ ان لوگوں کے کام کو ہم قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ پسرانِ زمین اس حوالے سے کام کریں۔ مجھے اللہ نے یہ توفیق دی تھی کہ انگریزی زبان میں خیبر پختون خوا کی سیاسی تاریخ پر کتاب لکھی جس کو قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد نے ۲۰۱۴ء میں شائع کیا۔ مشتاق صاحب کی زیر، نظر کتاب اس سلسلے کا ایک اور بیش بہا اضافہ ہے۔

مجھے ذاتی طور پر اس کتاب کا مسودہ پڑھنے سے کافی فائدہ ہوا کیوں کہ میں خود غازی عمرا خان کے بارے میں، تفصیلات کا متلاشی تھا، کہیں کہیں کتابوں میں پڑھا ضرور تھا مگر اس کتاب میں کافی تفصیل موجود ہے اس لئے سیر حاصل معلومات پڑھنے کو ملیں۔ میں جانتا ہوں کہ مشتاق احمد صاحب کے لئے سرکاری ملازمت، انتظامی ذمہ داریوں، غمی، خوشیوں اور خاندانی معاملات سے وقت نکال کر کتاب تحریر کرنا کس قدر مشکل کام تھا مگر آپ نے یہ مشکل کام کر کے دکھایا۔ یہ کتاب غازی عمرا خان پر بالخصوص اور علاقے کی تاریخ و جدوجہد پر بالعموم، معلومات کا ایک خزانہ ہے جس کو مدون کرنے پر میں اُن کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ نیز تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں سے اپیل کروں گا کہ اس کا ضرور مطالعہ کریں۔

پروفیسر ڈاکٹر فخر الاسلام
ڈائریکٹر، پاکستان سٹڈی سینٹر پشاور یونیورسٹی

Scanned with CamScanner

مشتاق، سول سرونٹ سے لکھاری تک

عمرا خان کے بڑے بھائی امیر افضل عرف گل کو ریاست جندول کی تقسیم میں طور کا علاقہ ملا تھا، اس میں مشہور زمانہ طور کا قلعہ واقع ہے جس نے عبدالمتین خان کی اسیری کی وجہ سے شہرت پائی تھی۔ اس کا تذکرہ ابھی تک لوک فنکار اور لڑکیاں اس گیت "متین پہ طور کی قلعہ بند" کی شکل میں کرتے ہیں۔ سقوط جندول کے بعد امیر افضل ضلع ملاکنڈ کے گاؤں ڈھیری جو لگرام جاربٹ آکر آباد ہوا۔ اس کا ایک بیٹا نور گل تھا جس کے تین بیٹے زردواللہ خان، محمد گل اور حبیب گل پیدا ہوئے۔ زردواللہ خان ایک بارعب اور بلند قامت انسان تھا۔ پورے علاقے میں اس جیسا دراز قامت بندہ کوئی دوسرا نہیں تھا۔ میں جب بھی مشتاق کے گھر سکول کے ہوم ورک کے سلسلے میں جاتا تو اس کا دادا عمرا خان بابا اور دوسرے مستخیلی بزرگوں کے قصے سناتے تھے۔ ہمارے سکول کے زمانے میں ہی وہ اس دنیا سے رحلت کر گیا تھا۔ اس کا ایک بیٹا عزت گل تھا۔ اس کو اللہ نے اپنے باپ سے بھی زیادہ لمبے قد سے نوازا تھا۔ میرے اندازے کے مطابق ان دونوں کے قد سات فٹ سے زیادہ تھے۔ عزت گل مرحوم ہمارے ڈھیری جو لگرام کے ان گنے چنے افراد میں شامل تھے جنھوں نے ساٹھ کی دہائی میں تعلیم حاصل کی تھی۔ انہوں نے تعلیم کے شعبے میں اپنے فرائض نہایت لگن اور اعلیٰ درجہ کی پیشہ ورانہ مہارت کے ساتھ ادا کئے تھے جس کی وجہ سے علاقے کے لوگ انہیں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ان کی وساطت سے مست خیل قبیلے کے بہت سے بزرگوں سے ملاقات ہوئی تھی جن میں سعد اللہ متین اور ہدایت اللہ متین

خاص طور قابل ذکر ہیں۔ سعد اللہ متین کے ساتھ مارچ 2006ء میں طویل نشست ہوئی تھی جس میں عمرا خان اور عبد المتین کی اس دھرتی کی آزادی کے لئے جدوجہد پر تفصیل سے گفتگو ہوئی تھی۔

مشتاق احمد مست خیل کی ولادت عزت گل مرحوم کے گھر میں ہوئی۔ اس نے ابتدائی تعلیم علاقائی مدرسہ اور سکول میں حاصل کی۔ بقول جارج برنارڈ شاہ "جو لوگ اپنی سوچ میں تبدیلی نہیں چاہتے، وہ تبدیلی نہیں لاسکتے۔" مشتاق کو اپنی سوچ اور فکر میں تبدیلی لانے کی ضرورت پیش نہیں آئی کیونکہ مشتاق تبدیلی کی سوچ کے ساتھ پیدا ہوا تھا۔ اس کے خمیر میں مثبت تغیر کی سوچ اور اصلاح کا خمیر گندھا ہوا تھا۔ وہ اپنی پرائمری تعلیم کے دوران ہی نئی اور عجیب وغریب باتیں کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ موصوف زمانہ طالب علمی سے ان تنظیموں اور افراد کے ساتھ وابستہ رہا جو معاشرے کو سماجی ناانصافی اور طبقاتی استحصال سے پاک کرنا چاہتی تھیں۔

وہ گریجویشن کے بعد اپنی تبدیلی کی پیاس بجھانے کے لئے تعلیم کے شعبے میں بحیثیت ایس وی استاد بھرتی ہوا۔ وہ بچپن سے اس بات پر پختہ یقین رکھتا تھا کہ کچھ کرنے کے لئے علم ناگزیر ہوتا ہے، اس لئے اس نے دوسروں کو پڑھانے کے ساتھ ساتھ اپنی پڑھائی بھی جاری رکھی۔ اس نے اکنامکس اور پشتو لٹریچر میں امتیازی نمبروں سے ماسٹر کیا۔ درس وتدریس کے شعبے میں اس نے بحیثیت معلم اپنے شاگردوں میں شعور و آگہی اُجاگر کرنے اور ان کے تعلیمی معیار کو بہتر بنانے کے لیے تمام مروجہ طریقے استعمال کیے اور یہی وجہ ہے کہ اس کے شاگرد اس کے لئے بہت زیادہ عزت اور احترام رکھتے ہیں۔

فرانسیسی فلسفی چارلس فوریئر کے مطابق "ایک مہذب اور منتظم شخص ہمیشہ لوگوں کی بھلائی کو ترجیح دیتا ہے۔" بحیثیت منتظم (ای ڈی، پرنسپل اور چیئرمین) مشتاق نے ایسے مثبت اور جمہوری فیصلے کئے جو نہ صرف تعلیمی تبدیلی کا پیش خیمہ ثابت ہوئے بلکہ محکمہ تعلیم

کے تمام سٹیک ہولڈرز طلباء، اساتذہ اور دیگر تدریسی سٹاف نے ان سے استفادہ کیا۔ اچھی سن کے سٹائل پر بنایا گیا دی فضل حق کالج کے تعلیمی، انتظامی اور مالیاتی امور کو بحیثیت پرنسپل اس نے احسن طریقے سے نبھایا۔ اس ادارے کے پرنسپل ہونے کا اعزاز عبدالعلی خان مرحوم جیسی بلند پایہ شخصیت کے بعد بہت کم لوگوں کے نصیب میں آیا ہے۔

اصلاح اور تبدیلی کے پیچھے بھاگنے والا انسان جہاں جاتا ہے، حالات اور طریقہ کار کو تبدیل کرنے میں لگ جاتا ہے۔ ایک تعلیمی بورڈ کے چیئرمین کی حیثیت سے جب اس نے امتحانات اور مارکنگ کے طریقہ کار کو نئے تقاضوں کے مطابق ڈھالنا چاہا تو ارباب اختیار کو یہ کام ناگوار گزرا اور اس کو وہاں سے ہٹا دیا گیا۔ کیونکہ سٹیٹس کو کو توڑنے سے اشرافیہ کی کرسیاں، مراعات اور عیاشیاں خطرے میں پڑ جاتی ہیں اور یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہر دور میں مصلحین کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے لیکن یہ بھی ایک سچائی ہے کہ کبھی کسی مصلح اور اصلاح کار کو ہمیشہ کے لئے خاموش نہیں کیا جاسکا۔

جب مشتاق احمد کو احساس ہو گیا کہ موجودہ نظام کا حصہ ہوتے ہوئے وہ مثبت اور جدید دور سے ہم آہنگ اپنی تبدیلی کی پیاس کو نہیں بجھا سکتا تو اس نے قلم کے ذریعے اپنی فکر اور ایجنڈے کو پروان چڑھانے کا فیصلہ کیا کیونکہ الفاظ میں ایسی طاقت پوشیدہ ہوتی ہے کہ ان کو اگر صحیح طریقے سے استعمال کیا جائے تو یہ کسی بھی بڑی تبدیلی کی بنیاد ثابت ہو سکتے ہیں۔ تحریر اور تقریر کی طاقت زمانۂ قدیم سے ہی تبدیلی کے لئے ایک آزمودہ ہتھیار چلا آرہا ہے۔ مشتاق نے اس سلسلے میں اپنا پہلا پیغام پشتو زبان میں لکھے ہوئے افسانوی مجموعے "رنڑے کرنے" کی شکل میں لوگوں تک پہنچایا۔ جس میں اس نے معاشرے میں طبقاتی تضادات کی چکی میں پسنے والے مجبور اور غریب لوگوں کے مسائل کو خوبصورت طریقے سے اُجاگر کیا ہیں۔ سمجھ بوجھ رکھنے والے بہت لوگوں کے ذہن میں ایک فلاحی ریاست کا خاکہ موجود ہوتا ہے۔ ان گنے چُنے لوگوں میں مشتاق احمد ہی ایک ایسا شخص ہے جس نے ایک فلاحی ریاست

کے خدوخال کو کتابی شکل میں مرتب کیا جس پر عمل در آمد کر کے فلاحی ریاست کے قیام کی طرف قدم بڑھائے جاسکتے ہیں اور اس کے ذریعے عام انسان کی زندگی کی بنیادی ضروریات آسانی سے پوری کی جاسکتی ہیں۔

موصوف محکمۂ تعلیم میں مختلف انتظامی منصبوں پر رہ کر تعلیم کے تمام مسائل کا خوب ادراک حاصل کر چکا ہے اور ان مسائل کے حل کے لئے منصوبے مختلف فورمز کے ذریعے حکومتِ وقت کو پیش کرتا رہا ہے۔ اس نے خیبر پختون خوا کے سکولوں کے مسائل اور ان کے ممکنہ حل پر انگریزی زبان میں ایک کتاب "The Problems and Issues of Education in KPK" لکھی ہے جو تعلیم کے تمام سٹیک ہولڈرز کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

زیرِ بحث کتاب غازی عمرا خان جندولی کو تحریر اور شائع کرنے میں بھی تبدیلی کی سوچ پنہاں ہے۔ اولاً یہ ایک منفرد کتاب ہے جس میں عمرا خان جندولی کے شجرۂ نسب سے لے کر ان کی فتوحات اور طرزِ حکمرانی تک کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ دوم اس میں تاریخی واقعات کو اتنی روانی اور خوش اسلوبی سے پیش کیا گیا ہیں کہ یہ کتاب ایک عام پختون میں بھی اپنے ہیروز کے متعلق تحقیق کرنے اور تاریخی حقائق اکھٹا کرنے کے جذبے کو بیدار کرتی ہے۔ سوم مشتاق بحیثیت معلم اور سماجی کارکن کے طور پر لوگوں کے پڑھنے اور لکھنے کی صلاحیتوں سے خوب واقف ہے اور اس بناء پر اس نے اردو زبان کا انتخاب کیا تاکہ انیسویں صدی کے پختون اس مشہور کردار کے متعلق جان کاری حاصل کر سکیں۔ کیونکہ بد قسمتی سے بیشتر پختون پشتو نہیں پڑھ سکتے لیکن اس کا مطلب ہر گز یہ نہیں کہ وہ خود پشتو زبان میں لکھنا نہیں جانتا۔ چہارم مشتاق مست خیل قبیلے کا واحد چشم و چراغ ہے جس نے وسیع تحقیق اور عرق ریزی کے بعد یہ کتاب مرتب کی ہے۔ الختصر مندرجہ بالا عوامل کی بنیاد پر یہ کتاب بذاتِ خود ادب کے میدان میں ایک تبدیلی ہے۔

Scanned with CamScanner

ہمارے ایک محترم دوست جناب ڈاکٹر پروفیسر فخر الاسلام نے بجا فرمایا ہے کہ "پختون قوم کے تمام تاریخی واقعات انگریزوں یا دوسری خارجی اقوام کے لکھاریوں نے سنبھالے ہوئے ہیں۔ یہ کتاب پختون قوم کی اپنی قومی تاریخ میں عدم دلچسپی کی اس روش کے تسلسل کو توڑنے کی طرف ایک قدم ہے۔" اس کتاب میں چھوٹے سے چھوٹے واقعہ کو بھی اتنی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ متعلقہ موضوع پر پڑھنے والے کی پیاس آسانی سے بجھ سکتی ہے۔ اس طرح مشتاق نے اس بیانیہ کو عملاً رڈ کیا ہے کہ پختون تاریخ کو کریدنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

مشتاق کی صاف، شفاف اور غیر جانبدار تحقیق نے پشتو زبان میں لکھی گئی تاریخی کتابوں میں مشہور ہونے والے افسانوں کو آشکار کیا ہے۔ مثلاً "پختانہ د تاریخ پہ رنڑا کے" نامی کتاب میں یہ بات کہ بابر فقیرانہ لباس میں ملبوس ہو کر مورہ بانڈہ تشریف لائے تھے جہاں انہوں نے ملک احمد کی بیٹی بی بی مبارکہ کو دیکھا تھا۔ کوئی بھی عام فہم والا انسان بھی مشتاق کی اس کتاب کو پڑھ کر اس نتیجے پر پہنچ سکتا ہے کہ مذکورہ واقعہ افسانے کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔

اگر چہ مصنف رشتے میں عمرا خان کا پوتا ہے لیکن اس نے سُنی سُنائی باتوں پر یقین کرنے کے بجائے استفادہ کے لئے تسلیم شدہ مصنفین کے مواد پر اکتفا کیا ہے تاکہ کتاب میں شفافیت اور سچائی ہو اور کسی کو اس کی تحقیقی ساکھ پر انگلی اُٹھانے کا موقع ہاتھ نہ آئے۔

مصنف نے پشتو ادب میں ماسٹر کیا ہے اور بحیثیت سول سرونٹ تمام سرکاری اور دفتری معاملات انگریزی زبان میں نمٹائے ہیں لیکن زیر نظر کتاب اس نے اردو میں لکھی ہے اور اس کے الفاظ کا استعمال، فقروں کی ساخت اور مجموعی اردو کو دیکھ کر وہ اردو زبان کا ماہر لگ رہا ہے۔ خاص کر انگریزی کتابوں سے اقتباسات کے ترجمے اس نے ایسی مہارت سے کئے ہیں کہ ان پر طبع زاد ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ کتاب پڑھتے وقت یہ اندازہ آسانی سے لگایا جا

Scanned with CamScanner

سکتا ہے کہ مصنف نے نہ صرف متعلقہ کتابوں تک اپنی تحقیق کو محدود نہیں رکھا ہے بلکہ اس نے عمرا خان بابا کے متعلق نئی معلومات حاصل کرنے کے لئے مختلف لوگوں کے انٹرویوز بھی کئے ہیں۔

مصنف نے کتاب میں انگریزوں کی بعض نہایت اہم تزویراتی پالیسیوں کا ذکر بھی کیا ہے جس میں انگریزوں کی فارورڈ پالیسی قابل ذکر ہے جو تاریخ کے طالب علموں کو تحقیق میں مدد فراہم کرے گی۔ جہاں یہ کتاب انمول معلومات اور انکشافات سے بھری پڑی ہے، وہاں اس میں مصنف نے نادانستہ یا نہ جانتے ہوئے کچھ ایسے حالات کا تذکرہ بھی کیا ہے جو اگرچہ کتاب کے مقصد کو تو کوئی زک نہیں پہنچاتی لیکن اگر اس مواد کو کتاب میں شامل نہ کیا جاتا تو کتاب کا معیار مزید بلند ہوتا۔ مثلاً اس نے پہلے چند صفات میں زیادہ اور غیر متعلقہ مواد ڈال کر پڑھنے والوں پر غیر ضروری بوجھ ڈالا ہے لیکن اس میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔ لکھنے میں زیادہ سے زیادہ مواد شامل کرنا اس کا پیراڈائم ہے اور یہ اس میں زمانہ طالب علمی سے چلا آرہا ہے۔ اس حوالے سے اس کا ایک قصہ آپ کے ساتھ شیئر کرنا چاہوں گا۔ ہوا یہ کہ وہ سائنس ماسٹر تھا اور اس کے ایک شاگرد نے مجھے شکایت کی کہ مشتاق صاحب کے نوٹس بہت لمبے ہوتے ہیں۔ شاگرد کو میں نے سمجھایا کہ مشتاق چاہتا ہے کہ آپ زیادہ سے زیادہ سیکھیں تو زیادہ اور تفصیل سے لکھنا اس کی پرانی اور اچھی عادت ہے۔ اس طرح بعض واقعات جو بعد میں رونما ہوئے تھے، ان کو پہلے پیش آنے والے واقعات سے پہلے رکھا گیا ہے جس سے پڑھنے والا حالات کو سمجھنے میں دشواری محسوس کرتا ہے۔ اس کے علاوہ بعض واقعات کو دہرایا گیا ہے جس نے کتاب کے الفاظ کا حجم بلا ضرورت بڑھا دیا ہے۔

مصنف کے مطابق محمود الحسن نے مکہ مکرمہ میں غازی عمرا خان کی سوچ اور صلاحیتوں کے مطابق اس کو یہ نصیحت کی تھی کہ یوسفزئیوں اور ترکلانڑیوں کو انگریزوں کے خلاف ایک قومی تحریک کے لئے متحد کرو۔ یعنی دیر، باجوڑ، سوات اور ملاکنڈ کے قبائل میں

قومی تحریک کا جذبہ ابھار کر انگریزوں کے خلاف مزاحمت کے لئے انہیں تیار کرو۔ قبائل کو ایک پلیٹ فارم پر اکھٹا کرنے کے لئے معاہدہ شمشی خان کے دوران کوشش کی گئی تھی لیکن اس میں بھی انگریزوں کے خلاف جدوجہد کرنے کی بات نہیں کی گئی تھی۔ مصنف نے اس طرف کوئی توجہ نہیں دی ہے کہ بابا نے باضابطہ طور پر اس ضمن میں کیا کیا تھا۔

ذاتی طور پر کتاب میں عبدالمتین خان کے کردار نے بہت متاثر کیا۔ وہ اصلی حریت پسند کی طرح بندوق کی آخری گولی تک انتہائی بہادری اور جواں مردی سے لڑتے ہوئے گرفتار ہوئے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ پختون لوگ اپنے خاندان کے متعلق معلومات میں اپنی بہنوں اور بیٹیوں کے نام شامل نہیں کرتے لیکن مشتاق احمد نے اس روایت کو توڑتے ہوئے کتاب میں دیئے گئے اپنے خاندانی شجرے میں اپنی بہنوں اور بیٹی کا نام بھی شامل کیا ہے جو اس کی لبرل سوچ کا ثبوت ہے۔

بحیثیت مجموعی کتاب دیر، سوات، باجوڑ اور ملاکنڈ کے اہم جنگی واقعات کا احاطہ کرتی ہے۔ اقتدار کے حصول کے لئے قبائلی جنگ وجدل، انگریزوں کے خلاف مختلف قبائل کو متحد کرنے کے لئے جوڑ توڑ اور علاقے میں قبائلی اثر ورسوخ کے حوالے سے اس کتاب میں گراں قدر معلومات ملتی ہیں۔ جس تحقیقی اور علمی انداز میں یہ کتاب لکھی گئی ہے، اس موضوع پر کام کرنے والے تاریخ کے طالب علموں کے لئے اس میں استفادے اور عام قارئین کے لئے اس میں دل چسپی کے لئے بہت کچھ ہے۔

ظاہر شاہ نگار

اکاونٹنٹ ولینگویسٹ

پرسٹن (یوکے)

5 جنوری 2022ء

ارمغانِ مشتاق

اقوام کی زندگی میں تاریخ کی اہمیت اور افادیت وہی ہوتی ہے جو کسی انسان کی زندگی میں اس کے حافظے کی ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ تاریخ کسی قوم کا حافظہ ہوتی ہے یا ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جیسے ایک انسان کی یادداشت اس کی شخصیت یا کردار پر جس طرح اثر انداز ہوتی ہے بالکل اسی طرح ایک قوم کی اجتماعی زندگی اور ان کے مجموعی رویوں پر اس قوم کی تاریخ کا گہرا اور واضح اثر ہوتا ہے جس کے باعث قوم کی ترقی اور منزل کی راہ متعین ہوتی ہے، لہٰذا متعلقہ قوم کے افراد جب بعد میں اپنی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں انہیں اپنے اجداد کے کارنامے دکھائی دیتے ہیں۔ اگر ان کے اجداد نے عوامی فلاح اور مفاد کے لئے اپنی صلاحیتیں بروئے کار لائی ہوں اور بے لوث قومی خدمت کو دوام بخشا ہو تو ظاہری بات ہے کہ قوم نے ترقی کی منازل سر کی ہوں گی اور زندگی کو بلند معیار تک پہنچایا ہو گا۔ دوسری صورت میں اگر قومی رہنماؤں نے مفاداتِ عامہ پر ذاتی مفادات کو ترجیح دی ہو تو گویا قوم کے افراد کو جیسے بیچ ڈالا ہو، قوم کے ساتھ دھوکہ اور فریب کیا ہو۔ نتیجۃً قوم بلا شک وشبہ بربادی کی جانب مڑی ہو گی۔ ایسے بے ضمیر رہنماؤں کو آنے والی نسلیں لعنت کا نشانہ بناتی ہیں۔ یہی لوگ تاریخ کے چہرے پر کلنک ہوتے ہیں اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر قوم کی تاریخ میں ایسے افراد ضرور موجود ہوتے ہیں۔ پشتونوں کی تاریخ میں اگر ایک طرف ان گنت سورما گزرے ہیں جنہوں نے اپنے کردار اور روشن کارناموں سے قوم کی تاریخ سنواری ہے اور پشتون ان پر تا قیامت فخر کرتی رہے گی۔ تو دوسری طرف ہماری تاریخ میں ایسے بے ضمیر اور

Scanned with CamScanner

ضمیر فروش رہنما بھی رہے ہیں جنہوں نے ہمیشہ قوم کے ساتھ غداری کی اور قوم کے سر کا سودا کیا۔ اپنی پشتو اور ایمان کو بیچ ڈالا۔ ایسے غداروں کا تب بھی منہ کالا تھا اور اب بھی انہیں برے القابات سے یاد کیا جاتا ہے۔

ماضی قریب کے ایک مشہور، بہادر، قابلِ قدر سپہ سالار اور عظیم مدبر غازی عمرا خان مست خیل ہیں جو پشتون سرزمین کی ایک بے بدل اور لاثانی بہادر شخصیت ہیں لیکن افسوس کی بات ہے کہ بہت کم پشتون ان کی زندگی، شخصیت اور کارناموں سے واقف ہیں بلکہ اکثر پشتونوں کے لئے تو ان کا نام ابھی تک انوکھا ہے۔ اس کا ایک بنیادی سبب تو یہی ہے کہ غازی عمرا خان جندول کے بارے میں ایسی مکمل کتاب موجود نہیں تھی جو ان کی زندگی اور سیاسی جدوجہد کے کھلی حالات اور واقعات کا احاطہ کر سکتی۔ اگر کچھ تھا تو وہ معمولی نوعیت کی معلومات تھیں جو ادھوری اور نامکمل تھیں۔ اب جب کہ مشتاق احمد صاحب یہ کتاب سامنے لائے ہیں تو مجھے یقین ہے کہ اب پشتونوں کے ساتھ ساتھ دوسری اقوام بھی ہمارے اس قومی ہیرو کی زندگی، شخصیت اور کارناموں سے آگاہی حاصل کریں گی۔

جناب مشتاق احمد صاحب کی یہ کاوش تاریخ سے مربوط ہے جس میں انہوں نے عصر حاضر کی وضع اور کیفیت مدِ نظر رکھی ہے اور غازی عمرا خان مست خیل کی زندگی میں پیش آنے والے واقعات اور حوادث کو مؤثر انداز میں پیش کیا ہے۔ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ غازی عمرا خان مست خیل جناب مشتاق احمد کے جدِ امجد ہیں اور وہ ان کے ساتھ خونی رشتے کے ساتھ ساتھ عقیدت و احترام کے علاوہ جذباتی لگاؤ بھی رکھتے ہیں۔ باوجود یہ کہ یہ ایک شخصی تاریخ ہے۔ تحریر کنندہ نے متعلقہ شخصیت کے لئے محبت کے جذبات میں کھو کر بے جا مدحہ سرائی سے اجتناب کیا ہے۔ انہوں نے ان شخصیت کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کو بالکل اسی طرح تحریر کیا ہے جیسے وہ فی الحقیقت پیش آئے ہیں، مطلب یہ کہ مصنف نے مؤرخانہ دیانت کی ایک اعلیٰ مثال قائم کی ہے۔ وہ اس حقیقت کا ادراک بھی رکھتے ہیں کہ اگر

Scanned with CamScanner

حقائق مسخ ہوں تو کل جب نئے دانشور ان واقعات کا اجتہادی قوت سے تجزیہ کریں گے تو حقیقت آشکار ہو جائے گی اور صحت وسقم واضح ہو جائے گی۔ اسی لئے جناب مشتاق احمد نے صحیح حقائق رقم کئے ہیں۔ انہوں نے عقل اور منطق کے اِدخال کو رد کیا ہے۔ غازی عمرا خان فتح یاب ہوئے یا ناکام، اچھی راہ چلے تھے یا کہیں ٹھوکر کھائی تھی، اچھا کیا تھا یا برا، مؤرخ نے سبھی کچھ بڑی بے باکی سے تحریر کیا ہے۔

پروفیسر ہربرٹ سپنسر کے مطابق انسان ابتداء میں اپنے اسلاف کے کارناموں کا شعور رکھتا تھا۔ ان کے حقیقی اور فرضی ہر دو طرح کے کارناموں سے آگاہ تھا۔ وہ ان باتوں کو ازبر کرتا تھا، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کے اسلاف کی شخصی خوبیوں پر بے بنیاد روایات کی دبیز گرد پرتی گئی جو خرافات کے ایسے ملبے تلے دب گئی کہ اسلاف کی اصلی اور حقیقی شخصیت دماغ سے محو ہو گئی۔ اس تناظر میں جناب مشتاق احمد صاحب کو قابلِ داد و ستائش سمجھتا ہوں کہ انہوں نے ہمارے جری ملی بہادر اور قہرمان پشتون کی تاریخ کو ایسی حالت تک پہنچنے نہیں دیا۔ اس سے قبل کہ وہ روایتی جبر کا شکار ہوتی، غازی عمرا خان مست خیل کی شخصیت کو انہوں نے بحالت اصلی تاریخ کو سونپ دیا۔

ابنِ خلدون کے بقول ایک مؤرخ کے لئے ضروری ہے کہ وہ جس زمانے اور لوگوں کے واقعات قلم بند کرے، اسے اس دور کے حالات، جغرافیہ اور یہاں تک کہ جذبات کی بھی آگہی ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو وہ صحیح طور پر متعلقہ عصر کی تشریح و توضیح نہیں کر سکے گا بلکہ اندھیرے میں تیر مارے گا۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے تو جناب مشتاق احمد نے اس ضمن میں کافی محنت و مشقت کی ہے۔ انہوں نے صرف دستاویزی تحقیق پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ جندول کی خانی اور اس سے متعلقہ تاریخی مقامات کے دورے بھی کئے ہیں۔ اس حوالے سے وہاں کے بزرگوں سے ملاقاتیں بھی کی ہیں اور سینہ بہ سینہ چلی آتی ہوئی روایات کو بھی محفوظ کیا ہے۔ علاوہ ازیں مشتاق احمد نے اپنے بزرگوں سے بھی اپنے قبیلے اور قوم کے حوالے سے

Scanned with CamScanner

بھی بہت کچھ سنا ہے، کیوں کہ غازی عمرا خان مست خیل کا دور اتنا بعید نہیں، اب بھی بزرگ ان سے وابستہ اپنی یادداشتوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔

فاضل مصنف کی تحقیق کی افادیت اور اہمیت یہ بھی ہے کی اس میں سادہ واقعہ نگاری سے کام لیا گیا ہے۔ مؤرخ نے ایک کمال یہ بھی کیا ہے کہ واقعات کے رونما ہونے، اسباب و علل پر بھی بحث کی ہے۔ اس کے نتیجے میں ظاہر ہونے والے اثرات پر بھی بحث کی ہے۔ علاوہ ازیں اس کتاب کی ایک انفرادیت یہ بھی ہے کہ یہ کتاب ملی تناظر میں تحریر کی گئی ہے۔ مؤرخ نے نہ صرف اپنے جدِ امجد کے کارنامے بیان کئے ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ پشتونوں کو اپنے اسلاف کی تقلید اور پیروی کرنے کا سبق آموز پیغام بھی دیا ہے۔ یہ پیغام اپنی سرزمین کی حرمت برقرار رکھنے، زور آور دشمن کا خالی ہاتھ مقابلہ کرنے اور باطل کے آگے اپنی خودی کو سیسہ پلائی دیوار کی مانند مقابل کرنے کی مثال قائم کی ہے۔ یقیناً نسلِ نو کے لئے یہ کتاب بڑی فائدہ مند ثابت ہوگی۔ ایک طرف وہ اپنے اس قہرمان کی زندگی اور کارناموں سے باخبر ہوگی تو دوسری طرف یہ ان میں اپنی سرزمین، لوگوں اور عقیدے کے ساتھ پیار بڑھانے کا باعث ہوگی۔

جہاں تک اس کتاب کی زبان اور اسلوب کا تعلق ہے تو اس بارے میں اہلِ زبان خود رائے قائم کریں گے، کیونکہ اس ضمن میں ان کی رائے زیادہ معتبر ہوگی۔ اس کتاب کے بعض واقعات ترتیب کے لحاظ سے نظر ثانی کے متقاضی ہیں، باقی میرے نزدیک یہ کتاب پشتونوں کے لئے سوغات کے مترادف ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ پشتون اسے پڑھیں اور مصنف کی اس کاوش کو پزیرائی بخشے۔

ڈاکٹر علی خیل دریاب

چیئرمین شعبہ پشتو جامعہ ملاکنڈ

5 دسمبر 2021

Scanned with CamScanner

چند حروف

زمانہ طالب علمی سے ہی "غازی عمرا خان بابا" پر کتاب لکھنے کی ضرورت کا خیال دل و دماغ پر قابض ہو چکا تھا جس کے لئے خام مواد کچھ تو اپنے دادا مرحوم "زرداللہ خان" سے زبانی سنے ہوئے واقعات کی شکل میں تھے اور کچھ اپنے والد مرحوم "عزت گل" سے سنی گئی باتیں تھیں۔ اگرچہ یہ معلومات کتاب لکھنے کے لئے ناکافی تھیں لیکن پھر بھی اس نے میری آتشِ شوق کو بھڑکائے رکھا اور ان معلومات کو کتابی صورت میں شائع کرنے کی میری تڑپ میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا۔ یہ تڑپ اس وقت اپنی انتہا کو پہنچ گئی جب اسد اللہ خان متین (خان بابا مرحوم) جو کہ عبدالمتین خان کے بڑے بیٹے اور "غازی عمرا خان بابا جندولی" کے پوتے تھے، نے ہمیں زبانی معلومات کے ساتھ ساتھ بہت سارا لکھا ہوا مواد بھی فراہم کیا اور انہوں نے اپنے والد کی معیت میں وہ تاریخی مقامات بھی دیکھ لئے تھے جہاں "غازی عمرا خان بابا" اور "عبدالمتین خان بابا" نے قیمتی لمحات گزارے تھے۔ اس سفر اور اس کے بعد جندول کے ہر سفر کے دوران عمائدینِ علاقہ سے ہمیں بہت ہی گراں قدر معلومات حاصل ہوئیں جنہیں اس کتاب میں شامل کر لیا گیا ہیں۔

"غازی عمرا خان بابا" کے پوتوں، عنایت اللہ خان، امین اللہ خان، اور شیرین خان صاحب سے بہت سی قیمتی معلومات حاصل ہوئیں اور یہ محمد شیرین خان ہی تھے جنہوں نے ہمیں وہ نایاب برتن دکھائے جو کہ "غازی عمرا خان بابا" کے زیرِ استعمال رہے تھے اور جنہیں انہوں نے محفوظ کر لیا تھا۔ اس سے ہماری معلومات میں مزید اضافہ ہوا۔ معلومات کا یہ ذخیرہ

Scanned with CamScanner

اس لحاظ سے بہت زیادہ ہے کہ ہم جب بھی ملتے ہیں، ہماری گفتگو کا آغاز "غازی عمرا خان بابا" یا ان کے بڑے بیٹے "عبدالمتین خان" سے ہوتا ہے۔

اقبال خان مٹکنی اور رحیم داد خان مٹکنی نے کابل جا کر "بابا" کے مزار کے تعویذ کے ساتھ ساتھ اس ادارے کی بھی تصاویر کھینچیں جہاں "غازی عمرا خان بابا" آسودۂ خاک ہیں۔ رحیم داد خان کے خلوص کا تو نعم البدل ہی نہیں ہے کہ جنہوں نے بذاتِ خود سُرباٹ جا کر "عبدالمتین خان" کے مزار کی بھی تصاویر کھینچیں۔

کتاب کے چھاپنے میں تاخیر کا بڑا سبب غمِ روزگار کے سلسلے میں "ذمہ دارانہ عہدوں" پر تعیناتی رہا جس کی ذمہ داریاں نبھانے سے فرصت ہی نہیں ملتی تھی۔ موجودہ مسودہ جن احباب کی کاوشوں کی وجہ سے ممکن ہوا ان میں جناب ظاہر شاہ نگار آف جو لگرام حال برطانیہ شامل ہیں جنہوں نے ہر معاملے میں مجھے بچپن سے لے کر اب تک نہ صرف بہت سے مفید مشورے دئے بلکہ ہر کام میں عملی طور پر شریک بھی رہے اور خاص کر اس کتاب کو مرتب کرنے سے چھپائی تک ہر ممکن مدد کی۔ ان کا نہایت قابل تحسین کام یہ ہے کہ انہوں نے مجھے ایک مشہور اور معتبر صحافی، فضل ربی راہی سے متعارف کرایا جنہوں نے کتاب کو وقتاً فوقتاً ایڈیٹ کیا اور اس کے ترتیب و تدوین میں قیمتی مشورے دیئے۔ اس کے لئے میں ان کا بھی شکر گزار ہوں۔

ڈاکٹر فخر الاسلام چیئرمین مطالعہ پاکستان ڈپارٹمنٹ یونیورسٹی آف پشاور میرے ایک ایسے محسن ہیں کہ جب بھی میں کسی مشکل میں ہوتا ہوں، حاضر ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر علی خیل دریاب صاحب چیئرمین پشتو اکیڈمی یونیورسٹی آف ملاکنڈ جنہیں ادبی خدمات کی ادائیگی سے فرصت نہیں ہوتی، انہوں نے اس معاملے میں نہ صرف میرا حوصلہ بڑھایا بلکہ عملی طور پر بھی میری بہت مدد کی۔

جناب شمس الحق صاحب ماہر مضمون اُردو جو لگرام اور میری بہو عائشہ احمد دونوں نے

Scanned with CamScanner

فرشتے بن کر اس کارِ خیر میں مدد کی اور اس مشکل کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں اپنا کردار ادا کیا۔

کتاب میں بہت سی غلطیاں بھی ہوں گی جن کے لیے میں قارئین سے پیشگی معذرت خواہ ہوں۔ تاہم غلطیوں کی نشان دہی کے لئے اپنے قارئین کا شکر گزار ہوں گا۔

مشتاق احمد مست خیل

8 دسمبر 2021ء

Scanned with CamScanner

مرحوم عزت گل مست خیل، مرحوم ہدایت اللہ متین، مرحوم اسد اللہ متین

بائیں سے دائیں طرف

محمد شیرین خان متین اور مشتاق احمد،

غازی عمرا خان بابا کے زیر استعمال برتنوں کے ساتھ

Scanned with CamScanner

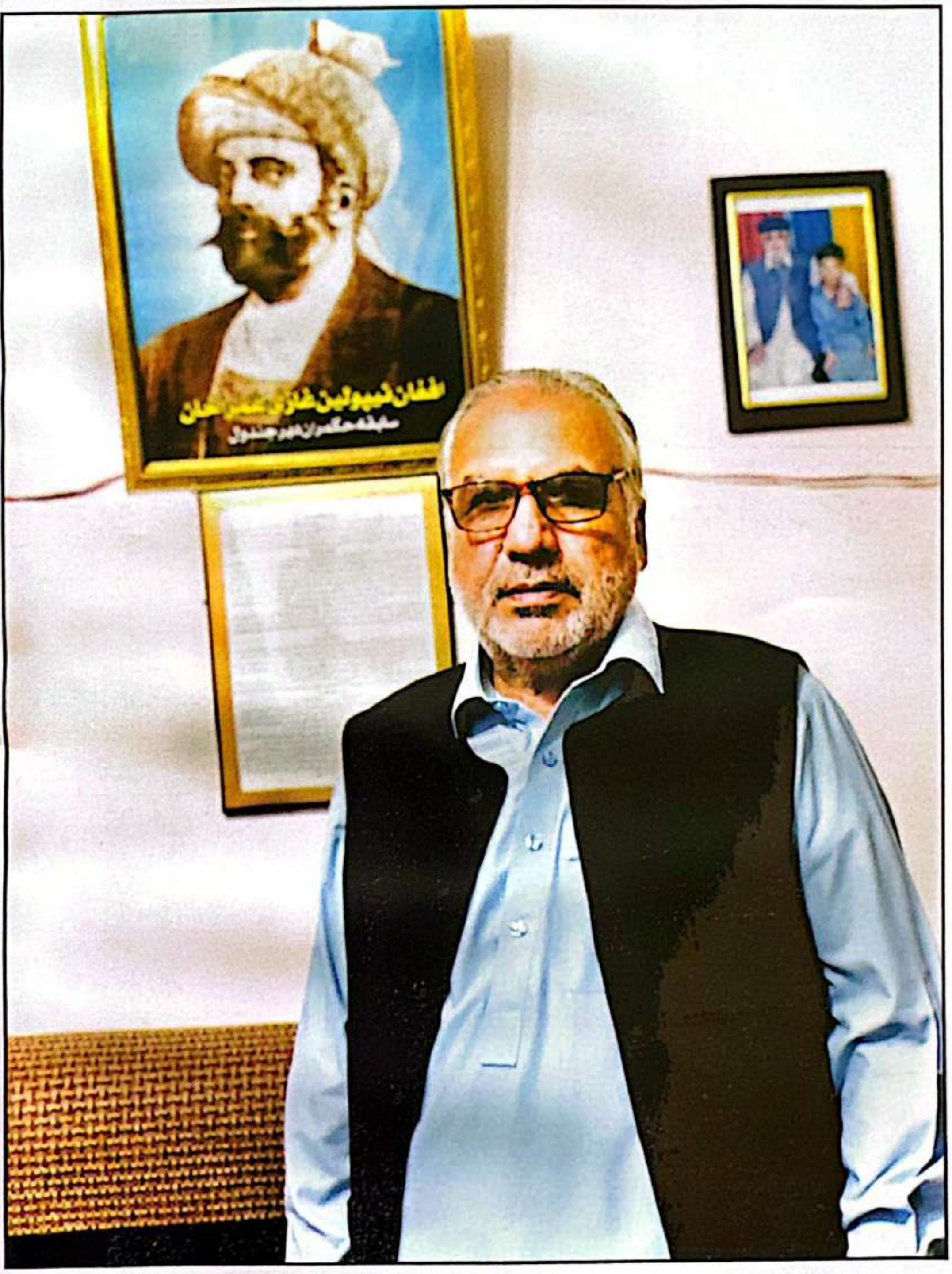

امین اللہ خان متین

Scanned with CamScanner

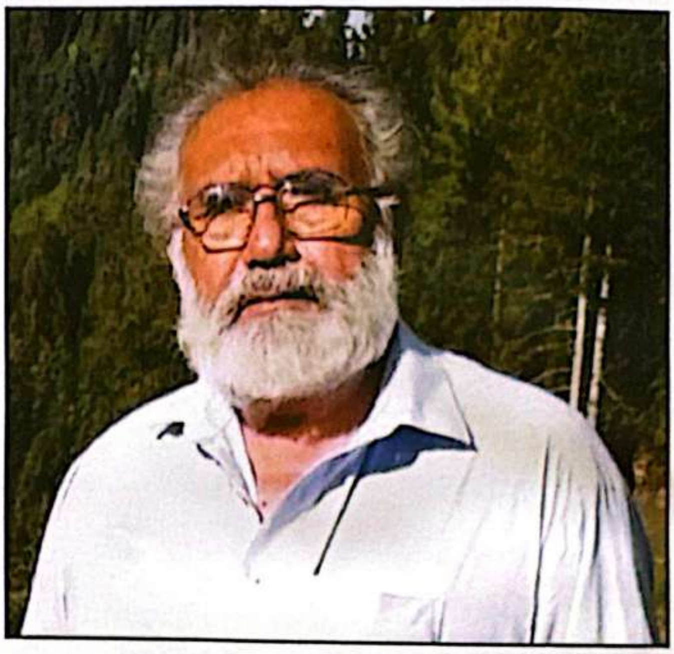

عنایت اللہ خان متین

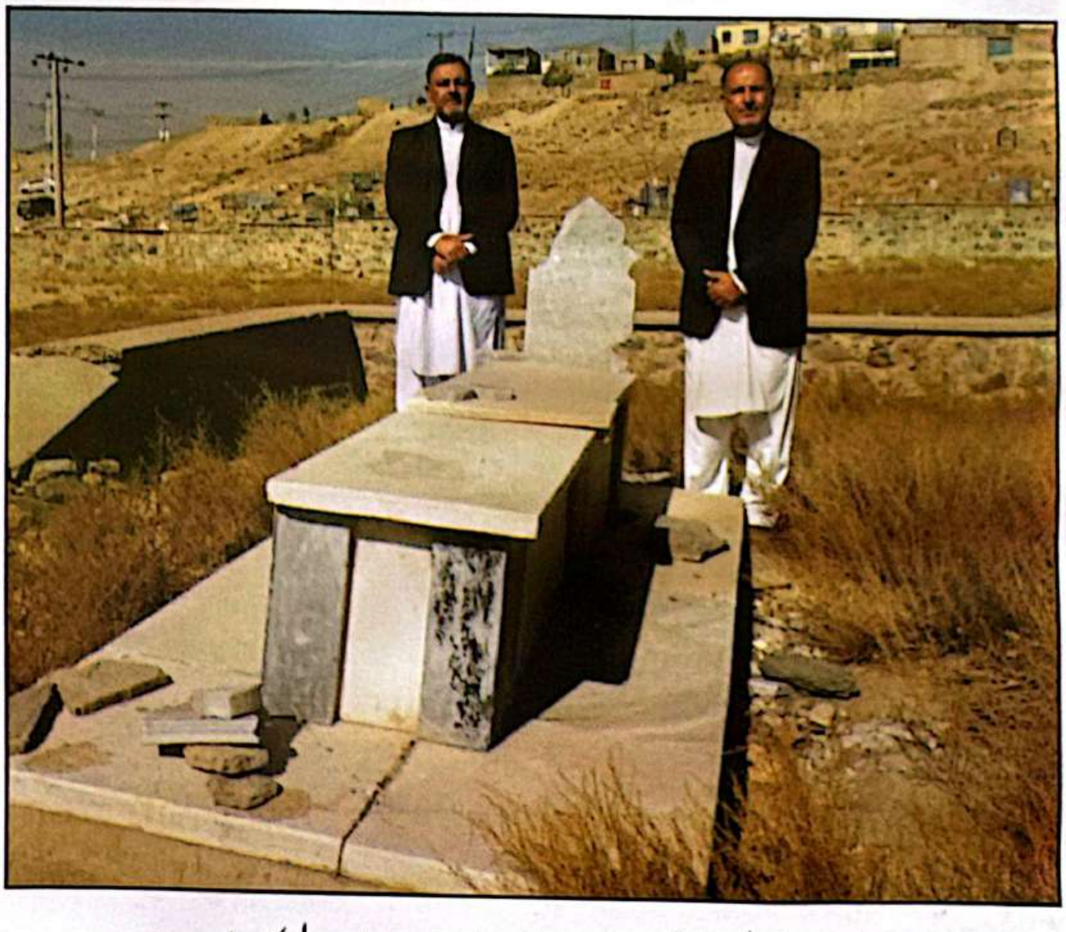

چاردہ کابل افغانستان میں غازی عمرا خان بابا جندولی کا مزار
جس کے بائیں طرف محمد اقبال خان مشکنی اور دائیں طرف رحیم داد خان مشکنی کھڑے ہیں

Scanned with CamScanner

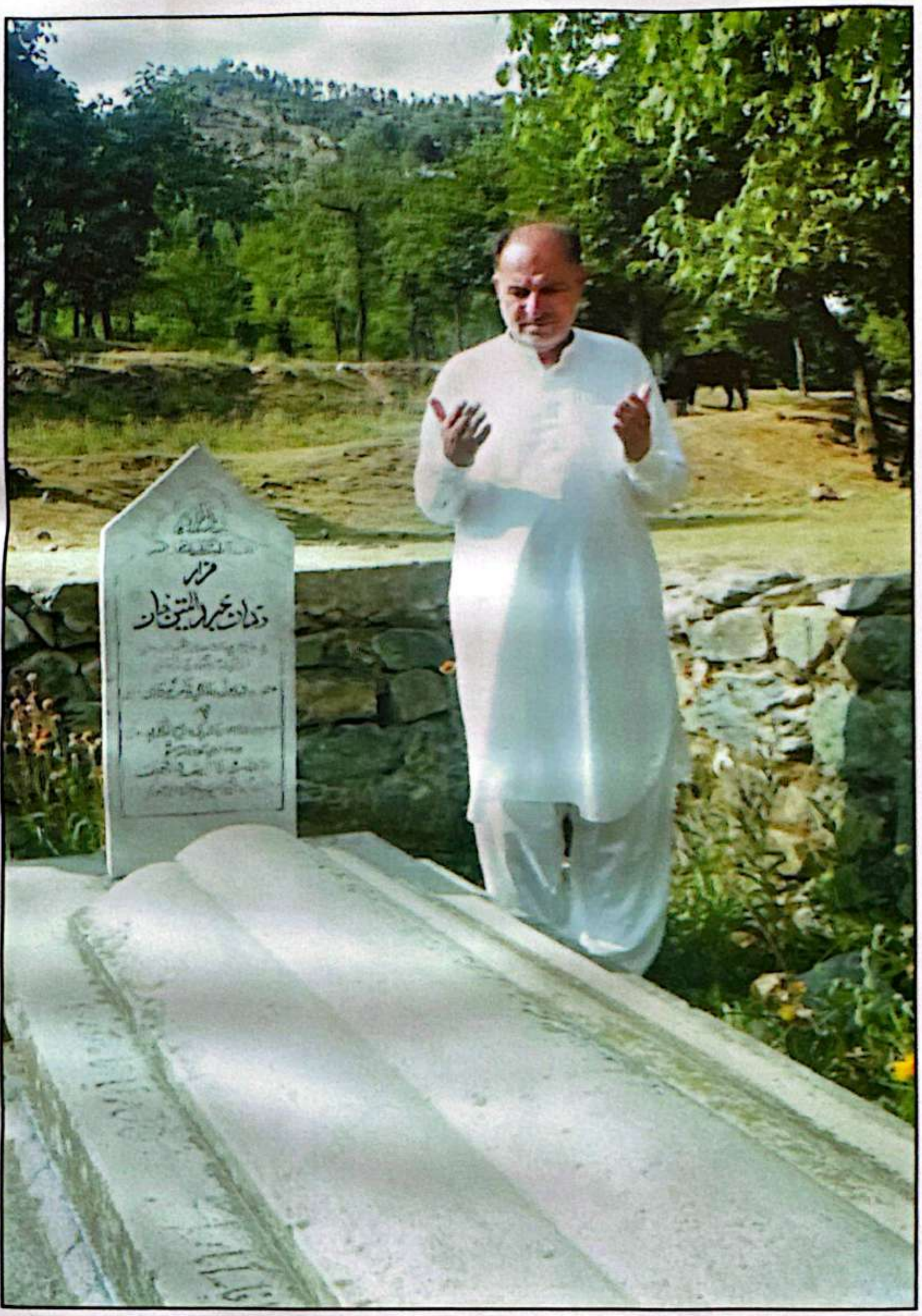

عبدالمتین خان بابا کا مزار ٹربات دیر بالا میں.جس کے سرہانے رحیم داد خان مشکی
فاتحہ خوانی کرتے ہوئے

Scanned with CamScanner

باب اوّل

غازی عمرا خان بابا کا تاریخی پس منظر

رمزے، حافظ رحمت خانی اور ان جیسے دیگر موٗرخین کے مطابق:

"خخیٰ / خشی ایک ہی قبیلے سڑبن کی دو شاخوں (خخیٰ / خشی اور غوریا خیل) میں سے ایک تھی۔ یہ قبیلے قندھار کے علاقوں جیسے گاڑہ، نشکی، ترنگ، مقر، قرہ باغ، ڈوگ اور ڈاگ میں آباد تھے۔ ایک روایت کے مطابق یہ قبیلہ خراسان کے علاقے غوڑہ مورگہ (غوڑہ مرغئی) میں رہائش پذیر تھا۔ اس میں دو رائے نہیں ہیں کہ یہ خراسان ہی کا علاقہ ہے اور اب بھی اس نام پر موسوم ہے، البتہ یہ علاقہ ژوب کے شمال میں واقع ہے۔"

ان دونوں کے مابین چراگاہ پر لڑائی ہوئی جس میں غوریا خیل نے خخیٰ / خشی کو مات دے کر سارے علاقہ جات ان سے چھین کر ضبط کر لئے۔ خخیٰ / خشی بے بس ہو کر کابل کی طرف کوچ کر گئے۔ راستے میں ان کے ساتھ اتمان خیل اور محمد زئی بھی شامل ہو گئے اور کابل کے گرد و نواح میں جا کر آباد ہو گئے۔

1.1 خخیٰ / خشی کی موجودہ علاقوں میں آمد:

خخیٰ / خشی کی تعداد بڑھنے کے ساتھ ساتھ ان کی مالی حالت بھی بہتر ہو گئی اور یوں خخیٰ / خشی کے تین بیٹوں سے یہ تین شاخوں میں تقسیم ہو گئے۔

خخی / خشی

مند (مندے) یوسف (یوسفزے)　　مگاہ (گگیانی)　　ترک (ترکان) (ترکلانڑی)

یعنی (1) یوسفزے　(2) ترکلانڑے اور　(3) گگیانی

1450ء تک یہ لوگ بڑھتی ہوئی تعداد اور مالی آسودگی کی وجہ سے اقبال مند زندگی بسر کر رہے تھے۔ اسی آسودگی کی وجہ سے یہ لوگ کابل کے مغل حکمران مرزا الغ بیگ کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ الغ بیگ چونکہ اس مستحکم قبیلے کو زبردستی قابو کرنے سے لاچار تھا، اس لئے اس نے اس قبیلے کے درمیان نفاق کے بیج بو دیئے۔ اس طرح یوسفزئی اور گگیانیوں کو آپس میں منتشر کر دیا گیا۔ پہلے گگیانیوں پر حملہ کیا لیکن وہ محفوظ مقامات تک پہنچ کر بچ گئے۔ الغ بیگ نے اگلی دفعہ گگیانیوں کو اپنے ساتھ ملا کر یوسفزئی پر حملہ کیا۔ یہ معرکہ غوڑہ مرغہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس میں یوسفزئی نے الغ بیگ اور گگیانیوں کے مشترکہ لشکر کو شکست دے دی جس پر الغ بیگ مزید طیش میں آ گیا اور اب وہ دغابازی پر اتر آیا۔

1490ء کے لگ بھگ مرزا الغ بیگ نے یوسفزئی کے چیدہ چیدہ معززین کو ایک بڑی شاہی دعوت پر بلایا جس میں ملک احمد کو بھی مدعو کیا گیا۔ بعض مؤرخین کے مطابق اس وقت ملک احمد کی عمر پندرہ برس تھی اور اس کی پیدائش 1460ء ہے۔ اس حساب سے یہ واقعہ 1475ء میں ہوا ہوگا جبکہ کچھ دوسرے مؤرخین کے مطابق اس وقت ملک احمد کی عمر تیس سال تھی۔ اس حساب سے یہ واقعہ 1490ء کا ہو سکتا ہے۔ بہرکیف یہ واقعہ 1475ء سے 1490ء کے درمیان پیش آیا تھا۔

تواریخ حافظ رحمت خانی کے مطابق:

"کل 706 معززین اس ضیافت میں شریک ہوئے تھے جس میں 700 افراد کو قتل کرنے کے بعد کابل کے نزدیک سیاہ سنگ میں دفنا دیا گیا۔ یہ مدفن شہیدانِ یوسفزئی کے نام

سے مشہور ہے۔ زندہ بچ جانے والے چھ افراد اپنی قوم کی طرف واپس پہنچ گئے۔ جن میں سے ایک ملک احمد بھی تھا۔ ملک احمد نے بعد میں یوسفزئی قوم کے لئے بہت اہم کردار ادا کیا۔ اس کا مقبرہ الہ ڈھنڈ گلینگسو میں ہے۔"

مرزا الغ بیگ نے فوج بھیج کر ملک احمد کے علاقے کو تاراج کیا۔ ان کے مال مویشی اور نقدی سب کچھ لوٹ لیا۔ سوائے موسیٰ ابن ایسکو کے خزانے کے جو محفوظ رہا اور جو بعد میں انہوں نے اپنے لوگوں کی ضروریات پر خرچ کیا۔

تواریخ حافظ رحمت خانی کی روشنی میں:

"یوسفزئی بہت کم تعداد میں پشاور پہنچ گئے تھے۔ ان دنوں پشاور، دوابہ، باجوڑ، ننگرھار، کلپانی، ہزارہ اور کوہستان تک سارے علاقوں میں دلہ زاک آباد تھے۔ ملک احمد نے دلہ زاک کو جرگہ میں یہ پیشکش کر دی کہ انہیں گزر بسر کے لئے زمین دی جائے۔ چنانچہ دلہ زاک نے انہیں دوابہ (چارسدہ) دے دیا لیکن ملک احمد نے کہا کہ ہم تعداد میں زیادہ ہیں اس پر ہمارا گزارہ ممکن نہیں چنانچہ دلہ زاک نے ان کو دوابہ کے ساتھ دانشکول، عنبر اور باجوڑ کے علاقے بھی ان کے ملحقات اور مضافات سمیت حوالہ کر دیئے اور ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ ہشتنغر بھی بزور شمشیر قبضہ کر لو۔ تاہم یوسفزئی دوابہ، دانشکول اور عنبر میں آباد ہو گئے اور ان میں سے بعض گھرانوں نے لاشوڑہ (باجوڑ) کا رُخ کیا اور وہاں جا کر سکونت اختیار کی۔"

1.2 جندول میں خخی / خشی اور دلہ زاک کے مابین لڑائی:

1508ء کے قریب قریب کا واقعہ ہے جندول پر ملک ہیبت خان دلہ زاک عمر خیل کی حکمرانی تھی۔ وہ اس دلہ زاک جرگہ میں شریک نہیں تھا۔ جب ملک ہیبت خان کو پتہ چلا کہ یوسفزئی کو دوابہ کے ساتھ باجوڑ بھی حوالہ کیا جارہا ہے تو اس نے بہت منت سماجت اور جرگوں کے باوجود جندول کو ان کے قبضے میں دینے سے انکار کیا اور جنگ کی تیاری شروع کی گئی۔ اس نے دلہ زاک قبیلے کے سرخانی و گھگڑ سے مدد مانگ لی۔ یوسفزئی بے سروسامانی کی حالت

Scanned with CamScanner

میں باجوڑ پہنچ گئے تھے۔

ان دنوں ترکلانڑی لغمان میں تھے اور ان کا سردار ملک سرخابی بن شمو تھا۔ جب ان کو پتہ چلا تو اپنے بھائی خمنی کی کمک کے لئے لشکر لے کر صلح کی خاطر پہنچ گئے کہ ملک ہیبت خان بہ رضا اور دلہ زاک جرگہ کے فیصلے کے مطابق جندول یوسفزئی کے حوالے کر دے مگر اس نے انکار کیا۔ دوسری طرف یوسفزئی نے بھی ترکلانڑی اور خلیل سے مدد مانگ لی۔ ملک ہیبت خان نے یوسفزئی پر بسورہ نالہ (خار) باجوڑ کے قریب حملہ کیا۔ یوسفزئی پیچھے ہٹ گئے تو اس نے دوبارہ حملہ کیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر ملک سرخابی بن شمو ترکلانڑی نے اپنے لشکر کو پکارا اور یوسفزئی اور خلیل کے لشکر سمیت دلہ زاک کے لشکر پر ٹوٹ پڑا۔ پائندہ ترکلانڑی نے ہیبت خان کو قتل کیا اور برہان ترکلانڑی نے اس کے بھائی جہان شاہ کو قتل کر دیا۔ اس طرح یہ جنگ ترکلانڑی، یوسفزئی اور خلیل کی فتح پر ختم ہوگئی۔ ملک سرخابی بن شمو اپنے لشکر سمیت لغمان واپس چلا گیا اور باجوڑ اور جندول کے مفتوحہ علاقے یوسفزئی اور خلیل نے آپس میں بانٹ لئے۔

1.3 یوسفزئی کا ہشتنغر سے ملاکنڈ تک کے علاقوں پر قبضہ:

1510ء میں سوات سے لے کر حصار بلول (سزی بہلول)، شیر خانہ، مورہ کے پہاڑ تک، ہشتنغر، ٹوٹئی، سروبی، سورنہ درگئی، ملاکنڈ، تالاش، کالکلہ تک دھقان / دھگان / شلمانی قوم آباد تھی جو سلطانِ سوات اویس کی رعایا تھی۔ اس وقت ان کا حکمران سلطان بکھل تھا اور اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا سلطان اویس اس قوم کا حکمران بنا۔ سلاطین سوات سلطان جہانگیر کی اولاد میں سے تھے اور حکومت ہند کے باجگزار تھے۔ میر ہند، قوم دہقان / دھگان / شلمانی پر سلطان اویس کی طرف سے قلعہ ہشتنغر پر تعینات تھا جس کا تعلق قبیلہ ڈوڈال سے تھا۔

یوسفزئی نے ملک احمد کی سربراہی میں قلعہ ہشتنغر پر حملہ کیا اور میر ہند کو شکست دے

کر قلعہ ہشتنغر پر قبضہ کرلیا۔ وہاں سے میر ہند نے پہلے قلعہ سری بہلول اور پھر قلعہ بیغم میں پناہ لی لیکن یوسفزئی لشکر اس کا پیچھا کر رہا تھا۔ یوں میر ہند تھانہ (ملاکنڈ) پہنچ گیا جہاں اس کا گھر تھا۔ یوسفزئی قبیلہ نے ملاکنڈ پہاڑ کے دامن تک، ٹوٹئی، سورنے، سروبی، شیر خانہ، سنگاؤ بازدرہ تک سارے علاقے دہقان / دھگان / شلمانی سے خالی کرا کے قبضہ کر لیے اور پھر آپس میں تقسیم کرلئے۔

1.4 باجوڑ میں یوسفزئی اور خلیل کی خصومت:

انہی ایام میں سلطانِ سوات اویس اور میر ہند نے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ دوسری طرف یوسفزئی بھی حملے کی تیاری کر رہے تھے۔ خلیل اور یوسفزئی جو باجوڑ میں تھے، اُن کے درمیان چراگاہ اور مویشیوں کی چوری پر تنازعات چل رہے تھے۔ خلیل نے موقع پا کر یوسفزئی پر حملہ کر کے ان کو شکست دے دی اور جندول تک انھیں پیچھے دھکیل دیا۔ جندول بہت پرانا نام ہے۔

شکست کا بدلہ لینے کے لئے یوسفزئی نے دوابہ کے یوسفزئی اور دلہ زاک جو جندول سے بے دخل ہو کر دانشکول میں آباد تھے، سے مدد طلب کی اور انھوں نے حامی بھرلی۔ باجوڑ میں اُن دنوں یوسفزئی کا سربراہ میر جمال تھا، لہٰذا ایک طرف یوسفزئی اور دلہ زاک اور دوسری جانب خلیل تھے۔ ان کے درمیان سخت جنگ ہوئی جس میں خلیل کی بڑی تعداد قتل ہوئی اور جو بچ ہوگئے وہ ناوگئی کی طرف بھاگ گئے۔ خلیل کا علاقہ یوسفزئی اور دلہ زاک نے آپس میں تقسیم کرلیا۔

1.5 پشاور میں دلہ زاک اور یوسفزئی کا محاربہ:

یوسفزئی باجوڑ سے فارغ ہو کر سوات پر حملے کی تیاری کر رہے تھے لیکن پشاور کے دلہ زاک اور یوسفزئی کے درمیان مویشیوں کی چوری پر تنازعہ کی وجہ سے میچنئی کے پہاڑ

کے نزدیک لڑائی ہوئی جو بغیر ہار جیت کے ختم ہوئی لیکن اگلے روز دلہ زاک نے بہت بڑا لشکر جمع کر کے یوسفزئی کو للکارا جس کے ساتھ لڑنا یوسفزئی کے لئے ناممکن تھا۔ چنانچہ ملک احمد نے جرگہ (ننواتے) کر کے دلہ زاک سے صلح کرلی۔

1.6 یوسفزئی کا سوات پر دھاوا:

دلہ زاک سے فارغ ہو کر ملک احمد نے اپنے لوگوں سے کہا کہ سوات پر حملے کی تیاری کریں تاکہ دلہ زاک اور مغل دونوں سے محفوظ ہو جائیں۔

1515ء کو ملک احمد کی سربراہی میں یوسفزئی نے سوات پر حملے کی تیاری شروع کی۔ ملک احمد، شیخ ملی، ملک قرہ اور دوسرے سرداروں کے متفقہ فیصلے کے مطابق انھوں نے درہ شاہ کوٹ کے سامنے مورہ پہاڑ کے دامن میں خیمے نصب کئے۔

سلطان اویس کی طرف سے میر ہند مورہ کے پہاڑ کی چوکی پر مامور تھا اور ملاکنڈ کی چوکی پر شاہ اویس اور فرخ زاد جن کا تعلق قوم دہقان / دہگان سے تھا، مامور تھے۔ سلطانِ سوات کی حکومت سوات، تالاش سے لے کر ہزارہ اور کشمیر کی سرحد تک تھی۔ سلاطینِ جہانگیری سوات گبری زبان اور رعایا یادوی زبان بولتے تھے۔ دو مہینوں تک یوسفزئی کا لشکر درہ شاہ کوٹ کے سامنے بمعہ بال بچوں کے پڑا رہا لیکن مورہ کی چوکی مضبوط تھی۔ اس لئے انھوں نے درہ ملاکنڈ کی جاسوسی کی کیونکہ اس چوکی کے لوگ غافل تھے۔ انہوں نے اپنی عورتیں اور بچے مورہ کے دامن میں آگ جلانے کے لئے چھوڑ دیئے اور رات کے اندھیرے میں درہ ملاکنڈ پر حملہ کر کے چوکی والوں کو قتل کر دیا۔ فرخ زاد اور شاہ اویس تھانہ کی طرف بھاگ گئے۔ یوسفزئی بغیر کسی رکاوٹ کے خار (بٹ خیلہ) پہنچ گئے۔ گاؤں میں لوٹ مار اور آبادیوں کو آگ لگانا شروع کیا۔ زیریں سوات کے لوگ یہ نظارہ دیکھ کر مختلف اطراف میں بھاگ گئے۔

یہ طریقہ کار 1895ء میں انگریزوں نے بھی اختیار کیا۔ وہ مورہ کے بجائے ملاکنڈ پر

حملہ آور ہوئے اور یوسفزئی نے سر رابرٹ لو کو راستہ دیتے ہوئے بڑی آسانی سے درہ ملاکنڈ عبور کیا۔

1515ء میں یوسفزئی کی فوج نے الہ ڈھنڈ میں پڑاؤ ڈالا تھا۔ سلطان اویس بھی جنگی تیاریوں میں مصروف تھا۔ دونوں افواج آگے بڑھیں اور تھانہ کے قریب جنگ چڑ گئی جس میں سلطان اویس شکست کھا گیا اور منگلور بھاگ گیا جو اس کا دارالخلافہ تھا۔ سوات کا دو تہائی حصہ تھانہ تک اور دیر کا علاقہ تالاش کالکلہ تک دہقانوں سے خالی ہو کر یوسفزئی کے قبضے میں آگیا۔ تواریخ حافظ رحمت خانی کے مطابق ان علاقوں کے لوگ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ ان علاقوں کو یوسفزئی نے آپس میں تقسیم کیا اور یہاں متوطن ہوئے جبکہ دہقان / دہگان قوم دیر کے پہاڑوں کی طرف بھاگ گئی جس میں کاٹن ودہقان / دہگان کے پہاڑی علاقے قابل ذکر ہیں۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ جنگ تھانہ کی تاریخ 1515ء جانی جاتی ہے لیکن تواریخ حافظ رحمت خانی کی روشنی میں خان روشن خان لکھتے ہیں کہ:

"ان دنوں مرزا الغ بیگ بھی مر گئے تھے۔ مرزا الغ بیگ کی تاریخ وفات 907ھ ہے جو 1502ء بنتی ہے۔"

اگر ہم مرزا الغ بیگ کی موت اور جنگ تھانہ ایک ہی سال تصور کر لیتے ہیں تو پھر جنگ تھانہ کا سال 1515ء نہیں بلکہ 1502ء بنتا ہے۔

1.7 یوسفزئی کے علاقے میں بابر کی آمد:

1504ء میں بابر کابل کا حاکم بنا تو اس نے 1507ء میں ملک احمد کو کابل بلالیا۔ وہ کابل چلے گئے لیکن بابر کا رویہ ان کے ساتھ مناسب نہیں تھا۔ اپنے جوش خطابت و ہوشیاری کی وجہ سے ملک احمد بابر کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچ گیا۔ 1508ء میں بابر نے ایک بار پھر ملک احمد کو کابل بلایا مگر اس دفعہ اس نے اپنے چچازاد بھائی شاہ منصور کو بھیج دیا جس پر بابر ناراض تھا۔

Scanned with CamScanner

1.8 بابر کا مختلف علاقوں پر حملہ:

اگلے سال 915ھ بمطابق 1509ء یا 1519ء بابر نے باجوڑ پر حملہ کر دیا اور میر حیدر علی گبری کے قلعے کا محاصرہ کر کے اسے شکست دی۔ میر حیدر علی گبری بشمول تین ہزار گبریوں کے قتل کئے گئے۔ اس حملے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ میر حیدر علی گبری نے مرزا الغ بیگ کے ساتھ بدتمیزی کی تھی۔ باجوڑ پر حملے کی تاریخ 1519ء بیان کی جاتی ہے لیکن تزکِ بابری کے مطابق یہ تاریخ 915ھ اور 1502ء بنتی ہے۔

رمزے اور میکمہن کے مطابق:

"ترکلانڑی باجوڑ میں کافی فارغ البال تھے اور جندول کے علاوہ باقی باجوڑ پر قبضہ انہی کا تھا۔ بابر نے ان پر غلے کی شکل میں خراج مقرر کیا۔ اس کے بعد ایک بار پھر بابو کڑہ کے علاقے میں اس نے گبریوں کو شکست دے دی۔"

تزکِ بابری کے مطابق:

"بابر نے باجوڑ خواجہ کلاں کے حوالے کر کے دریائے جندول، دریائے باجوڑ، دریائے پنجکوڑہ کے درمیان پڑاؤ ڈالا اور ملک احمد کو خط بھیجا کہ ملنے کے لئے آجائیں اور خود وہاں سے سوات پر حملے کی تیاری شروع کر دی مگر سوات منگلور کے قلعے بہت مضبوط تھے۔ اس لئے بے نیل و مرام لوٹ گیا اور واپس پھر دریاؤں کے نزدیک اپنے کیمپ پہنچ گیا۔ اس مہم میں اس کے ساتھ دلہ زاک شریک تھے۔"

دریاؤں کے سنگم پر پڑاؤ کے دوران سلطان اویس (سوات) اس سے ملنے آئے اور ملک احمد کے بجائے شاہ منصور ان سے ملے اور اس قبیلے کو قابو کرنے کے لئے شاہ منصور کی بیٹی سے شادی کا ارادہ کیا۔ چنانچہ طاؤس خان اپنی بھتیجی دختر شاہ منصور کو دلہن بنا کر لے آیا۔ تزک بابری کے مطابق یہ تاریخ 28 محرم 915ھ کی تھی جو 21 اپریل 1509ء بنتی ہے۔

اس کے بعد بابر میدان سے ہوتے ہوئے سوات اور بونیر کے راستے میدانی علاقوں

تک پہنچ ہوگئے۔ کوہاٹ اور ارد گرد کے علاقوں پر حملوں اور جنگوں کے بعد وہ 1520ء میں واپس کابل پہنچ گئے۔ وہاں شاہ منصور کی سربراہی میں یوسفزئی سرداران ایک تنازعہ لے کر آئے کہ یوسفزئی اور سلاطینِ سوات کے درمیان حدود کا مسئلہ حل کیا جائے۔ تزکِ بابری میں اس بات کا ذکر کچھ یوں ہے:

"تیئیسویں تاریخ کو یوسفزئی کا سردار شاہ منصور چند دوسرے سرداروں کے ساتھ حاضر خدمت ہوا۔ ان میں سے ہر ایک کو خلعت فاخرہ سے نوازا اور بڑے احترام کے ساتھ رخصت کیا۔ انہیں سمجھایا کہ ابوہابالا کا کوئی آدمی سوات کے معاملات میں دخیل نہ ہو اور جو افغان، باجوڑ اور سوات میں کھیتی باڑی کریں تو وہ چھ ہزار بوری دھان یعنی بارہ ہزار من دھان خراج شاہی خزانہ میں جمع کریں۔"

مختصراً یہ کہ یوسفزئی اور ترکلانڑی پر مجموعی طور پر بارہ ہزار من دھان کا خراج مقرر رکھا گیا اور ساتھ ہی ابوہا گاؤں کو سواتیوں اور یوسفزئی کے درمیان سرحد مقرر کیا۔ یعنی یہ طے ہوا کہ ابوہا تک یوسفزئی کا علاقہ اور اس سے آگے سلاطینِ سوات کا ہوگا۔

1.9 ملک حمزہ اور ملک احمد کے درمیان اختلافات:

تواریخ حافظ رحمت خانی کے مطابق:

"کچھ مدت کے بعد تقریباً 1515ء سے 1520ء تک جو گگیانی کابل میں رہ گئے تھے، وہ بھی بابر کے زیرِ عتاب آگئے۔ اس لئے سب گگیانی موسیٰ زئی کے علاوہ یوسفزئی کے پیچھے آگئے۔ یوسفزئی نے ان کو دوابہ دے دیا۔ گگیانیوں کا سربراہ ملک حمزہ تھا۔ کچھ عرصہ بعد ملک حمزہ اور ملک احمد کے درمیان اختلافات پیدا ہوگئے۔ ملک حمزہ نے ملک احمد کو مرعوب کرنے کے لئے بابر کو دوابہ آنے کی دعوت دی تاکہ کلپانڑی کے دلازاکوں پر حملہ کرے۔ اس مہم میں سمہ کے یوسفزئی نے بھی خخی کی حمایت میں گگیانیوں کا ساتھ دیا۔ ان سب نے مل کر کلپانڑی کے عمر خیل دلہ زاک پر حملہ کر دیا اور دلہ زاک کے گاؤں تباہ کر دیے۔ شاہ بوڑھئی

جو ایک بہادر دلہ زاک خاتون تھی، وہ بھی بمعہ اپنے بیمار شوہر کے اسی جنگ میں قتل کی گئی۔ بہت سے دلہ زاک قتل ہوئے اور جو بچ گئے وہ کڑمار کے پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے۔ تباہ کاریوں کے بعد بابر کابل واپس چلے گئے۔"

عمر خیل دلہ زاک ملک احمد کے پاس یہ شکایت لے کر پہنچے کہ کیوں بابر، گگیانی اور سمہ کے یوسفزئی نے مل کر ان کی قوم کے بندوں کو قتل کیا۔ ملک احمد نے انھیں اجازت دے دی کہ گگیانیوں سے اپنا بدلہ لے لو ہم اُن کا ساتھ نہیں دیں گے۔

اس پر دلہ زاک نے بہت بڑا لشکر تیار کیا اور حملے کی تیاری شروع کی۔ جب ملک حمزہ کو پتہ چلا تو اس نے بھی ننگرھار کے محمد زئی اور سمہ کے یوسفزئی سے مدد طلب کی۔ انھوں نے ملک احمد کی اجازت کے بغیر گگیانیوں کا ساتھ دیا۔ دونوں لشکر نیمہ وڑئی دوابہ کے مقام پر آمنے سامنے ہوئے اور سخت معرکہ ہوا۔ جس میں 1000 گگیانی، سمہ کے یوسفزئی اور محمد زئی سب کے سب قتل ہوگئے۔ اللہ داد (دادی) اور میر فتح یوسفزئی اسی جنگ میں قتل ہوئے تھے۔ یوسفزئی اور گگیانی کو اتنی زیادہ تعداد میں اپنے قتلِ عام کا رنج تھا۔ وہ ملک احمد پر غصہ تھے کہ وہ سارے سڑبن کے سردار ہیں تو ان کی تباہی پر خاموش کیوں ہیں۔ انہوں نے ملک احمد کو دھمکی دی کہ اگر آپ کچھ نہیں کرتے تو ہم خود دلہ زاک سے ان کا بدلہ لیتے ہیں۔

1.10 جنگِ کاٹلنگ:

1520ء میں یہ متفقہ فیصلہ ہوا کہ موسیٰ زئی گگیانی جو کابل میں تھے، محمد زئی، لغمان کے ترکلانڑی اور کچھ اتمان خیل کو بلا کر اکٹھا کیا جائے گا۔ اس مقصد کے لئے شیخ ملی دوابہ سے چند گگیانیوں کو ساتھ لے کر کابل چلے گئے اور وہاں سے ترکلانڑی کے سوا جو اس موقع پر شامل نہیں تھے، ایک بڑا لشکر گگیانیوں، اتمان خیل اور محمد زئی کا لے آئے۔ ملک احمد نے ادھر لشکر جمع کرنا شروع کیا۔ دلہ زاک بھی ہزارہ اور پشاور سے جنگجو جمع کرنے لگے۔

تواریخ حافظ رحمت خانی، ترتیب وحواشی خان روشن خان تفصیل سے بیان کرتے ہیں کہ:

Scanned with CamScanner

"تینوں لشکر کاٹلنگ کے گردونواح میں جمع ہو گئے۔ دلہ زاک کا لشکر بھی بہت بڑا تھا۔ یوسفزئی کا ایک لشکر شیخ ملی اور دوسرا ملک احمد کے زیر کمان تھا۔ اتمان خیل گائے اور بھینس کی خشک کھال پکڑے پیادوں کے آگے چل رہے تھے تاکہ دلہ زاک کے تیر اندازوں سے بچ سکیں۔ گدھر کے مقام پر دلہ زاک کے ہراول دستے نے یوسفزیوں پر حملہ کیا جو شکست کھا کر بدحواسی کے عالم میں بھاگ گئے۔ پیچھے آنے والے دلہ زاک کے عظیم لشکر پر بھی خوف طاری ہوا اور وہ بھی میدان چھوڑ گئے۔ یوسفزئی نے ان کا تعاقب کیا لیکن وہ دریائے سندھ عبور کر کے چلے گئے۔"

دلہ زاک نے شکست کے بعد جو علاقے خالی کئے، وہ خخی قوم نے آپس میں تقسیم کر دیے۔ محمد زئی کو ہشتنغر کا علاقہ دیا گیا، گگیانیوں کو دوابہ کے ساتھ نصف باجوڑ، دانشکول سے عنبر، لاشوڑی تک اور ناوگئی سے چارمنگ تک علاقے دیئے گئے۔ باقی دیر، باجوڑ، بابوکڑہ سے جندول اور پنجکوڑہ تک، سوات، چملہ (بونیر)، تناول، ساراسمہ، نوشہرہ اور دریائے سندھ کا ساحلی علاقہ یوسفزئی اور اتمان خیل میں تقسیم کیا گیا۔ ترکلانڑی چونکہ جنگِ کاٹلنگ میں شامل نہیں ہوئے تھے، اس لئے ان کو حصہ دار نہیں بنایا گیا۔

1.11 خان گجو کی سرداری:

زمینوں کی تقسیم کے بعد ملک احمد کی ریاست ترقی کے راستے پر گامزن ہوئی۔ اس کے بعد 1529ء میں شیخ ملی وفات پاگئے۔ ایک سال بعد 1530ء میں ملک احمد بھی وفات پاگئے۔ ملک احمد کی وفات کے بعد ان کے بیٹوں میں اہلیت نہیں تھی۔ یوں وہ ایک دوسرے کے ساتھ لڑتے جھگڑتے ختم ہو گئے۔ جرگہ نے مشترکہ طور پر خان گجو کو خخی کا سردار بنایا۔

26 دسمبر 1530ء کو بابر وفات پاگئے اور اس کا بیٹا ہمایوں تخت نشیں ہوا۔ شیر شاہ سوری افغان جس کا اصل نام فرید تھا، نے ہمایوں سے اقتدار چھین لیا مگر افغان لوگ اپنے حسد اور بغض کی وجہ سے یہ ہرگز گوارا نہیں کر سکتے تھے کہ ایک افغان ان پر حکومت کرے۔

Scanned with CamScanner

بہر حال بہت جلد ہمایوں نے دوبارہ حکومت چھین لی۔ ہمایوں کی عدم موجودگی کے دور سے فائدہ اٹھا کر یوسفزئی اور ترکلانڑیوں نے خراج دینا بند کیا اور بابر کے ساتھ کیے گئے عہد نامے کو توڑ کر سوات پر قبضہ کر لیا۔ سلطان اویس نے، نہاگ درہ جہاں ڈوما کافر رہتے تھے، قلعہ بنا کر حکمرانی شروع کی۔ پھر سلطان اویس نے علاقے کو قبضہ کرنے کے ایک سال بعد متراویوں کے علاقے پر حملہ کیا۔ متراوی بلوگرام میں قلعہ بند ہو گئے اور آخر کار شکست کھا کر پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے۔ یوسفزیوں نے یہ علاقہ بھی آپس میں تقسیم کیا اور کچھ عرصہ بعد متراوی پہاڑوں سے نیچے اتر کر یوسفزئی کے ساتھ فقیر کی حیثیت سے رہنے لگے۔

اس وقت تک یوسفزئی کے اکثر سرداران وفات پا چکے تھے۔ مثلاً شیخ ملی، ملک احمد، ملک قرہ، خان گجو کے والد اور موسیٰ ابن ایسکو جنہوں نے سوات کی مہم کا آغاز کیا تھا۔ ترکلانڑی باجوڑ، میدان اور براول کے کچھ حصوں میں سولہویں صدی عیسوی کے آخر میں داخل ہوئے۔ یوسفزئی نے باجوڑ کے ترکلانڑیوں کی مدد سے سلاطین سوات کی باقیات کو ختم کر کے سارے سوات پر قبضہ کر لیا۔ کامران ولد ظہیر الدین بابر، باجوڑ کے ترکلانڑیوں اور مہمند کو اپنا ہمنوا بنا کر ہمایوں کی مخالفت کرتا تھا لیکن ہمایوں نے جلد ہی اس پر قابو پالیا۔ ترکلانڑیوں کو اس جرم کی پاداش میں پیسوں کی صورت میں جرمانہ ادا کرنا پڑا۔

خان گجو کے زمانے میں غوریا خیل (مہمند، خلیل، داودزئی) کی داودزئی شاخ موضع ترنگ، قلات، مقر اور قرہ باغ سے ہجرت کر کے یوسفزئی کے علاقے میں آ گئے۔ خان گجو نے کلپانڑی کا علاقہ انہیں رہنے کے لئے دے دیا۔ کچھ عرصہ بعد غوریا خیل کی دوسری شاخوں مہمند اور خلیل نے کامران کی مدد سے پشاور کا علاقہ دلہ زاک سے خالی کرا کے ان کو قتل کروا دیا اور جو بچ گئے، وہ دریائے سندھ پار کر کے بھاگ گئے۔ اس کے بعد کلپانڑی میں آباد داودزئی بھی پشاور جا کر وہاں مہمند اور خلیل کے ساتھ رہنے لگے۔

خلیل پشاور اور اس کے قرب وجوار میں آباد ہو گئے۔ ایک طرف یہ کابل سے

ہندوستان تک جانے والی بڑی بڑی شاہراہوں پر آباد تھے اور وہاں قافلوں سے محصول وصول کرتے تھے اور دوسری طرف اس علاقے کی زمینیں بھی زرخیز تھیں، چناچہ خلیل تھوڑے وقت میں مرفہ الحال ہوگئے۔ ان کی آسودہ حالی دیکھ کر غوریا خیل کو خخی/ خشی (یوسفزی، گگیانی، ترکلانڑی) سے ساتھ اپنی پرانی دشمنی یاد آگئی اور ان کے درمیان مویشیوں کی چوری وغیرہ پر جو تنازعات چلے آرہے تھے، ان میں مزید تیزی آگئی۔

پشاور پر قبضے کے وقت ہند کا بادشاہ ہمایوں تھا اور غوریا خیل (مہند، خلیل، داؤدزئی) کا سربراہ ملک بازید ابن محمود غلیل اس کے رفقاء میں سے تھا، لہٰذا اختلافات یہاں تک پہنچ گئے کہ غوریا خیل نے خخی کے آدمیوں کو ناحق قتل کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ موقع پا کر انھوں نے یوسفزئی کا قافلہ لوٹ لیا اور عمر ابن یوسفزئی کے دو بیٹے قتل کر دیئے۔ خخی کے لوگ اس سے بہت تنگ آگئے اور خان گجو کے پاس جا کر شکایت کی۔ انہوں نے جرگہ بلایا اور باہمی مشورے کے بعد ترکلانڑیوں، محمد زئی اور گگیانیوں کو لشکر جمع کرنے کا کہا۔ خان گجو اور غوریا خیل بھی لشکر جمع کرنے میں لگ گئے۔

1.12 جنگِ شیخ تپور:

1550ء کے لگ بھگ خان گجو کی سربراہی میں خخی اور اس کے اتحادیوں کا ایک بڑا لشکر شیخ تپور کے مقام پر جمع ہو گیا۔ لشکر نے دریائے لنڈا پار کر کے وہاں ڈھیرے ڈال دیئے۔ غوریا خیل کا لشکر بھی وہاں ٹھہرا تھا۔ ترکلانڑیوں کا سردار ملک سرخابی بن شمو وفات پا گئے تھے اور اب اس کا بھائی ملک مٹہ خان بن شمو ترکلانڑی قوم کا سربراہ تھا۔ ملک مٹہ خان بھی 200 گھڑ سوار دستے کے ساتھ شیخ تپور میں خخی کے لشکر کے ساتھ مل گیا۔ تواریخ حافظ رحمت کانی کے مطابق:

"خان گجو کے لشکر میں 700 ڈوم بھی شامل تھے جن کی سربراہی ادو اور شینگی ڈوم کر رہے تھے۔ خان گجو نے انہیں غوریا خیل (مہند، خلیل، داؤدزی) کے علاقے میں بھیجا۔

وہاں انھوں نے ایک کمزور بیل کو زخمی کر دیا اور کچھ گاؤں کو آگ لگا کر کامیابی کے ساتھ واپس آکر اپنے لشکر کے ساتھ مل گئے۔ غوریا خیل اس وار پر سیخ پا ہو گئے اور ایک بار پھر چڑھائی کی تیاری شروع کی۔ اگلے روز دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے، غوریا خیل کی طرف سے خلیل اور داؤدزی بڑی بہادری سے لڑے۔ البتہ مہمند بے غیرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بھاگ گئے، وہ جگہ جگہ چھپنے کی کوشش کرتے رہے لیکن محمدزئی ان کا تعاقب کر رہے تھے اور انہیں پکڑ کر قتل کرنے لگے۔ ادو اور شینگی مطرب اس لڑائی میں مارے گئے۔ یہی وہ ادو مطرب تھا جو ملک احمد کے ساتھ بابر سے ملاقات کے لئے کابل گیا تھا۔"

اس جنگ میں خخی (یوسفزئی، ترکلانڑی، گگیانی) اور اس کے اتحادیوں کے 500 جنگجو وفات پاگئے۔ ایک روایت کے مطابق کوئی ایسا بندہ نہیں تھا جس نے زخم نہ کھائے ہوں۔ خان گجو بھی خلیل کے تیر اندازوں سے زخمی ہو گیا تھا۔ خان گجو کے لشکر نے فتح حاصل کی اور غوریا خیل کے تعاقب میں پشاور، سربند، شیر گڑھ، چہل گڑھی بلکہ جمرود تک پہنچ گیا۔ انہوں نے بہت سے قتل کئے اور ڈھیر سارا مال غنیمت لوٹ لیا۔

اس جنگ کے بعد قاضی عطااللہ خان کے مطابق ان علاقوں کی تقسیم کچھ اس طرح ہوئی کہ:

"محمدزئی کو ہشتنغر، گگیانیوں کو دوابہ اور باجوڑ کا کچھ حصہ اور اتمان خیل کو باجوڑ کے مشرق کی طرف کا علاقہ دیا گیا۔ ترکلانڑیوں نے باجوڑ کا علاقہ گگیانیوں سے لے لیا اب گگیانی باجوڑ میں نہیں ہیں۔"

Scanned with CamScanner

باب دوم

غازی عمرا خان بابا کا خاندانی پس منظر

خان روشن خان اپنی کتاب "پٹھانوں کی اصلیت اور ان کی تاریخ" میں صفحہ 176 پر یوں لکھتے ہیں کہ:

"ترکلانڑی کے دو بیٹے تھے ایک موسیٰ اور دوسرا شعیب۔ شعیب کی اولاد افغانستان لغمان میں سرہ قلعہ، سہہ سدہ، سرخ رود اور ننگرہار میں آباد ہے۔

موسیٰ کی اولاد:

1:۔ محمود (لوئے ماموند)

2:۔ اسماعیل زئی، اس کی چار شاخیں ہیں۔ وڑد کے ماموند، نون، اکا یا اکازئی اور کٹور۔ کٹور چترال اور بدخشاں چلے گئے۔ نون اور اکا (کگے زئی) پنجاب میں جالندھر، لاہور، گجرانوالہ، بٹالہ اور سیالکوٹ چلے گئے۔

3:۔ حسن 4:۔ عیسیٰ یا عیسیٰ زئی یا ایسوزئی 5:۔ مدے 6:۔ ہارون 7:۔ مور

عیسیٰ (ایسوزئی)، عیسیٰ زئی اور ایسوزئی ایک ہی نام ہے جس کی ذیلی شاخیں یہ ہیں:

(1) مست خیل (2) علی بی خیل (3) موسیٰ خیل (4) شاہی خیل

(5) مندے زئی (6) سین زئی۔

عیسیٰ / عیسیٰ زئی / ایسوزئی کی مست خیل شاخ سے غازی عمرا خان تھے اور موسیٰ خیل سے میاں عمر چمکنئی تھے۔"

میاں عمر چمکنی 1085ھ بمطابق 1674ء کو پنجاب میں دریائے راوی کے کنارے قصبہ فرید آباد میں پیدا ہوئے۔ ازروئے نسل باجوڑ کے قبیلے ترکلانڑی کی شاخ موسیٰ خیل سے تعلق رکھتے تھے۔ فرید آباد میں جب ان کے والد محمد ابراہیم وفات پا گئے تو وہ اپنے نانا ملک محمد سعید کے ساتھ چمکنی آکر مقیم ہوگئے اور 1190ھ بمطابق 1776ء چمکنی پشاور میں وفات پا گئے۔ باجوڑ میں موسیٰ ترکلانڑی کی اولاد آباد ہو گئی جبکہ پنجکوڑہ، سوات، بونیر، چملہ، مردان، صوابی کے علاقے میں یوسفزئی اور مندنڑ (دونوں بھائی) قیام پذیر ہوگئے۔ کچھ عرصہ بعد یوسفزئی اور مندنڑ کی آپس میں لڑائیوں کی وجہ سے مندنڑ سمہ پھر صوابی، مردان وغیرہ پر قابض ہوگئے جبکہ یوسفزئی نے پہاڑی علاقوں بونیر، سوات، ملاکنڈ وغیرہ کو قبضے میں لے لیا۔"

قاضی عطاءاللہ "دپختنو تاریخ" میں آگے رقم طراز ہے کہ:

"باجوڑ ترکلانڑیوں کا ملک ہے۔ اس کے مغرب کی طرف ہندوکش کے جنوبی پہاڑ ہیں، جنوب کی طرف ہندوکش اور اتمان خیل کے پہاڑ ہیں، مشرق کی طرف بھی اتمان خیل کے پہاڑ ہیں، درمیان میں پنجکوڑہ کو درہ جاتا ہے اور شمال کی طرف برموند کے پہاڑ ہیں۔ اس کی لمبائی مشرق سے مغرب کی طرف 25 میل ہے اور چوڑائی شمال سے جنوب کی طرف 12 میل ہے۔ پنجکوڑہ اور باجوڑ کے میدان میں درہ باڑوہ ہے۔ باجوڑ کے میدانی علاقوں میں ترکلانڑی فروکش ہیں۔ اس کے جنوب اور مغرب کی طرف پہاڑوں میں کافر رہتے تھے جو بعد میں مسلمان ہوگئے۔ سوات اور باجوڑ کے درمیان اتمان خیل کے پہاڑ ہیں۔"

شہنشاہ جہانگیر کے زمانے میں بہاکو خان جب یوسفزئی کا سربراہ بنا تو اس نے ڈوما (موجودہ کالا ڈھاکا، پورن کا علاقہ) جس میں اب حسن زئی، اکازئی، مداخیل مخوزئی اقامت پذیر ہیں۔ ان پر تاتاری نسل قوم ڈوما حکمران تھی۔ جن کو شکست دے کر یہ علاقہ ان سے خالی کر کے آپس میں تقسیم کیا گیا۔ بہاکو خان کے بعد اس کا بیٹا مغل درباری بنا۔ اجتماعیت انفرادیت میں بدل گئی اور کوئی ایسا کارگزار یا گماشتہ نہیں تھا جو شخص کو ایک مرکز پر جمع

Scanned with CamScanner

کر سکے۔ اتفاق قوت کا سر چشمہ ہے جو اَب ان میں رہا نہیں تھا جس سے ان کے وقار اور دبدبے کو سخت نقصان پہنچا۔ اس انحطاط کا آغاز اورنگ زیب کے دور سے ہوا۔

مختلف محققین اور روزنامہ "مشرق" اداریے 17 اگست 2003ء کی اشاعت کے مطابق:

" 1518ء میں مغل حکمران بابر باجوڑ کی طرف روانہ ہوا۔ بابر کے مطابق بروز پیر 3 جنوری 1519ء (تزکِ بابری میں یہ تاریخ 915ھ درج ہے جو 1509ء بنتی ہے، بعض جگہ 1518ء لکھا گیا ہے) کو محرم کے پہلے دن وادئ چنڈاول (جندول) کے زیریں حصے میں تیز زلزلہ آیا جو آدھے گھنٹے تک جاری رہا۔ یہاں کے سلطان کے پاس ایک بااعتماد آدمی بھیجا گیا لیکن انھوں نے منفی میں جواب دیا۔ جہاں اس نے فوج کو سیڑھیاں اور دوسرے آلات تیار کرنے کا حکم دیا گیا۔

وہ مزید لکھتے ہیں کہ ہم جنوری بروز بدھ 1518ء (جو کہ 1519ء دکھائی دیتا ہے) کو باجوڑ روانہ ہوئے۔ گبری سلطان حیدر علی کو شکست دے کر مارا اور باجوڑ پر قبضہ کر لیا۔ ہم نے ترکلانڑی پر غلے کا خراج مقرر کیا جن کی آبادی چنڈاول (جندول) کے علاوہ سارے باجوڑ پر پھیلی ہوئی تھی۔ باجوڑ کی فتح کے بعد ہم نے حکومتی معاملات خواجہ کلاں کے سپرد کئے جو مولانا محمد صادر کا بیٹا تھا۔"

22 جنوری 1518ء کو بابر خواجہ کلاں کے گھر سے روانہ ہوا اور کوہراج پشگرام کے دیہاتوں میں اتر گیا۔ یہ مقامات معیار کے چنڈاول جھیل (جندول) میں واقع ہیں اور اب یہ کوہراج کہلاتے ہیں۔ وہاں سے بابر میدان، سوات، پھر دریائے پنجکوڑہ، جندول اور باجوڑ کے متحدہ دریا کے درمیان اتر گیا۔ اس مہم میں سخی عرب خان کے والد عبداللہ خان (عبداللہ اور بابر دونوں چچازاد بھائی تھے) نے بابر کا ساتھ دیا جو دیر اور باجوڑ میں رہنے والے مغلوں کے پیشرو تھے۔ جب بابر نے باجوڑ کے قلعے پر قبضہ کر لیا تو دیر اور باجوڑ میں مغلوں کی آمد

Scanned with CamScanner

شروع ہوئی۔ باجوڑ کا حکمران خواجہ کلاں 21 اپریل 1526ء کو بابر کے ساتھ پانی پت کی لڑائی میں شرکت کے لئے چلا گیا تو سخی عرب (مغل) کو باجوڑ کا حکمران مقرر کیا گیا جو تاحیات 1557ء تک باجوڑ کا حکمران رہا۔

شہنشاہ اکبر کے زمانے میں 20 دسمبر 1585ء میں زین خان کو باجوڑ بھیجا گیا جس نے باجوڑ، دیر اور سوات کو فتح کیا۔ 1588ء میں زین خان کو دربار دہلی بلا کر اس کی جگہ جرنیل صادق کو مقرر کر کے بھیجا۔ اسی طرح جہانگیر کے زمانے میں شاہ بیگ خان کو خان درانی کا خطاب دے کر دیر، باجوڑ، کابل اور ملحقہ علاقوں کا اقتدار سونپا گیا۔ 1607ء سے 1608ء تک جہانگیر نے خسرو کو یہاں کا کمانڈنٹ مقرر کیا۔ 1675ء میں اورنگ زیب نے عزت خان کو اس علاقے کا تھانیدار تعینات کیا جس نے باجوڑ، سوات اور دیر کے لوگوں کو شکست دی۔

باجوڑ میں خواجہ کلاں کے بعد سخی عرب باجوڑ کا حکمران بنا۔ پھر سخی عرب کا بیٹا اتم خان، پھر اتم خان کا بیٹا عرب خان اور اس کے بعد سرور خان اور عنایت اللہ خان آئے۔ عنایت اللہ خان کے بیٹے احسن عربی نے حکمرانی ترک کر کے اپنی زندگی مذہبی تعلیم کے لئے وقف کر دی۔ ان کا مزار میاں کلی جندول میں ہے۔ احسن کا بیٹا باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جندول کے گاؤں موذین بانڈہ منتقل ہو گیا۔ اس وقت جندول میں زین خان حکمران تھا اور اس کے بعد اس کا بیٹا حکمران بنا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مختلف قبائل اقتدار کے حصول کے لئے برسرپیکار تھے۔ بہادر شاہ خیل میدان میں اقتدار سنبھالنے میں کامیاب ہو گئے، جندول میں مست خیل نے حکومت حاصل کی اور مست علی خان بابا نے اقتدار سنبھال لیا۔ احمد تیموری نے مست علی خان کو تاج پہنایا اور مست علی خان نے امیر تیموری کو کچھ دیہات بطور انعام دے دیئے۔ مختصراً یہ کہ جنگ کاٹنگ اور جنگ شیخ تپور کے بعد مفتوحہ علاقوں کا نقشہ کچھ یوں رہا۔

Scanned with CamScanner

خمیٰ(یوسفزئی، ترکلانڑی، گگیانی) نے اتمان خیل اور محمد زئی کے اتحادی ہونے کی حیثیت سے مفتوحہ علاقے یوں تقسیم کئے۔

- ترکلانڑیوں کو باجوڑ میں حصہ مل گیا۔
- گگیانی کو دوابہ اور باجوڑ کا کچھ حصہ ملا۔
- محمد زئی کو ہشتنغر
- اتمان خیل کو ملاکنڈ کے مغرب کی طرف کا علاقہ اور باجوڑ سے جنوب کی طرف کا علاقہ دیا گیا۔اس میں کیمور پہاڑ اور وادیاں ارنگ برنگ مشہور ہیں۔جنگ کاٹلنگ میں انہوں نے کارہائے نمایاں انجام دیے۔اس لئے ان کو انعام کے طور پر میاں خان، سنگاؤ، پیپل، خرکی، کھوئی برمول اور موضع گلیاڑہ کا کچھ علاقہ اور مواضعات دیئے گئے۔
- باقی جتنے علاقے بچ گئے وہ یوسفزئی اور مندنڑ نے آپس میں بانٹ دیے جن میں سوات، بونیر، چملہ، مردان، صوابی، کالاڈھاکہ، سمہ، دیر، پورن وغیرہ شامل ہیں۔

14 فروری 1556ء کو اکبر تخت نشین ہوا۔ 1582ء میں اس نے یوسفزئی کو رام کرنے کے لئے زین خان اور راجہ بیر بل کو بھیجا۔جہاں وہ میدانی علاقوں میں تو کامیاب ہوگئے مگر پہاڑی علاقوں میں شکست کھا گئے اور اسی طرح زین خان کا حملہ بھی ناکام بنادیا گیا۔

تیسرا وفد ٹوڈرمل اور مان سنگھ کی سربراہی میں بھیج دیا گیا۔انہوں نے میدانی علاقوں میں کیمپ لگائے اور یوسفزئی کو اپنے کھیتوں میں جانے سے روکتے تھے۔جس سے تنگ آکر یوسفزئی نے اکبر کے ساتھ برائے نام رعیت تسلیم کردی۔اکبر نے یہ بھی اپنے لئے کافی سمجھا۔بقول رمزے اور میکمہن:

"باجوڑ کے عرب (مغل) قبیلے نے ہندوستان کے ساتھ اپنی وفاداری ختم کی تھی اور موزہ خان ترکلانڑی کی سربراہی میں ان کے اقتدار کو ختم کیا گیا تھا۔ ترکلانڑیوں نے گگیانیوں کو بھی باجوڑ سے نکال کر یوسفزئی کے حوالے کردیا۔"

1555ء تک جندول دلہ زاک کے قبضے میں تھا اور دلہ زاک باقی باجوڑ میں بھی خاصی تعداد میں موجود تھے۔ یوسفزئی اور ترکلانڑیوں کے اتحاد نے سوات بالا پر سواتیوں کی تمام باقیات ختم کر دیں اور پورے سوات پر قابض ہو گئے جبکہ سواتی ہزارہ کی طرف چلے گئے۔ اسی طرح ترکلانڑیوں نے بھی دلہ زاک کو باجوڑ سے بے دخل کر کے کُل باجوڑ پر قبضہ کر لیا۔ تھوڑے دنوں تک پر امن رہنے کے بعد اس میں پھر لڑائی جھگڑے شروع ہو گئے جس میں حکومت کابل نے مداخلت کی۔

سترویں صدی میں اورنگزیب نے ان کو مطیع بنانے کے لئے مہم بھیجی۔ اٹھارویں صدی میں نادر شاہ نے مغل حکومت پر قبضہ کیا اور بونیر میں یوسفزیوں کے خلاف مہم بھیجی۔ اس کے بعد سدوزئی درانیوں نے حکومت پر قبضہ کیا اور یوسفزیوں اور ترکلانڑیوں نے باقاعدہ ان کو خراج دیا۔ سدوزئی کے بعد مبارک زئی کی حکومت شروع ہو گئی۔

انیسویں صدی عیسوی میں سکھ اٹک پہنچ گئے۔ 1823ء میں یوسفزیوں نے بارک زئی کا ساتھ دیتے ہوئے سکھوں کا مقابلہ کیا لیکن سکھوں نے فتح حاصل کی اور پشاور ان کے قبضے میں چلا گیا۔

1590ء سے 1595ء تک کابل سے مسلسل امداد ملنے کی وجہ سے حکومت کابل نے ان علاقوں کو مکمل طور پر مطیع بنا لیا۔ کچھ عرصہ بعد بایزید روشان منظر عام پر آئے۔ بات بحث مباحثوں اور مناظروں سے جنگ و جدل تک پہنچ گئی۔ جب حالات مزید ہاتھ سے نکل گئے تو کابل کے وائسرائے محسن خان نے بایزید انصاری پر حملہ کر کے ماسوائے اس کے ایک بیٹے کے سب کو قتل کر دیا۔ باجوڑ، سوات اور بونیر کے عوام کی طرف سے خراج بند ہونے اور لاقانونیت کو ختم کرنے کے لئے محمد قاسم خان نے کوکلتاش کی سربراہی میں مہم بھیجی اور خود مسلسل کابل سے اس کے لئے کمک بھیجتا رہا۔ 1590ء سے لے کر 1595ء تک پانچ سالوں میں اس نے باجوڑ کی ترکلانڑی اور سوات کے یوسفزئی مکمل طور پر زیر کر دیے اور ان

لوگوں کو قابو میں رکھنے کے لئے قلعے تعمیر کیے۔ کچھ مدت کے بعد یوسفزئی اور مندنڑ کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے جس کے نتیجے میں یوسفزئی نے مندنڑ کو پہاڑی علاقوں جیسے سوات اور دیر وغیرہ سے نکال کر سمہ کی طرف دھکیل دیا جبکہ مندنڑ نے یوسفزئی کو سمہ سے نکال کر پہاڑوں کی طرف بھیج دیا۔

1523ء کے آس پاس شیخ ملی بابا کی تقسیم میں ترکلانڑیوں کو جنگ کاٹلنگ میں شرکت نہ کرنے کی وجہ سے حصّہ نہیں، ملا تھا لیکن 1550ء سے 1554ء کے زمانے میں خان گجو نے شیخ تپور کی جنگ میں انہیں باجوڑ کا علاقہ دے دیا۔ ترکلانڑی یا ترکان بابا کے بیٹے موسیٰ کی اولاد باجوڑ آگئی۔ موسیٰ کے سات بیٹے تھے۔

- اسماعیل / اسماعیل زئی کو علاقہ میدان کے ساتھ اتنڑ درہ تک کا پہاڑی علاقہ دیا گیا۔
- عیسیٰ / عیسیٰ زئی / ایسوزئی کو علاقہ جندول اور برول دیا گیا۔ عیسیٰ زئی کے چھ بیٹے تھے۔

چار بیٹوں مست خیل، موسیٰ خیل، شاخیل اور علی بیخیل یا علی بیگ خیل میں جندول کا علاقہ تقسیم ہوا۔ باقی دو بیٹوں مندے زئی اور سین زئی کو جندول سے باہر سلارزو میں حصّہ دیا گیا۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ جب بابر نے (تزک بابری کے مطابق 915ھ / 1509ء جبکہ بعض مؤرخین کے مطابق 1518ء یا 1519ء کو) باجوڑ پر حملہ کیا اور تین ہزار گبریوں کو قتل کر کے گبری سلطان کے قلعے پر قبضہ کر لیا۔ یہ ایسا وقت تھا کہ ترکلانڑی قبیلے کے مختلف مقامات پر ہر گاؤں میں ایک ایک خان ہوتا تھا لیکن مرکزی سطح پر یہ قبیلہ حکمران سے محروم تھا اور ترکلانڑی قبیلے کی مختلف شاخیں حکمران بننے کے لئے کوشاں تھیں۔ اسی کوشش میں ترکلانڑی قوم کی تین ذیلی شاخیں مرکزی خانی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئیں۔

- ❖ بہادر شاہ خیل (ترکلانڑی) میدان میں مرکزی خان کی حیثیت سے کامیاب ہو گئے۔
- ❖ ابراہیم خیل ناوگئی کے خان بن گئے۔

Scanned with CamScanner

❖ 1744ء میں مست علی خان(ترکلانڑی) جندول کی خانی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے اور اس طرح جندول میں مست خیل قوم کے اقتدار کی ابتداء ہوئی۔

2.1 مست علی خان بابا کی حکمرانی:

صدبر کلی کے نزدیک بزرگوں کا ایک جرگہ منعقد ہوا جس میں انہوں نے مست علی خان کے ہاتھ پر بیعت کر کے اُن کو جندول کی حکمرانی سونپ دی اور عرب (مغل) قبیلے کے مذہبی رہنما احمد تیموری نے انہیں تاج پہنایا۔اس کے بدلے مست علی خان نے احمد شاہ تیموری کو جندول کے مختلف دیہات جیسے مسکینی، بیرو، مزین بانڈہ اور دامتل میں سیرئی دے دیئے۔

مست علی خان بابا کا شجرہ نسب کچھ اس طرح ہے:

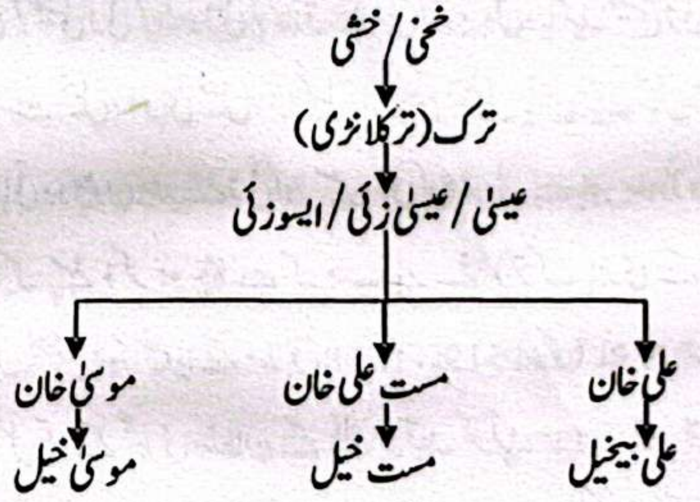

1:۔ مست علی خان: سورہ غونڈئ کے گاؤں گینگئی میں پیدا ہوئے تھے۔وہ صاحبِ علم تھے اور ایک بڑے درخت کے نیچے بیٹھ کر دوسروں کو بھی مذہبی تعلیم دیا کرتے تھے۔مذہبی تعلیم اور عدالتی فیصلوں کے لئے دور دراز سے لوگ اُن کے پاس آتے تھے۔ایسے لوگوں کے کھانے کے لئے بڑے لنگر کا اہتمام کیا گیا تھا۔اُس نے اپنے علم و فراست سے اپنے علاقے کو امن اور خوشحالی کی طرف گامزن کیا اور جندول میں مست خیل اقتدار کی بنیاد رکھ دی۔ 1755ء کو وہ اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔اُن کا مزار صدبر کلی کے قریب جندول

Scanned with CamScanner

قندھاری میں واقع ہے۔ڈی۔ سی۔ آر 635 کے مطابق:

"مست علی خان کے چار بیٹے تھے۔

(1) ایوب خان (2) سعد اللہ خان (3) شاہ نور (4) اعظم خان

مست علی خان نے اپنی زندگی میں ہی اپنے بیٹوں میں جائیداد تقسیم کی تھی۔ اعظم خان لاولد تھے۔ شاہ نور کو تنگی قندھاری جندول میں حصہ دیا گیا۔ سعد اللہ خان کو سورہ غونڈئی بمع شاملات دیئے گئے تھے اور باقی جائیداد ایوب خان کے حصے میں آئی تھی۔ ایوب خان کا ایک بیٹا تھا حیات خان۔ حیات خان کے پانچ بیٹے تھے۔

(1) عبد الغفار خان (2) فیض طلب خان (3) سعادت خان (4) شاہ نظر خان (5) فیروز خان

فیروز خان کو جان بھٹئی کا علاقہ دیا گیا۔ سعادت خان کو شینہ کا علاقہ دیا گیا۔ شاہ نظر خان کو دامتل میں جائیداد دی گئی۔ عبد الغفار خان اور فیض طلب خان کو جندول کا علاقہ دیا گیا۔ اور اس علاقے پر نواب شاہ جہان نے قبضہ کر لیا۔ اس وجہ سے عبد الغفار خان اور فیض طلب خان کے ورثاء نے ملاکنڈ ایجنسی میں پناہ لی۔

2.2 مست علی خان بابا کے ورثاء کی حکمرانی:

2:۔ سعد اللہ خان 1755ء تا 1757ء: مست علی خان کے بعد ان کے بیٹے سعد اللہ خان جندول کا نظم و نسق چلانے کے لئے خان بن گئے۔

3:۔ ایوب خان 1757ء تا 1790ء: سعد اللہ کی وفات کے بعد ان کے بھائی ایوب خان نے جندول کا اقتدار خان کی حیثیت سے سنبھالا۔ ایوب خان قندھاری (جندول) گاؤں سے باڑوہ (ثمر باغ) منتقل ہو گیا۔ 33 سال تک وہ اقوام جندول کی دینی و دنیاوی خدمت کرتا رہا اور باقاعدہ حکمرانی کے لئے اس نے پہلی مرتبہ لشکری قوت بھی تشکیل دی۔

4:۔ حیات اللہ خان 1790ء تا 1820ء: ایوب خان کی وفات کے بعد ان کا بیٹا حیات اللہ خان

Scanned with CamScanner

جندول کا خان بن گیا اور جندول کو امن کا گہوارہ بنایا۔ انہوں نے جندول اپنے بیٹوں میں تقسیم کیا۔ سلیمان شاہد کی کتاب گمنام ریاست کے مطابق یہ تقسیم اس طرح کی گئی۔

- بڑے بیٹے عبد الغفار خان کو جندول بالا کے علاقے دیے۔
- فیض طلب خان کو جندول پائین۔
- فیروز خان کو جان بھٹئی اور براول۔
- شاہ نظر خان کو میدان، دامتل اور دیگر علاقوں کی خانیاں دیں۔
- سعادت خان کو شینہ کا علاقہ دیا گیا۔
- اور اپنی آخری عمر میں اپنے بڑے بیٹے عبد الغفار کو جندول کی خانی حوالہ کی۔

5:۔ عبد الغفار خان 1820ء تا 1850ء: سلیمان شاہد اپنی کتاب گمنام ریاست میں اس کے مطابق یوں لکھتے ہیں کہ عبد الغفار خان والد کی وفات کے بعد جندول کے خان بنے۔ جو دیر کے غزن خان کے ہم عصر تھے۔ غزن خان نے اپنے سپہ سالار بیٹے رحمت اللہ خان کا رشتہ عبد الغفار خان کی بیٹی سے کیا تھا۔ عبد الغفار کی خانی کے دوران اس کا چھوٹا بھائی فیض طلب خان اُن کا سپہ سالار تھا۔ رمزے اور میک مہن فیض طلب خان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"جب 1841ء میں پہلی اینگلو افغان جنگ چھڑ گئی تو 1842ء میں فیض طلب خان کی سربراہی میں باجوڑ کا لشکر ہمارے خلاف جلال آباد پہنچ گیا۔"

6:۔ فیض طلب خان 1850ء تا 1872ء: فیض طلب خان نے اپنے بڑے بھائی عبد الغفار خان کی وفات کے بعد اپنے بھتیجے ولی عہد امانت خان سے اقتدار چھین لیا اور جندول کے خان بن گئے۔ فیض طلب خان فلاحی کاموں کے ساتھ ساتھ انگریزوں کے خلاف جنگ میں بھی حصہ لیتے تھے۔ 1842ء میں انگریزوں کے خلاف جلال آباد میں لڑے اور 1863ء جنگِ امبیلہ (بونیر) میں لشکرِ باجوڑ کی سربراہی کرتے ہوئے وہاں بھی کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔ خان روشن خان تواریخ حافظ رحمت خانی کے حاشیے میں 1863ء کی امبیلہ بونیر کی

Scanned with CamScanner

جنگ میں فیض طلب خان کے زیر کمان باجوڑ کے دستے کی روداد کچھ یوں بیان کرتے ہیں کہ:

"24 اور 25 اکتوبر 1863ء کو پھر شدید جنگ ہوئی۔ انگریز اپنی چوکیاں مضبوط اور مستحکم کرنے کی فکر میں تھے۔ اپنے کیمپ سے ایک میل کے فاصلے پر ایک مضبوط چوکی ایگل نیسٹ کے نام سے پہاڑ پر قائم کی۔ 28 اور 29 اکتوبر کی درمیانی شب کو مجاہدین نے مذکورہ چوکی پر حملہ کیا جس سے انگریز کے پاؤں اکھڑ گئے اور ان کے 29 سپاہی مارے گئے اور 92 زخمی ہوئے۔ 30 اکتوبر کی صبح مجاہدین نے چوکی پر قبضہ کر لیا۔ 12 نومبر کو اسی لشکر نے ایک دوسری چوکی پر حملہ کیا اور رات بھر لڑائی کے بعد 13 نومبر کو چوکی پر قبضہ کر لیا۔"

اس سے فیض طلب خان کی فوجی قوت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کتنی پُر جلال تھی۔ لطف الرحمٰن صاحب کے مقالے کے مطابق:

"فیض طلب خان دس ہزار کا لشکر اور دو ہزار گھڑ سواروں کا دستہ رکھتے تھے۔ انہوں نے میدان اور براول کو ریاست جندول میں شامل کیا۔ وہ 1872ء کے قریب باڑوہ (ثمر باغ) میں انتقال کر گئے۔ فیض طلب خان کی آخری عمر میں اُن کے بیٹے امیر محمد خان نے اپنے بھائی عباس خان کو قتل کیا۔ عباس خان کا بیٹا عبد المجید خان غازی عمرا خان کا سپہ سالار اور چچازاد بھائی تھا۔ اس قتل کی پاداش میں فیض طلب خان کے بیٹے امیر افضل خان، سیّد محمد خان، امیر محمد خان اور بھتیجے محی الدین خان جلاوطن کیے گئے۔"

7:۔ امیر محمد خان: فیض طلب خان کی وفات کے بعد ان کا بیٹا امیر محمد خان المعروف بہ ولی عہد جندول کا خان بن گیا لیکن کچھ عرصہ بعد امان خان نے اس کو جلاوطن کر کے میدان بھیج دیا اور امان خان جندول کے خان بن گئے۔

8:۔ امان خان 1872ء تا 1877ء: امان خان اپنے بھائی امیر محمد خان کو جلا وطن کر کے جندول کے خان بن گئے۔ والد کے برعکس اس میں حوصلے کی کمی تھی اس لئے عوام اس سے خوش نہیں تھے۔ چھ سال حکمرانی کے بعد وفات پا گئے۔ امان خان نے اپنی زندگی میں ہی اپنی

منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد تقسیم کرلی تھی۔ ان کی وفات کے بعد ان کے چھ بیٹوں محمد زمان خان، میر افضل خان، میر حسن خان، زین اللہ خان، غازی عمرا خان اور محمد شاہ خان میں اقتدار کی رسہ کشی شروع ہو گئی۔ یہ دیکھ کر امانت خان ولد عبد الغفار خان بھی اسی کوشش میں لگ گئے۔ یہاں سے مست خیل کے مابین نہ ختم ہونے والے اختلافات نے جنم لے لیا جو اِن کے اقتدار کے خاتمے تک جاری رہے۔ ان اختلافات کی وجہ سے جندول میں امن برائے نام رہ گیا تھا۔

9:۔ محمد زمان خان 1877ء: امان خان کی وفات کے بعد محمد زمان خان اقتدار حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ چونکہ وہ ایک شکی مزاج انسان تھا، اس لئے اس پر ہر وقت یہ خوف طاری رہتا تھا کہ کہیں بھائیوں کے ہاتھ اقتدار حاصل کرنے کی جنگ میں وہ قتل نہ ہو جائے۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر غازی عمرا خان اپنے آپ کو غیر مطمئن اور بے اعوان و انصار محسوس کرنے لگے اور وہ چھوٹے بھائی محمد شاہ کے ہمراہ جندول سے چلے گئے۔ محمد زمان خان کی خانی میں جندول کے حالات خراب سے خراب تر ہو گئے۔ حکمران خاندان مست خیل آپس میں دست و گریباں تھا اور جندول میں امن صرف نام کی چیز رہ گئی تھی۔ مست خیل قوم کو اب ایک ایسے باشعور، باصلاحیت اور دیانتدار رہنما کی ضرورت تھی جو نہ صرف اس قوم کی مسائل کے حل میں ہمیشہ مستعد و سرگرم رہے بلکہ معاشرے کی خوشحالی امن اور ترقی میں بھی کلیدی کردار ادا کرے۔ اور اس قوم کو منظم کر سکے۔

Scanned with CamScanner

باب سوم

غازی عمرا خان کی ابتدائی زندگی اور اقتدار پر قبضہ

محمد زمان خان کے دور میں جس طرح کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ حکمران خاندان مست خیل آپس میں مشت و گریباں تھا۔ ہر طرف بدامنی پھیلی ہوئی تھی۔ اس بدامنی کو دیکھتے ہوئے افغان حکومت نے اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے قصد کیا اور افغان فوجی جرنیل غلام حیدر خان کو حکم دیا گیا کہ وہ حکمران قبیلہ مست خیل کے زیر تصرف علاقے کو اپنے قبضے میں لا کر عبد الغفار خان اور فیض طلب خان کے ورثاء کی جائیداد کو اپنے تصرف میں لائے۔ اسی حکم کی تعمیل کے لئے افغان جرنیل غلام حیدر خان جندول کی سرحد پر موجود تھا۔ ان حالات کے پیشِ نظر مست خیل قبیلہ کے ساتھ ساتھ جندول کے دیگر قبائل بھی غازی عمرا خان کی طرف دیکھنے لگے۔ اسی موڑ پر حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے غازی عمرا خان نے اپنے موروثی خانی پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ جندول کے عمائدین کے حوالے سے اس میں مشوانیوں اور مسکینی کے پائنخیل نے ان کی بھرپور مدد کی اور اسی طرح وہ اپنے بڑے بھائی محمد زمان خان کی جگہ جندول کے خان بن گئے۔ رمزے اور میکمہن کے مطابق:

"اس وقت غازی عمرا خان کی عمر 23 سال تھی اور انہوں نے اقتدار پر قبضہ 1877ء میں کر لیا تھا۔"

جبکہ بعض محققین کے مطابق:

"اس وقت غازی عمرا خان کی عمر 20 سال تھی اور انہوں نے اقتدار پر قبضہ 1880ء یا

1881ء میں کیا تھا۔"

کچھ مورخین کے نزدیک "اُن کی تاریخ پیدائش 1860ء ہے۔"

لیکن تاریخی حقائق کی رو سے دیکھا جائے تو اُن کی تاریخ پیدائش 1855ء بنتی ہے۔ اس لئے کہ وہ بہت چھوٹی عمر میں دادا فیض طلب خان کے ہمراہ 1863ء کے امبیلہ غزا میں شرکت کے لئے چلے گئے تھے۔ اگر تاریخ پیدائش 1860ء مان لی جائے تو اس حساب سے ان کی عمر جنگِ امبیلہ میں 3 سال بنتی ہے جو کہ غزا میں جانے کی عمر نہیں لیکن اگر 1855ء کی رو سے دیکھا جائے تو پھر اُن کی عمر قریباً 8 سال بنتی ہے۔ جندول اور باجوڑ کے بعض عمائدین کے مطابق اسی غزا میں شرکت کی وجہ سے سوات کے عبدالغفور عرف سیدو بابا نے اُن کو "چھوٹے غازی" کا خطاب دیا تھا۔ رمزے اور میکہن کے مطابق:

"غازی عمراخان نے 1877ء میں خانی سنبھالی اور اس وقت ان کی عمر 23 سال تھی جس سے ان کی تاریخ پیدائش 1855ء ہی بنتی ہے۔"

غازی عمراخان سورہ غونڈئی کے گاؤں گینگی (جندول) میں امان خان کے گھر پیدا ہوئے۔ اپنے چھ بھائیوں میں پانچویں نمبر پر تھے۔ انہوں نے فارسی کی تعلیم گھر پر قاضی عبدالجلیل سے اور قرآن شریف کی تعلیم جناب عبدالحنان سے حاصل کی۔ 1877ء میں والد امان اللہ خان کی وفات کے بعد ان کے بڑے بھائی محمد زمان خان نے اپنی وراثتی خانی سنبھالی۔ بڑے بھائی محمد زمان خان اپنے شکی مزاج کی وجہ سے اپنے چھوٹے بھائی محمد شاہ کو لے کر کچھ وقت اتمان خیل میں گزارنے کے بعد سوات چلے گئے اور مختلف علاقوں جیسے اتمان خیل میں تور لالی کے ساتھ وقت گزارا اور بچی گرام میں غلام محمد کے ساتھ بھی کچھ وقت گزارا۔ وہاں سے ملاکنڈ کے گاؤں الہ ڈھنڈ آکر سید اکبر شاہ کے ساتھ حج کے لئے گئے۔ انہوں نے دو حج کئے تھے۔ ایک 1880ء میں اور دوسرا 1896ء میں براستہ کوئٹہ بمبئی ادا کیا۔ پہلے حج کے دوران وہاں ان کی ملاقات مولانا محمود الحسن اور مولانا رشید احمد گنگوہی سے

Scanned with CamScanner

ہوئی۔ انہوں نے غازی عمراخان کو یہ ذمہ داری دے دی تھی کہ حج سے واپسی پر وہ جندول جاکر یوسفزئی اور ترکلانڑیوں کا لشکر تیار کریں گے اور انگریزوں کے خلاف جنگ لڑیں گے۔ جونہی وہ پہلے حج سے واپس ہوئے تو جندول کے حالات بد سے بدتر ہوگئے تھے جس کی بناء پر غازی عمراخان نے بڑے بھائی کی جگہ اقتدار سنبھالا۔ ان دنوں انگریزوں کے خلاف آزادی کی تحریکیں زوروں پر تھیں اور غازی عمراخان کو انگریز دشمنی دادا فیض طلب خان سے ورثے میں ملی تھی۔

غازی عمراخان کے تیسرے بھائی میر حسن خان جو منڈہ کے خان تھے، اپنے آپ کو غازی عمراخان کی وجہ سے غیر محفوظ محسوس کرتے تھے۔ اس لئے اس نے دیر کے رحمت اللہ خان سے غازی عمراخان کے خلاف مدد طلب کی۔ ناوگئی خان برائے نام غازی عمراخان کی طرفداری کر رہا تھا لیکن پس پردہ دوسرے فریق کے ساتھ مل گیا تھا۔ دونوں لشکروں کا معیار کے قریب بیدو نئی میں آمنا سامنا ہوا جس میں غازی عمراخان شکست کھاکر چینگئی کی طرف پسپا ہوگئے۔

1878ء میں ایک طرف غازی عمراخان کے تین بھائی تور کے میر افضل خان عرف گل، منڈہ کے میر حسن اور دامتل کے زین اللہ جن کی طرفداری دیر کے رحمت اللہ خان، ناوگئی خان اور اسمار خان کر رہے تھے، کا مشترکہ لشکر اور دوسری طرف غازی عمراخان کا لشکر جس نے خار کے دلارم خان سے مدد مانگ لی تھی۔ دونوں لشکر صفدر کلی کے قریب مقابل ہوئے۔ جس میں غازی عمراخان نے فتح حاصل کی اور دیر اور ناوگئی کے خانوں کو جندول سے باہر نکال دیا۔ پھر مسکینی کے قریب اسمار خان پر حملہ کر کے انہیں شکست دینے کے بعد جندول سے نکال باہر کیا۔ اس کے بعد انہوں نے دلارم خان کو بھی جندول سے بے دخل کر دیا۔ اس جنگ کے بعد غازی عمراخان اور ان کے تین بھائیوں کے درمیان غیر مشروط طور پر صلح ہوگئی۔ غازی عمراخان نے اپنے تینوں بھائیوں کو خانی کے لئے مختلف گاؤں دیئے اور

Scanned with CamScanner

بدلے میں اُن خانوں کے قلعے لئے جو ان تینوں کی طرفداری کر رہے تھے۔ صلح کے بعد انہوں نے اپنے بھائیوں کو کوئی سزا نہیں دی یعنی نہ قتل کیا اور نہ ہی علاقہ بدر۔ محمد شاہ خان کو دیر کی گورنری دی۔ جو اس نے خود چھوڑ دی۔ جس کے بعد اس عہدے کو عبدالغنی خان مست خیل کے حوالے کیا گیا لیکن کچھ عرصہ بعد محمد شاہ خان دوبارہ دیر کے خان بن گئے اور 1895ء تک دیر کے خان رہے اور جو خان مثلاً کامبٹ، سنگ پارہ اور دامتل اطاعت نہیں کر رہے تھے، ان کے قلعوں کو بزورِ شمشیر قبضہ کر کے ان قلعوں کی خانی چھوٹے بھائی محمد شاہ خان کے حوالے کی۔اس طرح بھائیوں کے درمیان رسہ کشی اور مخاصمت ہمیشہ کے لئے دفن ہو گئی۔

اب وہ دادا فیض طلب خان کی تعمیر کردہ قلعوں کی طرف راغب ہوئے جو ان کے والد کے زمانے میں بدحالی کے شکار تھے۔ قلعوں کو بحال اور مضبوط کرنے کے ساتھ حفاظتی دستوں کا کام تیز کیا اور یوں سارے جندول کو قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔اپنی فوج کو مستحکم کرنے کے لئے اسلحے کی فراہمی اور ضروری قانون سازی پر کام شروع کیا۔ غازی عمرا خان نے باڑوہ (ثمرباغ) کو اپنا دارالخلافہ بنایا اور سارے جندول کو تحصیلوں میں تقسیم کر کے ہر ایک تحصیل کے لئے تحصیل دار مقرر کیا۔

جندول باجوڑ کی تیسری بڑی خانی تھی۔1887ء کی نارتھ ویسٹ فرنٹیر رپورٹ جو لیفٹیننٹ کرنل ای۔لی ہومز نے لکھی ہے، کے مطابق غازی عمرا خان اپنے آپ کو مست خیل کہتے تھے۔جندول کا رقبہ 144 مربع میل ہے اور 1887ء میں جب غازی عمرا خان اس کے خان تھے تو اس کی کل آبادی 15 ہزار تھی۔غازی عمرا خان کے لشکر کی تعداد تین ہزار تھی جس میں 250 گھڑ سواروں کا دستہ بھی شامل تھا۔ ایک رپورٹ کے مطابق جندول میں رہنے والوں کی آبادی کچھ یوں تھی۔

1. مست خیل کے کل گھرانے چھ سو سات اور آبادی تین ہزار پینتیس تھی۔

Scanned with CamScanner

2. علی بیخیل کے کل گھرانے دو سو اکتالیس اور آبادی بارہ سو پانچ افراد پر مشتمل تھی۔
3. موسیٰ خیل کے کل گھرانے دو سو اڑتالیس (248) اور آبادی بارہ سو چالیس تھی۔
4. شیخ خیل کے کل گھرانے دو سو اسی اور آبادی چودہ سو تھی۔
5. مشوانی کے کل گھرانے پانچ سو پچاسی اور آبادی دو ہزار نو سو پچیس تھی۔
6. سید کے کل گھرانے تین سو اٹھاون اور آبادی سترہ سو نوے تھی۔
7. اخونزادگان کے کل گھرانے ایک سو ایک اور آبادی پانچ سو پانچ تھی۔
8. میاں، ملا اور صاحبزادہ کے کل گھرانے تین سو چھبیس اور آبادی سولہ سو تیس تھی۔
9. مایار کے کل گھرانے پندرہ سو اور آبادی سات ہزار پانچ سو تھی۔
10. میاں کلی کے کل گھرانے ایک ہزار اور آبادی پانچ ہزار وغیرہ تقریباً متفرق گھرانے دو ہزار چھ سو اڑسٹھ اور آبادی تیرہ ہزار ایک سو نوے تھی۔
11. اسی طرح جندول کے کل گھرانے پانچ ہزار تین سو چوراسی اور آبادی چھبیس ہزار نو سو بیس تھی۔

واضح رہے کہ مست خیل ترکلانڑیوں کی چھوٹی شاخ ہے اور اس وقت ترکلانڑیوں کی مجموعی آبادی تقریباً باجوڑ کے تمام علاقوں میں ایک لاکھ پینتالیس ہزار تھی اور ان کے ساتھ پچاس ہزار دوسری اقوام بھی رہتی تھیں جبکہ ان دنوں دیر میں ملیزئی (یوسفزئی) کی آبادی کچھ یوں تھی۔

I. پائندہ خیل تقریباً ایک لاکھ۔
II. سلطان خیل تقریباً ساٹھ ہزار۔
III. نصر الدین خیل تقریباً چالیس ہزار۔
IV. ادسیٰ خیل تقریباً ساٹھ ہزار۔
V. کوہستانی تقریباً پچاس ہزار۔

Scanned with CamScanner

VI. دیگر اقوام مثلاً گجر، اتمان خیل، دلہ زاک، وغیرہ تقریباً پچاس ہزار۔

جندول میں میاں کلی جس کی آبادی پندرہ سو تھی، بڑا تجارتی مرکز تھا۔ اس سے تجارتی قافلے پشاور، ہندوستان، بدخشاں اور افغانستان جاتے تھے۔ دوسرا تجارتی مرکز جندول میں معیار تھا جس کی آبادی ایک ہزار تھی۔ ان دونوں گاؤں سے بدخشاں، بخارا، مشرقی افغانستان اور شمال مشرقی علاقوں تک تجارت کی جاتی تھی۔ ان میں ہر چیز جوتے، کپڑے، سونے وغیری یہاں تک کہ کافرستان سے خواتین غلام لا کر کوہ ہندوکش کی اس طرف فروخت کی جاتی تھیں جس وجہ سے یہ دونوں گاؤں بہت مالدار تھے۔

اس تجارت سے غازی عمرا خان کو سالانہ ایک لاکھ روپے آمدنی ملتی تھی۔(ایک معتبر ذریعے کے مطابق 1895ء تک سونے کی ایک تولے کی قیمت دو روپے پچاس پیسے تھی)۔ گندم کا نرخ دو من کی قیمت ایک روپیہ تھی۔ لی میٹفورڈ بندوق کی قیمت تین سے پانچ روپے تک تھی۔ جبکہ مارٹینی بندوق کی قیمت 2.5 روپے اور سنائیڈر کی قیمت بھی 2.5 روپے تھی۔ جندول کی زرعی پیداوار ریاست سوات اور اسمار کی مجموعی پیداوار کے برابر تھی بلکہ یہاں جو ٹیکس ریاست جندول میں جمع ہوتا تھا، وہ نادوگئی کے برابر تھا۔ اس لئے غازی عمرا خان کی سالانہ آمدنی صرف جندول سے ایک لاکھ روپے تھی۔

3.1 امیر کابل عبدالرحمٰن خان کی غازی عمرا خان کے خلاف جوڑ توڑ:

ان دنوں امیر کابل عبدالرحمٰن خان سوات، باجوڑ اور دیر کو افغانستان میں شامل کرنے کے متمنّی تھے لیکن غازی عمرا خان کو اپنے راستے کا کانٹا سمجھتے ہوئے ہر وقت ان کے لئے مشکلات پیدا کرتے تھے۔ اس کا اظہار امیر کابل عبدالرحمٰن خان اپنے قلم سے عطاالله خان کی کتاب "دپختنو تاریخ" کے صفحہ 1101 اور 1102 میں یوں کرتے ہیں کہ:

"جس طریقے سے بھی ہوں میں یہ تین پریشانیوں اور بغاوتوں کا خاتمہ کرنا چاہتا ہوں:

1:۔ ہزارہ جہاں عام بغاوت کا خطرہ بہت زیادہ ہے۔

Scanned with CamScanner

2:۔ حکومت ہند لارڈ رابرٹ کی سرکردگی میں ایک مشن ایک مضبوط فوجی دستے کے ساتھ بھیجنا چاہتی ہے۔ اگر ایسا ہوا تو افغان ضرور یہ خیال کریں گے کہ عبدالرحمٰن خود باغیوں کا بندوبست نہیں کر سکتا اس لئے انگریز پشتونوں کی قوم پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔

3:۔ تیسری طرف میمنہ میں بھی فساد پھیلنے کا خطرہ ہے کہ عمرا خان باجوڑ میں جلال آباد کے فوجیوں کے خلاف حملے کی تیاری کر رہا ہے۔ یہ میری پریشانی کا باعث ہے اور حکومت ہند نہیں چاہتی کہ میں اُن کو سزا دوں۔"

امیر افغانستان عبدالرحمٰن خان نے غازی عمرا خان کی راہ میں روڑے اٹکانے کے لئے جاسوس بھیجے جس میں مشہور "ابو بکر عرف مکرانی ملّا" تھا جو غازی عمرا خان کے خلاف ہر وقت بے پر کی اڑاتا رہتا یعنی دروغ گوئی کرتا کہ غازی عمرا خان کی حکومت شرعی نہیں ہے۔ حصولِ مقصد کے لئے اس نے ناوگئی خان اور پشت خان کو ساتھ ملا کر غازی عمرا خان کے لشکر پر حملہ کیا مگر غازی عمرا خان کی فوج سے شکست کھا گیا۔ اس کے بعد مکرانی ملّا نے غازی عمرا خان کو زک پہنچانے کے لئے مناظرے کی دعوت دی۔ غازی عمرا خان مقررہ وقت پر مقررہ جگہ پہنچ گئے لیکن مکرانی ڈر کے مارے نہیں آیا اور افغانستان بھاگ گیا۔ ایک اور جاسوس صاحبزادہ محمد سید جان بھی تھا جو غازی عمرا خان کے سرکاری و ذاتی خطوط کا کاتب تھا۔ وہ امیر کابل کو غازی عمرا خان کے خطوط پہنچاتا تھا جس کے بدلے ان سے تنخواہ وصول کرتا تھا اور دوسری طرف غازی عمرا خان سے بھی مراعات وصول کرتا تھا۔ غازی عمرا خان امیر کابل عبدالرحمٰن خان کو جندول پر ممکنہ حملے سے روکنے کے لئے ایک اتحادی کی ضرورت محسوس کر رہے تھے۔ اس مقصد کے لئے انھوں نے 1890ء کو اپنے مشیر حاجی آباد کے صاحبزادے کی سربراہی میں ایک وفد کمشنر پشاور کے پاس بھیجا۔ جنہوں نے غازی عمرا خان کا پیغام پہنچایا کہ وہ افغانستان کی طرف سے غازی عمرا خان کی خانی پر حملے کی صورت میں غازی عمرا خان کی مدد کرے گا۔

Scanned with CamScanner

اس اقدام کا برطانوی حکومت نے گرمجوشی سے خیر مقدم کرتے ہوئے امیر کابل عبدالرحمٰن خان کو سختی سے منع کیا کہ وہ جندول، باجوڑ اور دیر میں مداخلت نہ کریں اور یہ یقین دہانی بھی کرادی کہ وہ امیر کو کبھی بھی غازی عمراخان کی حدود میں مداخلت کی اجازت نہیں دیں گے۔ اس کے ساتھ حکومتِ برطانیہ نے جندول کی حکومت بھی تسلیم کرلی۔

جانبین اپنے اپنے مفادات کی غرض سے ایک دوسرے کے اتحادی بن گئے۔ غازی عمراخان کو برطانوی اسلحے کی ضرورت پیش آگئی اور انہیں پشاور سے اسلحہ خریدنے کی اجازت بھی مل گئی۔ انگریزوں کو پشاور سے براستہ دیر چترال تک ڈاک کا نظام شروع کرنے میں دلچسپی تھی۔ جس پر فریقین نے متفق ہوکر اپریل 1892ء سے چترال تک ڈاک کا نظام شروع کیا اور اس کی حفاظت کے لئے چکدرہ سے لواری ٹاپ تک نو چیک پوسٹ تعمیر کئے گئے۔

یہ سروس کامیابی کے ساتھ جنوری 1895ء تک جاری رہی۔ اس دوستی کے نتیجے میں جندول اور دہلی کے مابین تجارت کو فروغ حاصل ہوا اور یوں ہند سے تجارتی قافلے براستہ ملاکنڈ شاہ کوٹ مورہ کے معیار اور میاں کلی سے ہوکر افغانستان، بلخ، بخارا اور ترکمانستان تک جاتے تھے۔ جندول میں معیار اور میاں کلی ان دنوں مشہور تجارتی مراکز تھے۔

3.2 غازی عمراخان کی فوج اور ان کا اسلحہ:

فاؤلر کی ڈائری کے مطابق جو فاؤلر نے 1895ء کو جنگ میں اپنی گرفتاری کے دوران لکھی:

"غازی عمراخان نے اپنی فوجی قوت کو بھی منظم کرنے کی کوشش شروع کی اور مستقل تنخواہ دار فوج تشکیل دے دی جن میں افواج برطانیہ کے مختلف رجمنٹ کے تربیت یافتہ فوجی بھی شامل تھے جو یا تو افواج برطانیہ سے پنشن پر تھے یا بھگوڑے تھے۔ ان میں زیادہ تر وہ ان برطانوی ریجمنٹ میں رہ چکے تھے۔ 19، 20، 21، 26 پی۔ 1 (P-1)، 6 بی۔ 1، (B-1)،

40 پٹھان، 1، 2، 3، بلوچ، 26 بلوچستان رجمنٹ اور 8 بلوچ ون۔ ان میں بھی برطانوی فوج کی طرح کرنل، میجر، صوبیدار، حوالدار، صوبیدار میجر وغیرہ ہوتے تھے۔ ان کی تنخواہیں کم تھیں لیکن دیگر مراعات زیادہ تھیں۔ وہ ٹیکسوں سے مبرا تھے اور گزر بسر کے لئے ان کو زمینیں دی جاتی تھیں۔ کرنل کی ماہانہ تنخواہ 15 کابلی روپے، میجر کی 12 کابلی روپے، صوبیدار حوالدار وغیرہ کو ماہانہ 10 کابلی روپے اور عام سپاہی کی تنخواہ 7 کابلی روپے تھی۔"

انگریز فوج میں رہنے والے ان فوجیوں کی تعداد دو ہزار ایک سو تھی جس سے غازی عمرا خان نے سات سو آدمیوں پر مشتمل تین رجمنٹ بنائے تھے۔ اس کے علاوہ ان کی رعیت میں ہر وہ مرد فرد فوجی تھا جو بندوق و اسلحہ اٹھا سکتا تھا۔ فوج کو مزید منظم کرنے کے لئے اس نے زیادہ تعداد میں اسلحہ اور کارتوس خریدا اور اپنی فوج کو پیتے، دومبالہ پور، اور یو بندی بندوق سے لیس کیا۔ غازی عمرا خان نے اپنے نوکروں کو زمینیں دی تھیں جن پر وہ اپنے لئے کاشت کرتے تھے اور جنگ کی صورت میں ان کے گھر کا ایک بندہ اپنے اسلحے کے ساتھ جنگ میں شریک ہوتا تھا۔

3.3 غازی عمرا خان کی مذہب پسندی:

اسد اللہ خان متین کے مطابق:

" غازی عمرا خان ایک مذہبی آدمی تھے۔ حافظِ قرآن تھے اور لمبی لمبی نمازیں پڑھتے تھے۔ ریاست میں شرعی نظام رائج تھا۔ فیصلے شریعت کے مطابق ہوتے تھے لیکن اس کے باوجود ان کی ریاست میں اقلیتوں کو جملہ حقوق حاصل تھے۔ تمام غیر مسلم میاں کلی اور معیار سے گزر کر آزادانہ طور پر ان علاقوں میں رہائش پذیر تھے اور آزادی سے اپنے کاروبار اور تجارت کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ غازی عمرا خان کا وزیر اعظم، مشیر مال ایک ہندو تھا جو اس کا سب سے با اعتماد وزیر تھا۔"

جندول میں خواتین بہت کم پردہ کرتی تھیں۔ مردوں سے آزادانہ طور پر باتیں اور

طنز و مزاح کیا کرتی تھیں لیکن کسی میں بھی ان پر شک یا بدگمانی کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ خواتین زیور بہت کم پہنتی تھیں کیونکہ رواج نہیں تھا، البتہ وہ آنکھوں میں سرمہ، ہاتھوں اور پاؤں پر مہندی اور ناخنوں پر نک پالش لگاتی تھیں اور یہ ان کا سب سے بڑا بناؤ سنگار ہوتا تھا۔

غازی عمرا خان جہاں کہیں بھی ضرورت کے لئے قلعے سے باہر نکلتے یا شکار کے لئے باڑوہ کے قریبی پہاڑ پر جاتے، اکثر اپنے مہمان بھی ساتھ لے جاتے۔ ایڈورڈ اور فاولر اگرچہ جنگی قیدی تھے اور انگریزوں کے ساتھ ان کی مختلف محاذوں پر جھڑپیں جاری تھیں، پھر بھی ان کو دو مرتبہ نزدیکی پہاڑ پر بازوں کے شکار کے لئے اپنے ساتھ لے گئے تھے جس کے ذریعے وہ بٹیروں کا شکار کرتے تھے۔

3.4 غازی عمرا خان کی شخصیت:

جب قلعے سے باہر خواتین غازی عمرا خان کو دیکھتیں تو ان کو مزاح مزاح میں بے تکلفی کے ساتھ اپنا مدعا بیان کرتی تھیں اور غازی عمرا خان ان کے مسائل غور سے سننے کے بعد حل کرتے۔ ہر کوئی آزادانہ طور پر بلا روک ٹوک ان سے مل سکتا تھا، چاہے مرد ہو یا عورت اور اپنا مدعا بھی بیان کر سکتا تھا۔ فاؤلر کے مطابق:

" غازی عمرا خان کو لوگ بڑا خان (big khan) کہتے تھے۔"

ان میں تکبر بھی نہیں تھا کہ لوگوں کو دکھاتے کہ وہ ایک خان ہے بلکہ لوگوں سے ایک عام آدمی کی طرح برتاؤ کرتے تھے۔ وہ واحد خان تھے جن کے پاس اسلحہ نہیں ہوتا تھا۔ اگرچہ ان دنوں عام لوگوں کے ساتھ بھی اسلحہ ہوتا جو کہ ان کا زیور سمجھا جاتا تھا۔ مردوں کے ساتھ لوڈ بندوقیں ہوتی تھیں لیکن غازی عمرا خان کے ساتھ کبھی بھی 16 اور 17 اپریل 1895ء کے علاوہ کسی نے اس کے ہاتھ میں اسلحہ نہیں دیکھا تھا۔ رابرٹسن کے مطابق:

"غازی عمرا خان تقریباً سات فٹ لمبا آدمی تھا۔ وہ ایک مضبوط، قوی اور چوڑے سینے

کے مالک تھے۔ان کے کندھے باہر کو نکلے ہوئے تھے۔دوسرے پٹھانوں کی طرح وہ ہمیشہ ٹنڈ کراتے تھے۔ان کا چہرہ لمبوترااور دبلا پتلا تھا۔ان کی ناک لمبی اور بڑی تھی۔منہ خوبصورت اور مضبوط تھا۔"

ان کے کپڑے ہمیشہ زمانے اور فیشن کے مطابق سلے ہوئے ہوتے تھے لیکن وہ اپنے بھائی محمد شاہ خان کی طرح کپڑے نہیں پہنتے تھے جو کہ زرق برق لڑکوں کی طرح کپڑے پہنتا تھا اور اونچے روسی بوٹ پہنتا تھا۔ سر پر تھیلی دار ٹوپی ہوتی تھی اور اس میں رومال لگا ہوتا۔یہ دیر کے خان تھے اور اسی نام سے مشہور تھے۔محمد شاہ خان کے پاس دو بندوقیں تھیں۔ایک 20 بور کی اور دوسری 12 بور کی جبکہ غازی عمرا خان کے کپڑے سادہ مگر صاف ستھرے اور سر پر پگڑی ہوتی تھی۔

اسد اللہ خان متین اور عنایت اللہ خان متین کے حوالے سے:

"غازی عمرا خان کسی قسم کا نشہ نہیں کرتے تھے خواہ چلم ہو یا سگریٹ نسوار وغیرہ۔ غازی عمرا خان ہمیشہ چترالی پٹی سے بنی واسکٹ پہنتے تھے۔بالکل ایک عام آدمی کی طرح زندگی گزارتے تھے۔ وہ سیدھے سادے انسان تھے لیکن تحکمانہ انداز کے مالک تھے اور اپنے لوگوں پر ان کا زبردست اثر ورسوخ تھا۔"

فاولر کی ڈائری کے مطابق:

"غازی عمرا خان زبردست مذاکرات کار / سخن ساز (Negotiator/Table talker) تھے۔اپنے لوگوں پر ان کا ایسا اثر تھا کہ سب ان کی بات غور سے سنتے تھے۔نہ صرف اپنے لوگوں کے درمیان بلکہ باہر سے آنے والے وفود کے ساتھ ان کے مذاکرات اور بحث مباحثے بہت پر اثر ہوتے تھے۔"

غازی عمرا خان ہمیشہ غروبِ آفتاب کے بعد صاف کپڑے پہنتے تھے۔ کبھی بھی ایسا نہ ہوا کہ انہوں نے مغرب کی نماز صاف کپڑے پہن کر نہ پڑھی ہو۔وہ پشتو اور فارسی آسانی سے

Scanned with CamScanner

بول اور سمجھ سکتے تھے۔ جندول کو بہت سے حملہ آوروں سے محفوظ رکھنے اور ترقی کی راہ پر گامزن کرانے کی وجہ سے لوگ انہیں جندولی کے نام سے یاد کرتے تھے۔ انہوں نے مختلف علاقوں میں سکول کھول رکھے تھے جن میں اساتذہ ریاستی تنخواہ پر بچوں کو تعلیم دیا کرتے تھے۔ اس زمانے میں ان سکولوں میں ذریعہ تدریس فارسی زبان تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ جندول میں ان کے بدخواہ اور دشمن بھی تھے۔ خاص طور پر وہ لوگ جن کی زمینیں انہوں نے اپنے ان ملازموں کو دی تھیں جو جندول سے نہیں تھے۔

اسد اللہ خان متین (مرحوم) اور عزت گل (مرحوم) کے مطابق:

"ان کی چھ بیویاں تھیں جن میں چار بیک وقت زندہ تھیں اور ان میں سے ایک نواب دیر شریف خان کی بہن تھی۔ ان کے 10 بیٹے اور 9 بیٹیاں تھیں۔ ان کا مشغلہ و تفریح پہاڑوں میں گھومنا اور بازوں کا شکار کرنا تھا۔ وہ باز پالنے کے شائق تھے اس لئے انہوں نے خاص نسل کے باز چترال سے منگوائے تھے۔ لڑائی کے دوران وہ تندی اور تیزی کے ساتھ چلتے تھے۔"

3.5 غازی عمراخان کے کھانے کا انداز:

غازی عمراخان گھر اور باہر دونوں جگہ کفایت شعاری سے کام لیتے تھے۔ عیاش اور فضول خرچ بالکل نہیں تھے۔ کھانے میں ابلے ہوئے چاول اور اس کے ساتھ مرغی کا سالن ان کو مرغوب تھا۔ کھانا کھاتے وقت 15 سے لے کر 20 تک بندے ان کے ساتھ بیٹھتے تھے۔ غازی عمراخان کا ایک بڑا لکڑی کا خانک ہوتا تھا جو کمرے کے درمیان میں دو چارپائیوں کے اوپر رکھا جاتا تھا۔ اس لکڑی کے بڑے خانک میں ابلے ہوئے بغیر رنگ کے سفید چاول ہوتے تھے۔ خانک کے کناروں میں مختلف قسم کی اشیاء کے برتن جیسے دیسی گھی، مکھن، دہی اور دودھ سے بھرے برتن رکھے جاتے اور ایک ٹوکری میں بہت ساری روٹیاں اور کم از کم دو بڑے برتن جن میں ساگ اور گوشت کا شوربہ ہوتا، قریب رکھے جاتے۔

Scanned with CamScanner

پہلے ہاتھ دھوئے جاتے پھر اپنے پندرہ، بیس آدمیوں سمیت بیٹھ کر اپنے سامنے سے کھانا کھاتے۔ چاول کا نوالہ اپنی مرضی کے سالن میں ڈبو کر کھاتے۔ البتہ روٹی گوشت کے شوربے میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھاتے۔ دیسی گھی کے برتن سے اپنے ہاتھ سے اپنے سامنے چاول پر ڈال کر کھاتے۔ یہ رواج ابھی تک ہمارے معاشرے میں رائج تھا۔ اب آہستہ آہستہ ناپید ہو رہا ہے۔ کھانا کھانے کے بعد سب اٹھ کر ہاتھ دھوتے تھے۔ غازی عمرا خان برف اور شہد کا مرکب کھاتے جس کو عرفِ عام میں گرگیرے کہتے ہیں۔ سردی کے موسم میں جندول کے پہاڑوں پر برف عام ملتی تھی۔

"ایچ سی تھامسن اپنی کتاب "The chitral compaign 1895" میں غازی عمرا خان کو پختون نیپولین کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اور لکھتے ہیں کہ وہ ایک بہترین جرنیل، بہت زیادہ رحم دل اور مہمان نواز انسان تھے۔"

Scanned with CamScanner

باب چہارم

غازی عمرا خان کا طرزِ حکمرانی اور فتوحات

غازی عمرا خان ایک وسیع سوچ اور بلند نگاہ کے مالک تھے۔ ایک وسیع پختون سلطنت کا قیام ان کا خواب تھا جس کے لئے وہ دن رات کوششیں کرتے رہے۔ انہوں نے 144 مربع میل جندول کی خانی سے اقتدار شروع کیا تھا اور جس وقت ان سے اقتدار چھینا گیا، اس وقت ان کی سلطنت کا رقبہ تقریباً 30 ہزار مربع کلومیٹر تھا۔

وہ ملکی معاملات جمہوری انداز سے چلانے کے قائل تھے۔ ان کے ساتھ پشاور، نوشہرہ اور دوسرے بہت سے علاقوں کے لوگ جندول میں آباد تھے جو انگریزوں کے افسر رہ چکے تھے۔ ان دانشوروں کا ایک خود مختار مشاورتی کونسل تھا اور یہی مشاورتی کونسل ریاست کے بارے میں مختلف فیصلوں کا مجاز تھا۔ انہوں نے اپنی ریاست میں ایک جدید اور منظم نظام رائج کیا تھا۔ اپنی ریاست کو تحصیلداری، صوبیداری، جمالداری نظام میں تقسیم کر رکھا تھا۔ انہوں نے شرعی نظام، عشر اور اس کے ساتھ بیگار کا نظام بھی رائج کیا تھا۔ وہ فنِ تعمیر کے ماہر اور شوقین تھے۔ اپنے زیرِ نگین علاقوں میں ایسے قلعے تعمیر کئے تھے جو مضبوطی اور حسن کے لحاظ سے شاہکار تھے۔ فاولر کے مطابق ان کے ساتھ وہ ماہرین بھی تھے جو اسلحہ بناتے تھے۔

اس زمانے میں غازی عمرا خان واحد "خان" تھے جن کے ساتھ ایک گھڑ سوار دستہ بھی تھا جو نیزہ بازی میں اپنی مثال آپ تھا اور علاقائی جنگوں میں اہم کردار ادا کرتا تھا۔ فوجی

Scanned with CamScanner

لحاظ سے وہ اپنے ہمسایوں میں سب سے بہتر تھے۔ انہوں نے زور آزمائی کے لئے اب میدان کی تلاش میں دیر کا انتخاب کیا جس کی تین وجوہات تھیں۔

1:۔ سلیمان شاہد کی کتاب "گمنام ریاست" کے مطابق 1540ء جبکہ زیادہ معتبر روایت کے مطابق 1555۔1550 میں جب ترکلانڑی قوم کو باجوڑ کا علاقہ دیا گیا تو یوسفزئی (ملیزئی) قوم کے ساتھ ان کی حدود درہ براول میں انگوڑ وخوڑ، وادیٔ میدان میں ڈم کٹہ قبرستان اور جندول میں کوٹکی پائخیل (غوبانہ) تھیں لیکن قاسم خان نے 1816ء میں میدان اور براول کو جندول سے کاٹ کر ریاست دیر میں شامل کر دیا۔

2:۔ دوسری وجہ رحمت اللہ خان یعنی دیر خان تھے۔ دو سال پہلے اس نے غازی عمراخان کے بھائیوں کی مدد کرتے ہوئے غازی عمراخان کے خلاف دو لڑائیاں لڑی تھیں۔

3:۔ شریف خان جو اپنے والد رحمت اللہ خان (دیر خان) کے خلاف ہو گئے تھے، نے غازی عمراخان سے مدد مانگ لی جس پر غازی عمراخان نے لشکری قوت دینے کی حامی بھری۔ جب اس کی اطلاع غازی عمراخان کے چچازاد بھائی اور رحمت اللہ کے بہنوئی سید احمد خان مست خیل کو ملی تو انہوں نے سخت مخالفت کی جس پر غازی عمراخان نے انہیں قلعہ شاہی کی صوبیداری سے معزول کیا اور یہی وہ نکتہ تھا کہ سید احمد خان غازی عمراخان کے خلاف رحمت اللہ خان اور پھر شریف خان کا حامی رہا۔

4.1 ریاستِ دیر کے ساتھ پہلی لڑائی:

1882ء میں غازی عمراخان اور شریف خان نے عبدالجید کی سپہ سالاری میں رحمت اللہ خان کے علاقے میں قلعہ ملالہ، خزانہ اور دلئی کے قلعوں پر حملہ کیا اور ان پر قابض ہو گئے۔ بعض مورخین کے مطابق یہ 1879ء کا واقعہ ہے، کہ غازی عمراخان گوسم کے نیچے کے علاقے پر حملہ آور ہوئے۔ ان کے مقابلے کے لئے فہم جان اور رحمت اللہ خان کے دو بیٹے آگے بڑھے۔ دالئی کنڈاؤ کے نزدیک سخت لڑائی میں فہم جان اور دیر خان کے

Scanned with CamScanner

بیٹوں نے شکست کھائی۔ جندول اور پنجکوڑہ کا درمیانی علاقہ غازی عمرا خان کے قبضے میں آگیا۔ اس کے بعد غازی عمرا خان پہلی مرتبہ ایک طاقتور حکمران کی شکل میں منظرِ عام پر آگئے جس کا ثبوت یہ ہے کہ سوات کے میاں گل عبدالحنان باڑوہ آگئے اور غازی عمرا خان کے ساتھ رحمت اللہ خان کے خلاف اتحاد کیا جو کہ سوات کے کافی علاقوں پر قابض تھا۔

4.2 تالاش کی لڑائی:

1880ء جبکہ بعض کے نزدیک 1883ء میں سوات کے میاں گُل عبدالحنان نے ادینزئی کے مختلف علاقوں پر قبضہ کرتے ہوئے شوہ تک پہنچ گئے۔ جہاں دیروی لشکر نے ان کا راستہ روک کر محاصرہ شروع کیا۔ حالات کی نزاکت دیکھ کر میاں گُل عبدالحنان نے غازی عمرا خان سے مدد طلب کی۔ راتوں رات غازی عمرا خان لشکر سمیت جن میں اِن کے چچازاد بھائی عبدالغنی بھی شامل تھے، تالاش پہنچ گئے۔ رحمت اللہ خان اور غازی عمرا خان کے درمیان سخت جنگ چھڑ گئی۔ اس میں خود غازی عمرا خان زخمی ہو گئے اور عبدالغنی نے بڑی بہادری کے ساتھ ان کی جان بچائی۔ اگلے روز انہوں نے اپنے بچے کھچے لشکر کو جمع کیا اور جندول سے نئی کمک بھی پہنچ گئی۔ وہاں دیر کے لشکر پر حملہ کر کے انھیں شکست دے کر تالاش تک کے علاقے پر قابض ہو گئے۔

4.3 میدان پر حملہ:

جنگِ تالاش کے بعد غازی عمرا خان نے اپنی توجہ میدان پر مرکوز کی۔ جہاں سردار خان، رحمت اللہ خان کی طرف سے قلعے پر تعینات تھے۔ سردار خان کے بھائی شہزاد خان نے غازی عمرا خان سے سازباز کر کے انہیں میدان پر حملے کی دعوت دے دی۔ غازی عمرا خان قلعے پر حملہ کر کے قابض ہو گئے لیکن یہ قبضہ دیرپا ثابت نہ ہوا اور وہ باڑوہ واپس چلے آئے۔ پھر انھوں نے جان بھٹی کے راستے براول پر حملہ کیا لیکن وہاں بھی اُن کو پسپا ہونا پڑا۔

Scanned with CamScanner

اس کے بعد غازی عمراخان باڑوہ میں ہی رہے اور اپنی توجہ اپنے آدمیوں کی فوجی تربیت پر مرکوز کی۔ اُسی سال شریف خان نے غازی عمراخان سے مطالبہ کیا کہ وہ اس کو اس کے والد سے چھینے ہوئے علاقے (کوٹکی، خزانہ اور ولئی) واپس کر دیں جس پر غازی عمراخان نے شریف خان کو جندول سے نکال دیا۔

4.4 ملاکنڈ (دیر) کی لڑائی:

رمزے اور میکمہن کے مطابق 1881ء میں جبکہ دوسرے محققین کے مطابق 1883ء میں:

"کہنہ ٹیر (حاجی آباد) کے شہزادہ خان نے غازی عمراخان کو کہنہ ٹیر پر قبضہ کرنے کی دعوت دی۔ دیر کے رحمت اللہ خان نے سنتے ہی اپنے لشکر کے ساتھ پیش قدمی شروع کی۔ لیکن میاں گل اور غازی عمراخان کے مشترکہ لشکر نے اس پر شجادئی کے مقام پر حملہ کیا اور انہیں شکست دے دی۔ پھر دورائی کے مقام پر غازی عمراخان نے قلعہ بھی تعمیر کیا۔ جس پر کچھ عرصے بعد دیر کے لشکر نے قبضہ کر لیا اور جندولی لشکر کو کہنہ ٹیر تک پسپا کرنے پر مجبور کیا۔"

اب دوبارہ جنگی تیاریاں شروع ہوئیں۔ سوات کے میاں گل اور غازی عمراخان کا مشترکہ لشکر خیمہ گاؤں میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا جبکہ دیر کا آدھا لشکر شریف خان کی کمان میں اور آدھا لشکر رحمت اللہ خان کی سرکردگی میں شجادئی میں ٹھہرا ہوا تھا۔ جنگ شروع ہوئی۔ دیر خان نے مہتر چترال سے مدد طلب کی جبکہ غازی عمراخان نے ناوگئی خان سے کمک مانگی۔ غازی عمراخان نے اپنی پشت پر اتنا بڑا لشکر دیکھ کر دیر خان سے کہا کہ وہ بغیر جنگ کے پائیخیل کا علاقہ ان کے حوالے کر دے۔ دیر خان کے انکار پر ملاکنڈ (دیر) کے قریب موسم بہار میں لڑائی شروع ہوئی اور موسم خزاں تک غازی عمراخان نے صدو اور خونگی تک کے علاقے پر قبضہ کر لیا۔

Scanned with CamScanner

غازی عمراخان کی یہ بڑھتی ہوئی فتوحات اب میاں گل عبدالحنان سے مزید برداشت نہیں ہوسکتی تھیں، اس لئے اس نے غازی عمراخان سے ادینزئی کا علاقہ اپنی ریاست میں شامل ہونے کے لئے طلب کیا جس میں غازی عمراخان خود زخمی بھی ہوئے تھے اور انکار پر وہ دیر خان کے اتحادی بن گئے۔

4.5 ادینزئی پر حملہ:

1882ء میں جبکہ بعض روایات کے مطابق 1884ء میں سوات کے میاں گل عبدالحنان رحمت اللہ خان کے پاس گئے اور اس کے اتحادی بن گئے۔ میاں گل نے ادینزئی پر حملہ کرکے غازی عمراخان کے آدمیوں کو قتل کرکے قلعہ شوہ پر قبضہ کرلیا۔ غازی عمراخان فوراً تین سو گھڑ سوار دستے کے ساتھ صبح سویرے اپنے لشکر کی مدد کے لئے پہنچ گئے اور پہنچتے ہی میاں گل عبدالحنان پر حملہ کیا اور اس کو فیصلہ کن شکست دی۔ میاں گل عبدالحنان کو گرفتار کرکے جندول لے آئے اور سارے ادینزئی پر قبضہ کرکے قلعوں کی تعداد میں اضافہ کیا۔ کچھ دنوں کے بعد ایک جرگے کی درخواست پر میاں گل عبدالحنان کو آزاد کر دیا گیا۔

4.6 ابوبکر عرف مکرانی ملّا کی کارستانیاں:

1883ء میں ابوبکر عرف مکرانی ملّا نے غازی عمراخان پر فتوے لگانا شروع کئے کہ غازی عمراخان کی حکومت غیر شرعی ہے۔ جب غازی عمراخان کی فوج ادینزئی میں میاں گل عبدالحنان کے ساتھ برسرپیکار تھی تو دیر خان رحمت اللہ نے موقع سے فائدہ اٹھا کر قلعہ شجادئی پر حملہ کر دیا اور جندولی لشکر سے شجادئی کے ساتھ بلامبٹ کا قلعہ بھی قبضہ کرلیا۔

1883ء میں غازی عمراخان نے میدان پر موسم بہار میں دو حملے کئے۔ وہ کوٹکی اور دوکڑی تک محدود رہے۔ ان حملوں سے غازی عمراخان کا مقصد مکرانی ملاکے اثرورسوخ کو کم کرنا تھا۔ 1884ء کے موسم بہار میں تور لعلی کے مشورے پر غازی عمراخان نے شجادئی

(شہزادگئی) پر حملہ کر کے سبحان خان کو سخت نقصان پہنچانے کے بعد اس کو وہاں سے نکال دیا اور اس پر قبضہ کر لیااور یہ علاقہ تور لعلی کے کمان میں دے دیا۔اس کے بعد وہ میدان کی طرف متوجہ ہوئے اور سردار خان بانڈئ جو اَب غازی عمراخان کا طرفدار تھا،اس کو میدان کا حاکم تسلیم کیااور میدان کا علاقہ اس کے حوالے کر دیا جس کا الحاق انہوں نے جندول سے کر دیا۔ اس طرح شریف خان نے اپنے والد کے ساتھ تاریخی دھوکہ اور بے وفائی کرتے ہوئے دریائے پنجکوڑہ کے نیچے کے علاقے غازی عمراخان کے حوالے کر دیئے۔اکتوبر 1884ء میں دیر خان رحمت اللہ خان جو غازی عمراخان کے حریف تھے،وفات پا گئے اور ان کی جگہ شریف خان جو سردار خان بانڈئ کا بھانجا تھا، دیر کا خان بن گیا جو بعد میں انگریزوں کی طرف سے دیر کا نواب بنا۔

اب مکرانی ملا کی سازشیں انتہا کو پہنچ چکی تھیں۔اس نے ہی الزام لگایا کہ غازی عمراخان کی حکوت غیر شرعی ہے کیونکہ اس نے دو سال پہلے سوات کے میاں گل عبدالحنان پر حملہ کر کے اسے نقصان پہنچایا تھا۔اس نے اپنے مقصد کے لئے ناوگئی خان، پشت خان، سلارزئی کو اپنے ساتھ ملایااور باڑوہ میں غازی عمراخان کے پاس آگئے۔غازی عمراخان پر جرمانہ بھی لگایا اور انہیں کہا کہ دو سال پہلے میاں گل عبدالحنان سے جو کچھ لوٹ لیا ہے، اسے واپس کرے۔ اس نے جندول میں 10 گھر بھی نذر آتش کر دیئے۔غازی عمراخان خاموش رہے اور ایسا تاثر دیا کہ اس نے شرائط قبول کی ہیں لیکن جوں ہی وہ دوسرے خان واپس چلے گئے، غازی عمراخان نے رانیزئی پر حملہ کر کے الہ ڈھند کو جلا دیا اور واپس جندول چلے گئے۔

رمزے اور میکمہن کے مطابق:

"1885ء میں جب غازی عمراخان سوات رانیزئی میں تھے اور جندول سے باہر تھے۔ تو اس کے بھائیوں منڈہ کے میر حسن اور تور کے میر افضل نے دیر کے خان سے سازباز کی۔ جب غازی عمراخان واپس جندول آرہے تھے تو منڈا میں رات کے لئے رک گئے۔ جب

مغرب کی نماز کا وقت تھا اور لوگ نماز میں مصروف ہو گئے تو غازی عمراخان نے منڈا کے سب سے اونچے برج پر بمعہ اپنے پانچ ساتھیوں کے قبضہ کر لیا۔ اب صورتحال ایسی بنی کہ دونوں فریق ایک دوسرے کے محاصرے میں آ گئے۔ محمد شاہ خان ان کے چوتھے بھائی نے مسکینی سے آکر بڑے گیٹ کے نیچے سرنگ کھود کر محاصرہ ختم کر دیا۔"

غازی عمراخان نے اسی سال پشاور میں پیتل کی چار توپیں بنوائیں اور ایک توپ اپنے ساتھ اسمار سے لے آئے۔ دیر کے قلعے برغولئی پر اس کو آزمایا لیکن توپ بہت کارگر ثابت نہ ہو سکی۔ یہ توپیں سپین درہ اور قلعہ رانئ پر آزمائی گئیں جہاں بہت کامیاب رہیں پھر انہوں نے رانئ اور رباط کے قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد بارون کا محاصرہ کیا جس کی حفاظت فہم جان (شنواری) کر رہا تھا لیکن وہ اس قلعے کو اسی سال سر نہ کر سکے۔ 1886ء میں فہم جان نے دوبارہ سلطان خیل اور پائندہ خیل کو منظم کرتے ہوئے غازی عمراخان کے لشکر پر حملہ کر کے ان کی ایک توپ بھی قبضے میں لے لی اور ان سے رانئ اور رباط کے قلعے دوبارہ قبضے میں لے لئے۔ غازی عمراخان نے ان پر دوبارہ حملہ کر کے ان سے نہ صرف وہ علاقے اور قلعے واپس چھین لئے بلکہ دوبارہ فہم جان اور دیر کی فوج کو بارون میں محصور کر لیا لیکن وہ اس کو قبضہ کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

1887ء میں معیار کی بازار میں ایک ہندو نے مکرانی ملا کے ایک پیروکار کی بے عزتی کی۔ ہندو پر یہ الزام لگایا گیا کہ اس نے رسولؐ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ اگرچہ ہندو اس سے انکاری تھا۔ مکرانی ملا نے ہندو کے قتل کا مطالبہ کیا جس کو غازی عمراخان نے ماننے سے انکار کیا کیونکہ ہندو بھی اپنی بے گناہی پر قائم تھا اور اس کے خلاف کوئی شواہد بھی موجود نہیں تھے۔ ملا نے پھر غازی عمراخان کو مکرانی آنے کی پیشکش کی، اس کو بھی غازی عمراخان نے ٹھکرا دیا۔ البتہ غازی عمراخان میاں کلی اور منڈا کے درمیان دریا کے قریب اس سے ملنے پر متفق ہو گئے۔ دونوں فریق نے بہت بڑے لشکروں کے ساتھ مقررہ جگہ پر پہنچنے کی پیش

Scanned with CamScanner

قدمی شروع کی لیکن عین آخری وقت میں ملا حوصلہ ہار بیٹھا اور وہ مقررہ جگہ پر نہ پہنچ سکا۔ البتہ غازی عمرا خان نے ملا کے آدمیوں پر میاں کلی کے نزدیک حملہ کر لیا اور تلا کو گرفتار کر لیا۔ تین دن تک اس کو قید میں رکھنے کے بعد اسے آزاد کر دیا۔ مکرانی ملا ناوگئی جا کر غازی عمرا خان پر پھر کفر کے فتوے لگانے لگا اور ان کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا۔

ناوگئی خان، سلارزئی اور ماموند کا بڑا لشکر جمع ہوا۔ غازی عمرا خان نے اس بڑے لشکر پر حملہ کر کے سب کو شکست دی۔ ملا نے پھر جہاد کے نام پر دیر خان، ناوگئی خان، سوات کے میاں گل عبد الحنان، اتمان خیل، سلارزئی اور ماموند قبیلے کی مدد سے بہت بڑا لشکر جمع کیا۔ غازی عمرا خان نے صرف اپنے جندولی لشکر ساتھ ملا کر ان پر حملہ کیا لیکن اتنے جمع غفیر کو دیکھ کر اس نے لڑنا دانشمندی نہیں سمجھا اور مناسب موقع کی تلاش میں اپنی فوج کو پسپا کر دیا۔

4.7 راغہ باجوڑ کی لڑائی:

1888ء میں غازی عمرا خان کے چار ہزار کے لشکر نے دیر خان شریف خان کے دگنے لشکر پر حملہ کر کے خونریز جنگ لڑی۔ تعداد کی کمی کی وجہ سے غازی عمرا خان کو شکست ہوئی۔ اسی جنگ میں شریف خان کا سپہ سالار فہم جان بھی شریک تھا۔ اسی سال (1888ء میں) ناوگئی کے صفدر خان اور پشت کے سمیع اللہ خان کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے جس کی وجہ سے ناوگئی کے صفدر خان نے اس پر حملہ کیا اور اس کی جائیداد پر قبضہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس کو پشت سے بھی نکال باہر کیا۔ پشت خان سمیع اللہ خان نے غازی عمرا خان کے ساتھ جندول میں پناہ لی اور غازی عمرا خان سے مدد طلب کی۔ غازی عمرا خان نے اپنے سپہ سالار سیف اللہ خان کی سرکردگی میں باجوڑ راغہ کے مقام پر ناوگئی خان صفدر خان کے لشکر پر حملہ کیا۔ جس میں غازی عمرا خان کا سپہ سالار قتل ہوا اور انھوں نے شکست کھائی۔ جب جندولی لشکر باجوڑ میں برسرپیکار تھا تو دیروی لشکر نے شجادئی (شہزادگئی) پر حملہ کر کے نہ صرف اس پر قبضہ کیا بلکہ بلامبٹ کا قلعہ بھی ان سے چھین لیا۔

4.8 کولالہ باجوڑ کی لڑائی:

ناوگئی خان، صفدر خان اور شریف خان نے غازی عمراخان کے خلاف مشترکہ اتحاد بنالیا۔ ناوگئی خان کا لشکر بھی کولالہ تک پہنچ گیا۔ ناوگئی خان صفدر خان نے شریف خان سے دوستی مضبوط کرنے کے لئے پائخیل کا علاقہ مانگ لیا جس پر شریف خان نے کہا کہ دوستی اچھی چیز ہے مگر یہ سودا نقد پیسوں میں ہو تو زیادہ بہتر ہو گا۔ اس طرح دونوں کے مابین اختلافات پیدا ہو گئے اور دوستی کے بجائے ایک دوسرے پر حملے کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ موقع سے فائدہ اٹھا کر غازی عمراخان نے اچانک کولالہ کے قریب صفدر خان کے لشکر پر حملہ کر دیا اور اس کو شکست دے دی۔ اس جنگ میں ناوگئی کا سپہ سالار مارا گیا جو صفدر خان کا بھائی تھا اور اس بناء پر جندول اور ناوگئی کے تعلقات پھر کبھی سنبھل نہ سکے اور یہی وجہ تھی کہ 1895ء میں ناوگئی خان نے غازی عمراخان کے خلاف انگریزوں کا ساتھ دیا۔

دوسرے دن پھر غازی عمراخان نے ناوگئی کی شکست خوردہ فوج پر حملہ کرکے اس کو تہس نہس کر دیا۔ سارے علاقے کو قبضے میں لے کر وہاں قلعے تعمیر کئے۔ مکرانی ملا یہ صورت حال دیکھ کر کابل بھاگ گئے اور پھر کبھی یہاں کا رُخ نہ کیا۔ غازی عمراخان پھر دیر کی طرف متوجہ ہوئے اور ملک تور لعلی کی سپہ سالاری میں مہم بھیج کر دیر سے تمام مفتوحہ علاقے کولالہ، مشکواور پائخیل کا تمام علاقہ قبضہ کرکے بارون تک پہنچ گئے لیکن فام جان نے بارون کا دفاع کرتے ہوئے جندولی لشکر کو یہ معرکہ سر کرنے نہ دیا۔

4.9 انگریزوں کے ساتھ معاہدہ:

اسی سال جنوری میں وائسرائے ہند بھی پشاور آئے تھے۔ غازی عمراخان نے دربار میں شمولیت کے لئے اپنے نمائندے کوٹو کے میاں کو بھیج دیا۔ 1889ء میں غازی عمراخان نے تالاش سے چکدرہ تک اپنے تمام مفتوحہ علاقے واپس لے لئے۔

Scanned with CamScanner

1884ء کے انگریزوں کے ساتھ معاہدے کی رو سے اگر چہ اس نے وہ شرائط جو انگریزوں نے لگائی تھیں، نکال کر اور اپنی مرضی کی شرائط دستخط کر کے انگریزوں کے پاس بھیجی تھیں جو ان کے حق میں تھیں لیکن بعدازاں اسی وجہ سے اس معاہدے پر عمل درآمد نہیں ہوسکا۔ پھر بھی اس معاہدے کی رو سے غازی عمراخان نے ہندوستان سے اسلحہ وبارود خرید لیا۔

4.10 جان بھٹی کی لڑائی:

اسی سال سردیوں میں کہنہ ٹیر کے لوگ غازی عمراخان سے بغاوت کر کے دیر خان کے ساتھ مل گئے۔ غازی عمراخان نے حملہ کیا اور ان کو شکست دے کر دوبارہ دونوں قلعوں پر قبضہ کرلیا۔ بانڈئ کے سردار خان نے بھی غازی عمراخان سے بغاوت کی اور دیر خان شریف خان کے ساتھ مل گیا۔ جان بھٹی کے نزدیک دونوں فوجوں کے درمیان سخت لڑائی ہوئی۔ دودن تک لڑائی جاری رہی۔ دیر خان کے 160 جوان مر گئے اور آخر کار ان کو شکست سے دوچار ہونا پڑا پھر غازی عمراخان نے آگے بڑھ کر شاہی پر قبضہ کرلیا۔ بانڈئ کے سردار خان نے پھر اپنی وفاداری تبدیل کی اور غازی عمراخان کے ساتھ مل گئے۔ بعد میں دونوں نے مل کر براول بانڈئ پر قبضہ کرلیا۔

4.11 بارون کی لڑائی:

فہم جان نے پائندہ خیل اور سلطان خیل کو جمع کیا لیکن محمد شاہ خان، غازی عمراخان کے چھوٹے بھائی نے بارون میں اس کو شکست دے کر قلعہ بارون پر قبضہ کرلیا اور اس سے وہ توپ بھی چھین لی جو فہم جان نے پہلی لڑائی میں غازی عمراخان سے چھین لی تھی۔ محمد شاہ خان نے رباط پر بھی قبضہ کرلیا۔ دیر کے سلطان خیل غازی عمراخان کے ساتھ مل گئے۔ دیر کی شریف خان کے اب برے دن شروع ہو گئے تھے۔ مہتر چترال نے لواری کی طرف سے اس

پر حملہ کر کے اس کو سخت نقصان پہنچایا۔ تل کے کوہستانیوں نے بھی شریف خان سے بغاوت کر کے اس کے 50 آدمی قتل کر دیے اور ان سے بندوقیں چھین لیں۔ شریف خان کے ساتھ اب صرف پائندہ خیل رہ گئے تھے۔ اس نے غازی عمراخان کے خلاف مہتر چترال سے مدد مانگ لی جس نے انکار کر دیا۔

4.12 ریاستِ دیر پر قبضہ:

1890ء میں غازی عمراخان نے مئی میں ایک طرف سے دیر پر حملہ کیا اور قلعہ سورباٹ اور چوکیاتنڑ پر قبضہ کر لیا۔ تو شریف خان دیر خان کا بھائی اشرف خان بھی غازی عمراخان کے ساتھ بمعہ اپنے لشکر کے مل گیا۔ دوسری طرف محمد شاہ خان بارون سے پیش قدمی کر کے بیبیوڑ تک پہنچ گئے جہاں دیر خان کے بھائیوں حیات اللہ خان، امیر محمد خان اور شیر محمد خان نے مشترکہ طور پر جندولی لشکر کے خلاف مزاحمت کی لیکن ان کو شکست ہوئی۔

چکیاتن میں تینوں فوجوں نے غازی عمراخان، اشرف خان، شریف خان کے بھائی اور محمد شاہ کے لشکر سے مل کر مشترکہ طور پر قلعہ دیر پر حملہ کر دیا۔ شریف خان پہلے نہاگ درہ بھاگ گیا، وہاں سے بھاگ کر اس نے پہلے سوات میں اور آخر میں تھانہ میں پناہ لی۔ اس کے ساتھ جان بھٹی کے عبرت خان، سید احمد خان مست خیل، خال کے خان بھی بھاگ گئے۔ یہ تمام افراد 1895ء میں اس کے ساتھ واپس آگئے۔ جان بھٹی بھی غازی عمراخان کے قبضے میں آگیا کیونکہ غیرت خان جان بھٹی خان شریف خان کے ساتھ چلے گئے۔ غازی عمراخان نے اپنے چھوٹے بھائی محمد شاہ خان کو دیر کا گورنر بنادیا، جس نے دیر کی آمدنی اور ٹمبر کا کاروبار اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

4.13 نیکپی خیل، دشخیل، بڑنگولہ اور شموزئی پر قبضہ:

نیکپی خیل دریائے سوات کی دائیں جانب شمال مشرق سے جنوب مغرب کی طرف یوسفزئی کے ذیلی قبیلوں میں سے ایک ہے۔ 1890ء میں نیکپی خیل کے ایک خان نے

جندول کے دو سپاہی قتل کر دیئے جس پر غازی عمرا خان نے اپنے چچازاد بھائی اور سپہ سالار عبدالمجید خان کو لشکر دے کر نیکپی خیل پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ جس نے نیکپی خیل، دوشخیل، شموزئی، میاں بڑنگولہ، باڈوان تک کے علاقے قبضہ کر کے سلطنت جندول میں شامل کر دیئے۔

حبیب الرحمٰن حبیب دیروی اپنی کتاب "ریاستِ دیر تاریخ کے آئینے میں" یوں رقمطراز ہے:

"1891ء کو محمد شریف خان سابقہ دیر خان چالیس عمائدین کو ساتھ ملا کر غازی عمرا خان کے خلاف برسِ پیکار ہوا اور اس نے امیر عبدالرحمن خان کابل سے مدد طلب کی اس میں قابل ذکر جرگہ ممبران یہ تھے۔

(1) محمد شریف خان الہ ڈھنڈ ڈھیری ملاکنڈ

(2) صاحبزادہ اشرف بلور خیل تھانہ کا والد

(3) خان جان خان رباط

(4) سردار خان رانی

(5) بلند خان دوکڑی

(6) غیرت خان جان بھٹی

(7) ملک فہم جان بارون (یہ غازی عمرا خان کے جیل سے بھاگ گئے تھے)۔

(8) سید احمد خان مست خیل (جو غازی عمرا خان کا چچازاد بھائی تھا)۔

(9) شیر محمد خان اتن

(10) امیر محمد بیبیوڑ

(11) تجور ملک

(12) حاجی خان میدان بانڈئ وغیرہ۔

Scanned with CamScanner

امیر عبدالرحمن خان نے اس جرگے کی خوب خاطر تواضع کی لیکن کابل اور حکومت برطانیہ کے ساتھ اس معاہدے کے مطابق کہ وہ باجوڑ، جندول، دیر اور سوات کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کریں گے، اس نے غازی عمراخان کے خلاف امداد دینے اور ان معاملات میں مداخلت کرنے سے انکار کر دیا۔"

4.14 اسمار پر قبضہ:

1891ء میں اسمار کا شاہ طہماسپ کو قتل کیا گیا۔ اسمار بھی باجوڑ کی چار خانیوں میں سے ایک تھی۔ باجوڑ کی یہ چار خانیاں اس طرح تھیں۔

1۔اسمار 2۔خار 3۔ناوگئی 4۔پشت

اور ان خانیوں کے حکمران ایک ہی خاندان ابراہیم خیل قمر دین خان ناوگئی سے تعلق رکھتے تھے۔ قمر دین ناوگئی خان نے اپنے بیٹوں میں تقسیم کیا تو اسمار جو چترال اور جلال آباد کے درمیان واقع ہے اور جس کا رقبہ 500 میل ہے، کو اپنے بیٹے حضرت علی کے حوالے کر دیا۔ حضرت علی کی وفات کے بعد اس کا بیٹا شاہ طہماسپ اسمار کا حکمران بنا۔ امیر عبدالرحمٰن خان نے اپنے بیٹے حبیب اللہ خان کی منگنی خان اسمار شاہ طہماسپ کی بیٹی سے کی تھی۔

شاہ طہماسپ کی وفات کے بعد امیر عبدالرحمٰن کی دلیل یہ تھی کہ اسمار پر ہمارا حق ہے۔ غازی عمراخان کی دلیل یہ تھی کہ اسمار پر پشت خان یا ناوگئی خان کا حق ہے۔ شاہ طہماسپ نے آپ کے بیٹے کے لئے بیٹی دی تھی، ریاست اسمار نہیں دی تھی۔ امیر عبدالرحمٰن خان دلیل میں 1887ء میں شاہ طہماسپ اسمار خان کے ساتھ معاہدے کا حوالہ دیتے تھے کہ وہ کسی بھی متوقع طاقتور دشمن (غازی عمراخان) کے خلاف اسمار کی مدد کرے گا۔ امیر عبدالرحمٰن نے اپنے سپہ سالار غلام حیدر خان کو اس بہانے اپنے لشکر کے ساتھ اسمار بھیجا تا کہ وہ اس کی بہو شاہ طہماسپ کی بیٹی کو شاہانہ اسکارٹ کے ذریعے کابل لے آئیں لیکن اس کا اصل مقصد غازی عمراخان کے اثر ورسوخ کو کم کرنا تھا۔ اس مقصد کے لئے اس نے اپنے

Scanned with CamScanner

ساتھ نادگئی خان صفدر خان کو بھی ملایا۔ سپہ سالار غلام حیدر خان اسمار میں داخل ہوا اور شاہ طہماسپ کے شیر خوار بیٹے عبد القدیر خان کو خان اسمار بنا کر چلے گئے۔ شاہ طہماسپ کے بھائی غلام خان نے غازی عمرا خان سے مدد مانگی، غازی عمرا خان نے لشکر بھیج کر نہ صرف اسمار پر قبضہ کر لیا بلکہ مرورہ، ساؤ اور بریکوٹ تک کے علاقے پر قبضہ کر کے غلام خان کو اسمار کا اقتدار سونپ دیا اور واپس جندول لوٹا۔

امیر کابل کے کہنے پر نادگئی خان نے جندول کے علاوہ باقی سب ترکلانیوں کا بہت بڑا لشکر جمع کیا اور کولالہ کے قریب غازی عمرا خان نے اس بڑے لشکر پر حملہ کر کے اسے شکست دی اور اسے سخت نقصان پہنچایا۔ اسی اثناء میں سوات کے میاں گل عبد الحنان نے شریف خان کے کہنے پر شرینگل پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ غازی عمرا خان نے ان سے فارغ ہو کر شرینگل میں میاں گل پر حملہ کیا، اس کو شکست دی اور اپنے علاقے واپس چھین لئے۔

امیر عبد الرحمٰن خان غازی عمرا خان کی ان فتوحات پر پھٹ پڑا اور اس نے موسم خزاں میں اپنے سپہ سالار غلام حیدر خان کے ذریعے لاپورہ کے خان، نادگئی خان اور ماموند کا بہت بڑا لشکر تیار کیا جو پیش قدمی کرتے ہوئے بانڈہ گئی تک پہنچ گیا۔ غازی عمرا خان نے ان کے مقابلے میں آدھے لشکر سے بھی کم تعداد میں ان پر حملہ کیا اور انہیں مکمل شکست دی۔ اب امیر کابل نے نادگئی خان صفدر خان کو اسمار پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا لیکن غازی عمرا خان نے اس منصوبے کو بھی ناکام بنا دیا۔

اسی سال محمد شاہ خان، گورنر دیر نے اپنی مرضی سے گورنری چھوڑ دی۔ اس کی جگہ غازی عمرا خان نے اپنے چچازاد بھائی عبد الغنی کو دیر کا گورنر بنا دیا۔ اب امیر نے اپنے سپہ سالار غلام حیدر خان کو اسمار بھیجنے کا فیصلہ کیا تاکہ اسمار پر قبضہ کیا جاسکے۔ اس قبضے کے خلاف غازی عمرا خان نے آواز اٹھائی کہ اسمار تاریخی اور جغرافیائی تناظر میں باجوڑ کا حصہ ہے افغانستان کا نہیں جس پر برطانوی سیکریٹری خارجہ نے اسمار پر افغانستان کے قبضے پر ناراضگی

Scanned with CamScanner

کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"امیر نے اسمار پر قبضہ کر لیا ہے باوجود یکہ اس کو ہم نے باجوڑ میں دخل اندازی کرنے سے منع کیا تھا۔"

4.15 رانیزئی پر قبضہ:

سلیمان شاہد کی کتاب "گمنام ریاست" کے مطابق:

"1891ء میں محمد شریف خان الہ ڈھنڈ ڈھیرئی جو کہ محمد شریف خان سابقہ دیر خان کا طرف دار تھا جبکہ سعادت خان الہ ڈھنڈ ڈھیرئی غازی عمرا خان کے بہنوئی (سپہ سالار عبدالمجید خان کی بہن کا شوہر) کا حمایتی تھا۔ دونوں کے درمیان تنازعات چلے آ رہے تھے۔ سعادت خان الہ ڈھنڈ ڈھیرئی نے غازی عمرا خان سے فوجی مدد مانگی۔ غازی عمرا خان نے لشکر بھیج کر محمد شریف خان الہ ڈھنڈ کو شکست دے کر اس کے گاؤں الہ ڈھنڈ کو جلا کر خاکستر کر دیا اور سعادت خان کو اپنی طرف سے رانیزئی کا حکمران بنایا۔

رانیزئی پر قبضہ کرنے کے بعد جندولی لشکر سخاکوٹ تک پہنچ گیا لیکن آگے سے یوسفزئی اور مندنڑ نے مشترکہ طور پر غازی عمرا خان کا راستہ روک کر سخت جنگ لڑی۔ اس مزاحمت کو دیکھ کر غازی عمرا خان نے قلعہ (خان گھڑی) کے مقام پر قلعہ تعمیر کیا اور یہاں تک کے لوگ غازی عمرا خان کی رعایا میں شامل ہو گئے۔

پشاور، مردان اور سمہ کے بہت سے یوسفزئی و مندنڑ کے قبائل نے غازی عمرا خان کا راستہ روک لیا اور ان کو آگے بڑھنے سے منع کیا۔ غازی عمرا خان نے یوسفزئی کے اتنے بڑے لشکر کو دیکھ کر ان کے ساتھ جنگ کو دانشمندی نہ سمجھ کر سخاکوٹ سے واپس ہو گئے۔ اس طرح 1895ء سلطنت جندول کے زوال تک سخاکوٹ ان کی آخری سرحد رہی۔ سخاکوٹ سے فارغ ہو کر غازی عمرا خان نے خار خان (باجوڑ) ولایت خان کے خلاف مہم بھیجی۔ راغہ بابو کڑہ میں سخت جنگ کے بعد جندولی لشکر کو شکست ہوئی۔

Scanned with CamScanner

4.16 چترال تک ڈاک کی ترسیل:

1892ء میں تھانہ کے خان خیل، سعادت خان الہ ڈھنڈ، غازی عمرا خان اور انگریزوں کے درمیان معاہدے کی رو سے سوات اور دیر کے راستے چترال تک ڈاک کی سروس پہلی مرتبہ شروع ہوئی اور تھانہ اسلم خان، عنایت خان اور الہ ڈھنڈ کے سعادت خان کو سالانہ 2400 روپے ملنے لگے جبکہ غازی عمرا خان کو ڈاکیے کے لئے 302 (تین سو دو) روپے سالانہ ملنے لگے۔ یہ پیسے کبھی بھی غازی عمرا خان نے نہیں لئے بلکہ ڈاکیے کو ملتے تھے اور پلئی کے سربلند خان کو سالانہ پانچ سو روپے ملتے تھے۔ ڈاک کی یہ ترسیل جنوری 1895ء تک غازی عمرا خان نے کسی مزاحمت کے بغیر جاری رکھی۔

4.17 اسمار پر دوبارہ قبضہ:

مارچ 1892ء میں سپہ سالار غلام حیدر خان نے اسمار پر قبضہ کر لیا اور جون میں شور تن اپنے فوجی دستے بھیجے جن کو غازی عمرا خان اور ماموند کے مشترکہ لشکر نے وہاں سے نکال دیا۔ اسی دوران مہتر چترال بھی دیر کے شریف خان کے کہنے پر دیر کے یوسفزئی غازی عمرا خان کے خلاف ابھارنے کی کوششوں میں مصروف تھا۔

مارٹیمر ڈیورنڈ نے اسمار پر کابل کے قبضے کے حوالے سے 28 جون 1892ء میں چیف سیکریٹری پنجاب کو خط لکھتے ہوئے زور دیا کہ اسمار حقیقت میں باجوڑ کا حصہ ہے۔ یقیناً اسمار افغانستان کا حصہ نہیں ہے اور جب تک اس پر افغان طاقت کا قبضہ رہے گا تو سرحد کے اس حصے پر امن کی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔ وائسرائے نے امیر عبدالرحمٰن خان کو اس جارحیت پر شکایت کرتے ہوئے لکھا کہ بغیر کسی تاخیر کے اسمار سے اپنی فورسز نکالو اور جب تک افغان فورسز اسمار سے واپس نہیں جائیں گی تو اس وقت تک مزید تنازعات ناگزیر ہیں۔

افغان حکومت نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس لئے حکومتِ ہند نے اسمار غازی عمرا خان کو دینے کی منصوبہ بندی کر لی۔ کمشنر پشاور ڈویژن نے کہا کہ اسمار ہمارے تعلقات کی

Scanned with CamScanner

بنیاد پر غازی عمراخان کو دیا جائے گا جبکہ وہ اس رعایت کے بدلے سوات پر قبضہ کرنے کی اپنی منصوبہ بندی ترک کردے گا۔

1893ء میں امیر عبدالرحمٰن خان نے مارٹیمر ڈیورنڈ سے مذاکرات کے دوران اس بات پر زور دیا کہ اس کی فوج اسمار خالی نہیں کرے گی اور مارٹیمر ڈیورنڈ نے امیر کی موقف کی تائید کردی۔اسی تائید نے غازی عمراخان اور برطانوی حکومت کے تعلق کو بہت زک پہنچائی لیکن برطانوی حکومت کا خیال تھا کہ غازی عمراخان اس حد تک نہیں جائیں گے جس سے آپس کے تعلقات میں بگاڑ پیدا ہو۔ برطانوی حکومت نے غازی عمراخان کے ناراض رویے کو اس لئے اہمیت نہیں دی کہ انہیں امید تھی کہ افغان حد بندی کے دوران باہمی مفاہمت سے کام لیا جائے گا۔

غازی عمراخان نے اس نئی پیدا شدہ صورتحال میں مصالحت سے کام نہیں لیا اور برطانوی حکومت کے ساتھ کھلی محاذ آرائی پر اتر آئے۔ اس لئے غازی عمراخان نے اسمار حدبندی کمیشن سے بائیکاٹ کیا۔ اگرچہ کمشنر پشاور سر رچرڈ اودھ نے ان کو شرکت کرنے کے لئے بار بار معروضات پیش کئے۔

حکومت برطانیہ نے انتقام کے طور پر جندول کی قیمت پر افغانستان کی حدبندی پر مزید رعایت دی جس پر غازی عمراخان آپے سے باہر ہوگئے اور انہوں نے چترال میں موجود انگریز فوج کو مشکل میں ڈالنے کے لئے ان کے معاملات میں دخل اندازی شروع کردی۔ جہاں انگریز فوج فارورڈ پالیسی کے تحت زار روس کی سرگرمیوں پر نظر رکھنے کے لئے موجود تھی اور حکومت برطانیہ کسی قیمت پر چترال چھوڑنا نہیں چاہتی تھی اور نہ ہی وہ اس کے راستے بند کرنے کے لئے تیار تھی۔

دوسری طرف امیر عبدالرحمن خان نے مختار شاہ باچا کونڑ اور امیر زمان خان اتمان خیل کو افغانستان کے مفاد کے لئے کام کرنے پر کافی رقوم دیں۔ ناوگئی کے صفدر خان کو باجوڑ

Scanned with CamScanner

حوالہ کرنے کے لئے پیسوں کی پیش کش کی۔ غازی عمراخان کو بھی جندول اور دیر حوالہ کرنے کے لئے پچاس ہزار روپے سالانہ کی پیش کش کی گئی جو غازی عمراخان اور صفدر خان دونوں نے ٹکرادی (یادرہے کہ ان دنوں ایک تولہ سونے کی قیمت دوروپے پچاس پیسے تھی) جس پر امیر عبدالرحمٰن خان آپے سے باہر ہو گیا اور اس نے باجوڑ، دیر اور جندول کو بذریعہ طاقت قبضہ کرنے کے لئے حکومتی مشینری متحرک کر دی۔ اس پر حکومت برطانیہ نے امیر کابل کو سخت تنبیہہ کی کہ وہ باجوڑ، سوات، دیر اور جندول میں دخل اندازی سے باز رہے اور سرحد سے اس طرف (باجوڑ، دیر، سوات، جندول) کے لوگوں کو وظیفے دینا بند کر دے۔

Fall of nepolean pathan by Lutfur Rehman کے مطابق:

"12 نومبر 1892ء کو برطانوی حکومت کی طرف سے مارٹیمر ڈیورنڈ اور افغان حکومت کی طرف سے محمد عمر نے ڈیورنڈ معاہدے پر دستخط کئے جس میں اسمار جو کہ باجوڑ کے چار خانیوں میں سے ایک تھا، نہ صرف وہ بلکہ سپہ سالار غلام حیدر خان نے جنوب میں سو کلو میٹر چوڑائی میں اور دو سو کلو میٹر لمبائی میں باجوڑ کا مزید علاقہ قبضہ کر کے وہاں حد بندی مقرر کی۔ چونکہ انگریز پہلے بھی غازی عمراخان کی منظم فوج کو شک کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اس لئے اس حد بندی کمیشن پر جندولی ریاست اور سلطنت برطانیہ کے اختلافات عروج پر پہنچ گئے۔"

4.18 کافرستان پر حملہ:

مہتر چترال بھی غازی عمراخان کے خلاف سازشوں میں مصروف تھا اور اپنی فوج دروش لا کر کافرستان کے کافروں کو غازی عمراخان کے علاقے میں زمینداروں پر حملے کے لئے اکسانے لگا۔ ناوگئی خان صفدر خان بھی غازی عمراخان کی مخالفت میں مصروف تھا۔ ان حالات میں انگریزوں کے ساتھ معاہدے کی رو سے اسلحہ وکارتوس خریدنے کی اجازت مانگی جس کے لئے انگریزوں نے انکار کر دیا۔ غازی عمراخان نے کافرستان پر حملہ کر کے

Scanned with CamScanner

نرست پر قبضہ کر لیا۔ نومبر 1893ء میں غازی عمرا خان نے برطانوی حکومت کو دھمکی دی کہ اگر حکومت برطانیہ غازی عمرا خان کو ہندوستان میں ہر قسم کا کارتوس اور اسلحہ خریدنے کی اجازت نہیں دے گی تو وہ چترال تک ڈاک کی ترسیل کا راستہ بند کر دے گا اور اسی موڑ پر غازی عمرا خان نے افغان حکومت سے تعلقات بحال کئے۔

غازی عمرا خان نے کافرستان کے نرست پر قبضہ کرنے کے بعد وہاں اپنی فوج تعینات کر دی۔ اس علاقے میں فوج بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ غازی عمرا خان اسمار میں موجود سپہ سالار کے ساتھ طاقت کا توازن چاہتے تھے۔ جندولی لشکر نے آگے بڑھ کر ارندو اور بریکوٹ میں چترالی لشکر کو شکست دی جس میں ان کے سپہ سالار دیوان الملک قتل کئے گئے۔ یہاں غازی عمرا خان نے دریا پر پل اور اس کے ساتھ قلعہ تعمیر کرایا۔ 1892ء میں بوڑھا مہتر چترال امان الملک وفات پا گیا جس کے بیٹے امیر الملک نے اپنے بہنوئی غازی عمرا خان کے ساتھ جندول میں پناہ لے رکھی تھی۔ واضح رہے کہ مہتر چترال امان الملک غازی عمرا خان کے سسر تھے۔

1893ء میں غازی عمرا خان ناؤگئی کی طرف اپنی حدود میں توسیع چاہتے تھے اور اس مقصد کے لئے انہوں نے جار خان ولایت خان پر وادی بابوکڑہ میں راغہ کے مقام پر حملہ کر دیا جس میں غازی عمرا خان کو شکست ہوئی۔ شریف خان نے اس موقع کا فائدہ اٹھا کر ادینزئی، تالاش، دشخیل، سلطان خیل اور پائینده خیل کو غازی عمرا خان کے خلاف بغاوت کرانے پر اکسایا اور انہوں نے قلعہ رانئ، رباط، بارون اور قلعہ برغولئی پر قبضہ کر لیا۔ غازی عمرا خان نے ناؤگئی خان کے ساتھ معاہدہ کر کے اس معاملے کو رفع دفع کیا اور فروری کے مہینے میں ان باغی قبائل کے خلاف مہم بھیجی اور ان کو سزائیں دینے کے بعد اپریل، مئی تک ان سے سارے علاقے واپس چھین لئے۔

جون 1893ء میں دوشخیل قبیلے نے غازی عمرا خان کے دو نوکروں کو قتل کر دیا جس

کے جواب میں جندولی لشکر نے حملہ کرکے اس کے 100 آدمیوں کو قتل کیا اور سات ہزار مویشی جرمانے کے طور پر قبضے میں لے لیے۔ جون تک اپنے مفتوحہ علاقے میاں بڑنگولہ اور اس کے گردونواح میں سارے علاقے دوبارہ ان کے قبضے میں آچکے تھے۔

ملٹری انٹیلیجنس رپورٹ کے مطابق:

"کچھ عرصہ بعد ان لوگوں نے خان کے خلاف انگریزوں سے مدد مانگی لیکن انگریزوں نے نفی میں جواب دیتے ہوئے کہا کہ ہم آپ کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی نہیں کرسکتے۔ اس پر غازی عمراخان کو اور حوصلہ مل گیا اور اب ان کا اثر ورسوخ سوات، بونیر، باجوڑ (سوائے اسمار کے) دیر کے علاقوں تک پہنچ چکا تھا۔ 1894ء میں غازی عمراخان کا اقبال عروج پر پہنچ چکا تھا۔ ان کے تمام مفتوحہ علاقے ایک دفعہ پھر ان کے قبضے میں آگئے تھے جن پر ان کا سبز تکونی سرخ دھبے والا جھنڈا لہرارہا تھا۔"

4.19 انگریزوں کے ساتھ اختلافات:

مئی 1894ء میں ڈیورنڈ کمیشن کی سفارشات کی روشنی میں اسمار باونڈری کمیشن کی حدود کا تعین کرنے کے لئے اودھنے موجود تھا۔ غازی عمراخان کو بار بار دعوت دی جاتی تھی کہ وہ خود شرکت کرے یا کوئی نمائندہ بھیج دے لیکن انہوں نے ایک بھی نہیں کیا اور یہاں سے غازی عمراخان اور انگریز حکومت کے درمیان دوریاں پیدا ہونا شروع ہو گئیں۔ اب غازی عمرِاخان چترال کی طرف متوجہ ہوئے لیکن پہلے ان محرکات پر بحث کرنا مناسب ہے جن کی وجہ سے انہوں نے چترال میں مداخلت شروع کی اور یہ حالات خود انگریز بنارہے تھے جو جنگ کا باعث بنے۔ انگریز اسی جنگ کے بہانے شمال مغربی سرحدوں پر پہنچ کر چترال پر قبضہ برقرار رکھنا چاہتے تھے۔

ونسٹن چرچل اپنی کتاب "ملاکنڈ فیلڈ فورس" میں لکھتے ہیں:

"ملاکنڈ پر ہم اس لئے قبضہ کرنا چاہتے تھے کہ چترال تک روڈ کھلی رکھی جاسکے۔ سڑک

اس لئے کھلی رکھنا چاہتے تھے تا کہ ہم چترال پر اپنا قبضہ برقرار رکھ سکیں۔ چترال پر اس لئے قبضہ برقرار رکھنا چاہتے تھے کہ یہ ہمارے فارورڈ پالیسی کا حصہ ہے۔"

فارورڈ پالیسی:

انگریزوں نے شمال مغربی سرحدوں پر قبائل کی آزادی کو سلب کرنے کے لیے فارورڈ پالیسی وضع کی جس کی چیدہ نکات یہ تھے۔

1:۔ عدم مداخلت کی پالیسی کو ترک کر دیا جائے۔

2:۔ تمام پہاڑی دروں پر قبضہ کیا جائے۔

3:۔ پالیسی کے مطابق شمال مغربی سرحدات میں گلگت، چترال، جلال آباد اور قندھار پر قبضہ کرنا ہے۔

4:۔ پالیسی کے مطابق ان علاقوں کو اپنی سلطنت میں شامل کرنے کے لئے ان میں قلعے اور سڑکیں تعمیر کرنی ہیں جن کے ذریعے ہم ان سرحدی علاقوں تک پہنچ سکیں۔

5:۔ چترال پر قبضہ برقرار رکھنا ہے۔

6:۔ اسمار کا علاقہ جو باجوڑ کے خانی میں سے ایک تھا، نہ صرف اسمار بلکہ مزید 100 کلو میٹر چوڑا اور 200 کلو میٹر لمبائی میں، علاقہ غازی عمراخان کے اصرار کے باوجود کہ وہ اسے باجوڑ کا علاقہ قرار دیتے تھے، ڈیورنڈ کمیشن کے مطابق افغانستان میں اس لئے شامل کیا گیا کہ اس حدبندی کے ذریعے سرحدی قبیلوں کو تقسیم کے ذریعے کمزور کیا جاسکے اور مقصد یہ تھا کہ انگریزوں کے خلاف ان کی مزاحمت کو کم کر دیا جائے۔

7:۔ غازی عمراخان کے ساتھ یہ معاہدہ ہوا تھا کہ وہ چترال تک بحفاظت ڈاک کی ترسیل کا ذمہ دار ہوگا اور اس کے بدلے غازی عمراخان ہندوستان میں جہاں سے بھی اسلحہ خریدے گا ان کو اجازت ہوگی لیکن جب غازی عمراخان نے سکارچ کمپنی سے توپ (جس کی قیمت 3700 روپے تھی) اور اس کے بعد پستول (جس میں ایک پستول کی قیمت 34 روپے تھی)

Scanned with CamScanner

سے خریدنے کا معاہدہ کیا تو حکومت برطانیہ نے نہ صرف ان کو اسلحے کی خریداری کی اجازت دینے سے انکار کر دیا بلکہ سکاچ کمپنی پر بھی پابندی لگادی۔

8:۔ غازی عمراخان کی فوج دوسرے خانوں کے لشکروں کے برعکس زیادہ منظم اور تربیت یافتہ تھی اور اس میں انگریز فوج سے ریٹائرڈ یا ان سے بھگوڑہ فوجی شامل تھے جس سے انگریز خائف تھے اور وہ ہمیشہ ان کو شک کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

9:۔ غازی عمراخان کی پے درپے فتوحات اور اپنی ریاست کو وسعت دینے کی پالیسی سے بھی انگریز خائف تھے۔

غازی عمراخان بھی انگریزوں کی دوغلی پالیسی سے خوب واقف تھے اور انگریزوں کے ساتھ دشمنی انہیں اپنے دادا فیض طلب خان سے وراثت میں ملی تھی جو ساری عمر انگریز سرکار سے برسرپیکار رہے۔ خواہ وہ جلال آباد میں 1842ء کی پہلی اینگلو افغان جنگ ہو جس میں باجوڑ کا دستہ فیض طلب خان کی سربراہی میں انگریزوں کے سامنے ڈٹا رہا یا 1863ء میں امبیلہ بونیر کی جنگ جس میں ان کی سربراہی میں باجوڑ کے لشکر نے پے درپے حملے کر کے انگریز کے مضبوط مورچوں پر قبضہ کیا تھا اور اس کی تربیت یافتہ جدید اسلحے سے لیس انگریز فوج کو پسپا کر دیا تھا۔

غازی عمراخان انگریز کی فارورڈ پالیسی جس کے تحت وہ اپنے آپ کو شمال مغربی سرحدات تک پہنچانا چاہتے تھے تاکہ قبائل کی اندرونی خودمختاری کو سلب کر کے انگریز کے خلاف مزاحمت کو کم سے کم کیا جاسکے، کے تحت قبائل کی ذاتی خودمختاری اور آزادی کو برقرار رکھنے کے لئے تیاری کی کوششوں میں مصروف تھے۔

1886ء میں غازی عمراخان نے انگریز کے ایجنٹ جو بعد میں اس کے منصبدار بنے، شریف خان کے خلاف عمائدین علاقہ شمشی خان (تالاش) میں بلالئے اور ان کے درمیان معاہدہ ہوا جس میں سعد اللہ خان (سرتور فقیر)، غازی عمراخان، جمروزی، امیر محمد اور

دوسرے مجاہدین نے شرکت کی۔ معاہدہ فارسی زبان میں ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے:

"ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک سعد اللہ خان بابا اور دوسرے مجاہدین بھائی عمرا خان، جمروزی، امیر محمد اور دوسرے مجاہد دوست شمشی خان بانڈہ، بانڈہ گئی اور تالاش کے اسلام پسند گروہ، شریف خان کے ساتھ کسی قسم کا تعلق زندگی بھر نہیں رکھیں گے اور جو جرگہ یہاں بلایا گیا ہے، اس کے اراکین کامل اتفاق کے ساتھ اپنی حتیٰ الوسع کوشش کے مطابق ان کے مقابلے میں اس وقت تک جہاد جاری رکھیں گے جب تک ہمارے گھروں میں ایک بھی فرد باقی نہ رہے۔ جرگے میں ہم اپنی باتوں پر صادق وامین رہیں گے اور خلاف ورزی نہیں کریں گے کیونکہ شریف خان ہمارے اللہ کے دین اور رسولؐ کے خلاف ہیں۔ نشان انگوٹھا: عمرا خان، سعد اللہ خان (سرتور فقیر) امیر محمد، جمروزے وغیرہ۔" (1886ء)

4.20 چترال پر حملہ:

غازی عمرا خان اور انگریز کے اختلافات 1894ء میں اپنے انتہا کو پہنچ چکے تھے۔ ان پر بحث کرنے سے پہلے چترال کا پس منظر دیکھنا ہے۔ ینگ ہسبینڈ کے ریلیف آف چترال کے مطابق:

"ہندوستان کے شمالی اونچے پہاڑوں میں ریاست چترال واقع ہے جو کہ ویلز سے بڑا ہے اور 1895ء کے مطابق اس کی آبادی 70 ہزار اور 80 ہزار کے درمیان ہے۔ ریاست اور دارالخلافہ دونوں کا نام چترال ہے۔ ریاست چترال جغرافیائی لحاظ سے ایک اہم ریاست ہے۔ شمالی دروں کو محفوظ رکھنے اور یہ کہ شمالی دروں کی اس طرف کیا ہو رہا ہے، پر نظر رکھنے کے لئے وائسرائے ہند نے ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے پہلی مرتبہ میجر بڈلف کو 1877ء میں مہتر چترال سے تعلقات استوار کرنے کے لئے بھیجا۔"

1885ء میں جب روس اور انگلینڈ کے درمیان جنگ کے آثار نظر آ رہے تھے، لارڈ ڈوفرین (lord dufferin) نے سر ولیم لاک ہارٹ (sir William lockhart) کو

Scanned with CamScanner

مہتر چترال سے تعلقات مزید مضبوط کرنے کے ساتھ ساتھ دفاعی نقطہ نظر سے اپنی رپورٹ پیش کرنے کو کہا۔ اس نے وہاں ایک سال گزار کر مہتر امان الملک کے ساتھ جو انگریز کا منصب دار تھا، اس کا وظیفہ 6000 روپے سالانہ سے بڑھا کر 12000 روپے سالانہ کر دیا۔ مہتر امان الملک نے اگست 1892ء تک انگریز حکومت کی خوب خدمت کی لیکن ایک دن وہ بھرے دربار میں فوت ہو گئے۔ ونسٹن چرچل اپنے کتاب "ملاکنڈ فیلڈ فورس" میں لکھتے ہیں:

"1876ء میں مہتر چترال امان الملک کو ریاست کشمیر کی حفاظت میں دیا گیا اور اس طرح وہ انگریز کے منصب دار کا منصب دار بن گیا۔ امان الملک کے لئے 6000 روپے سالانہ کا وظیفہ مقرر کیا گیا جو بعد میں 12000 روپے سالانہ تک بڑھانے کے ساتھ اس کو 1000 بندوقیں بھی دی گئیں۔ چترال اور کشمیر کی سرحد پر برطانوی فوج کے لئے گلگت ایجنسی بنائی گئی۔

امان الملک مہتر چترال وظیفے کے عوض وہی کچھ کرتا تھا جو انگریز کی خواہش تھی۔ اس کے 17 بیٹے تھے اور والد کے انتقال کے بعد سب کی نظریں اقتدار پر تھیں لیکن مہتری کے حقدار نظام الملک اور افضل الملک تھے اور یہ دونوں بھی حکومت ہند کے وظیفہ خوار تھے۔ باپ کی وفات کے وقت افضل الملک اس کے ساتھ چترال میں تھے۔ اس نے فوراً خزانے اور اسلحے پر قبضہ کر لیا اگرچہ عمر میں بڑا نظام الملک تھا جو اس وقت 160 کلو میٹر دور یاسین کا گورنر تھا۔ افضل الملک نے کئی بھائیوں کو قتل کر کے اقتدار پر قبضہ کر لیا اور اپنے بھائی نظام الملک پر حملہ کرنے کے لئے یاسین کی طرف پیش قدمی کی۔ اس حملے کے لئے اس نے قلعہ نصرت سے اپنی فوج نکالی جس کو خالی پا کر غازی عمرا خان نے قبضہ کر لیا۔

نظام الملک ایک بزدل آدمی تھا اور معمولی مقابلے کے بعد بھاگ کر اس نے گلگت میں انگریزوں کے ہاں پناہ لی۔ افضل الملک نے اقتدار سنبھال لیا اور انگریزوں نے اسے مہتر چترال تسلیم کر لیا۔ انگریزوں کا بہت زیادہ وفادار ہونے کی وجہ سے انگریز بھی اس کی تعریف

Scanned with CamScanner

کرتے نہیں تھکتے تھے۔ دو مہینے حکومت کرنے کے بعد اس نے اطمینان کا سانس لیا کہ بھائیوں کو قتل کرنے کے بعد اب اس کی حکومت کو کوئی خطرہ نہیں لیکن نومبر 1892ء میں اس کا چچا شیر افضل جو کہ افغانستاان میں پناہ گزین تھا، 100 آدمیوں کے ساتھ بدخشاں کی طرف سے چترال میں داخل ہوا۔ شیر افضل چھوٹے قد کا 50 سالہ آدمی تھا جس کے ساتھ مارٹینی بندوق ہوا کرتی تھی اور چار افراد کا ایک حفاظتی دستہ بھی ہوتا تھا۔ وہ ایک چالاک آدمی تھا۔ جس راستے سے وہ گزرتا تھا تو اور بھی لوگ اس کے ساتھ مل جاتے۔ اس نے گورز کو قتل کرتے ہوئے راتوں رات بدخشاں سے چترال تک 47 میل کا فاصلہ طے کر کے پہنچے اور قلعہ چترال میں افضل الملک پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور اقتدار پر قابض ہو گیا۔

حکومت ہند نے اس کو مہتر ماننے سے انکار کیا۔ جب نظام الملک کو خبر پہنچ گئی جو کہ ایک ڈرپوک اور بزدل انسان تھا اور اُس وقت گلگت میں انگریزوں کی پناہ میں تھا اور ان کی روزی روٹی پر گزارا کرتا تھا، اس نے ہمت پیدا کر کے کرنل ڈیورنڈ گلگت میں برطانوی ایجنٹ کو مدد کے لئے یوں لکھا کہ:

- اگر وہ مہتر چترال بن گیا تو وہ برطانوی افسروں کو مستقل طور پر چترال میں مقیم ہونے دے گا۔
- برطانوی حکومت چترال میں ٹیلیگراف سروس قائم کرے گی۔
- وہ حکومت کی ہر خواہش پوری کرنے کی پاسداری کرے گا۔

کرنل ڈیورنڈ نے نظام الملک کو 250 آدمیوں کا فوجی دستہ، دو توپ اور سو لیوی اہلکار دے کر شیر افضل کے خلاف چترال روانہ کر دیا۔ نظام الملک چترال میں داخل ہوا تو اور لوگ بھی اس کے ساتھ مل گئے۔ شیر افضل نے مقابلے کے لئے 12 سو آدمیوں کا لشکر بھیجا لیکن وہ لوگ، بھی نظام الملک کے ساتھ مل گئے۔ یکم دسمبر 1892ء کو مستوج اور دراسن بغیر کسی مشکل کے نظام الملک کے قبضے میں آ گئے۔ یہ صورتحال دیکھ کر شیر افضل افغانستان چلے گئے

Scanned with CamScanner

اور نظام الملک کو انگریزوں نے چترال کا کٹھ پتلی مہتر بنالیا۔

وہ کمزور قوتِ فیصلہ رکھنے والا ایک کمزور حکمران تھا اور اس کمزور حکمرانی کے لئے بھی اس کو ہندوستانی حکومت کی حمایت حاصل تھی۔ اس کو مزید سہارا دینے کے لئے کیپٹن ینگ ہسبینڈ بمعہ سو آدمیوں کے فوجی دستے کے ساتھ چترال بھیج دیا گیا۔ گلگت گیریژن میں ایک بٹالین فوج کا اضافہ کیا گیا اور مستوج تک کئی فوجی چوکیاں بنائی گئیں۔

دوسری طرف اقتدار سنبھالتے ہی معاہدے کی رو سے وہ اس کا پابند تھا کہ برطانوی حکومت کے فوجی مشن چترال میں جاری رہیں گے۔ اس مقصد کے لئے حکومت ہند نے سرجن میجر رابرٹسن کی سربراہی میں لیفٹیننٹ سی جی بروس، لیفٹیننٹ جے ایچ گورڈن فوجی دستے کے ساتھ چترال بھیج دیا۔ اس تاکید کے ساتھ کہ نظام الملک کو بتایا جائے کہ اس کو وہ وظیفہ اور مدد ملے گی جو اس کے باپ مہتر امان الملک کو ملتی تھی۔

یہ مشن وسط جنوری 1893ء میں چترال پہنچ گیا۔ نظام الملک انتہائی ڈرپوک، لالچی، جرأت اور عوامی پذیرائی سے خالی تھا۔ وہ صرف اس لحاظ سے اچھا حکمران تھا کہ وہ انگریزوں کا اچھا خدمت گار تھا۔ مشن کے باقی لوگ 31 مئی 1893ء کو واپس گلگت چلے گئے جبکہ گورڈن اور ینگ ہسبینڈ بمعہ اپنے فوجی دستے کے مستوج میں رہ گئے۔ مستوج کو پولیٹیکل ایجنٹ کا ہیڈ کوارٹر مقرر کیا گیا جو کہ گلگت سے 65 میل کے فاصلے پر تھا۔ امیر الملک جو نظام الملک کا بھائی تھا اور اس نے بھاگ کر جندول میں غازی عمرا خان کے ساتھ پناہ لی تھی اور غازی عمرا خان سے مدد کا طلب گار تھا اور چاہتا تھا کہ وہ موروثی اقتدار حاصل کرنے میں اس کی مدد کریں۔

غازی عمرا خان کی بیوی، امیر الملک اور شجاع الملک تینوں سگے بہن بھائی تھے اور ان کی ماں اسمار خان کی بیٹی تھی جو پختون تھی۔ امیر الملک کی عمر اس وقت 20 سال تھی۔ مئی 1894ء میں امیر الملک چترال واپس چلا گیا اور یہ مشہور کیا کہ وہ غازی عمرا خان کی جیل سے

بھاگ گیا ہے۔ نظام الملک نے اپنے بھائی کا عزت کے ساتھ خیر مقدم کیا۔

یکم جنوری 1895ء کو نظام الملک بازوں کے شکار کے لئے چترال سے 10 میل کے فاصلے پر اپنی شکار گاہ گیا۔ امیر الملک بھی اس کے ساتھ تھا۔ وہ اپنی پگڑی کو درست کرنے کے لئے جھکا تو امیر الملک نے موقع پاتے ہی اس پر گولی چلادی اور اس کو قتل کر کے اقتدار پر قبضہ کرنے کے ساتھ چترال کابینہ کے چیدہ چیدہ ممبران کو بھی قتل کر دیا۔ امیر الملک نے حکومت برطانیہ سے اپنی مہتر شپ کو تسلیم کروانے کے لئے وفد بھیجا۔

لیفٹیننٹ گورڈن اس وقت مستوج میں پولیٹیکل ایجنٹ تھا جو چترال سے تقریباً 65 میل کے فاصلے پر ہے اور واقعہ کے وقت اپنے escort کے ساتھ چترال کے دورہ پر تھا لیکن انگریز حکومت نے تاخیری حربوں سے کام لے کر 8 جنوری 1895ء کو لیفٹیننٹ بی ای ایم گورڈن نے اپنے حفاظتی دستے میں اضافہ کیا اور اس کے ساتھ 100 فوجیوں کا مسلح دستہ مستوج اور 200 فوجیوں کا اسلحہ سے لیس دستہ غذر بھیج دیا۔ 15 جنوری 1895ء کو سرجن میجر رابرٹسن بھی اپنے فوجی دستوں کی مدد کے لئے گلگت سے چترال روانہ ہوا۔ انگریز اب اپنی فارورڈ پالیسی کو عملی جامہ پہنانا چاہتے تھے چونکہ گلگت کی طرف سے راستہ دشوار گزار تھا اور موسمی حالات بھی اکثر خراب ہوتے تھے، اس لئے انگریز سامراج نے متبادل راستے پر غور شروع کیا جو کہ پشاور سے دیر کے علاقوں سے گزرتا تھا اور آسان بھی تھا اور مختصر بھی لیکن غازی عمرا خان بھی اس چال سے خوب واقف تھے کہ راستوں کے بہانے انگریز فوج سرحدات تک پہنچنا چاہتی ہے تاکہ آسانی سے ان قبائل کو قابو میں لائے اور ان تجارتی راستوں کو اپنے قبضے میں لے آئے جو ہندوستان سے بلخ، افغانستان اور بخارا جاتے ہیں۔ یہ صورتحال دیکھ کر غازی عمرا خان نے چترال تک ڈاک کی ترسیل بند کی۔ جب انگریز دستے چترال میں داخل ہوگئے تو غازی عمرا خان بھی تین ہزار سے لے کر چار ہزار مسلح فوج کے ساتھ امیر الملک کی مدد کے لئے جنوری 1895ء میں چترال کی طرف بڑھے۔

Scanned with CamScanner

امیر الملک انگریزوں سے اپنے آپ کو مہتر تسلیم کروانے کی آس لگائے بیٹھا تھا۔ دوسری طرف وہ انگریز کی مخالفت سے بھی کتراتا تھا، اس لئے اس نے غازی عمراخان کی مدد سے انکار کر دیا۔ غازی عمراخان نے قلعہ دروش پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا اور اس کو مزید مضبوط اور مستحکم کر لیا۔ چونکہ امیر الملک انگریزوں کے خلاف غازی عمراخان کا ساتھ دینے کو تیار نہیں تھا، اس لئے غازی عمراخان نے مہتر امان الملک کے بھائی شیر افضل کو دعوت دی کہ اگر آپ آکر انگریزوں کے خلاف مشترکہ طور پر لڑیں گے چترال کی مہترشپ آپ کی ہوگی اور چترال کے حقیقی حکمران غازی عمراخان ہوں گے۔

15 فروری 1895ء کو شیر افضل کابل سے آکر قلعہ دروش میں عمراخان کا اتحادی بن گیا اور چترالی بھی اب مخالفت کی بجائے غازی عمراخان کے اتحادی بن گئے۔ اب انگریز کے خلاف جندول، دیر اور چترال کا مشترکہ اتحاد وجود میں آگیا۔

24 فروری 1895ء کو رابرٹسن کو معلوم ہوا کہ شیر افضل کابل سے آکر چترال میں غازی عمراخان کا اتحادی بن گیا ہے جس پر حکومت برطانیہ سخت برہم ہوئی اور غازی عمراخان کو تنبیہہ کی کہ وہ فوراً چترال سے نکل جائیں ورنہ بصورت دیگر نتائج کے لئے تیار ہو جائیں۔ غازی عمراخان نے جواب جنگ ہی کی میں دیا۔

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم

27 فروری کو غازی عمراخان اور شیر افضل نے رابرٹسن سے مطالبہ کیا کہ شیر افضل کو مہتر چترال تسلیم کیا جائے اور اگر یہ مطالبات تسلیم نہیں کئے گئے تو غازی عمراخان ان (انگریزوں) کو چترال سے نکال دینے کے لئے پیش قدمی کرے گا۔ رابرٹسن نے جواب دیا کہ وہ ہندوستانی حکومت کی ہدایات کے مطابق اطلاع دے گا لیکن اگر اس دوران کچھ ہوا تو ذمہ داری آپ پر ہوگی۔ غازی عمراخان کو چترال میں موجود انگریز فوجی افسران، گلگت، کمشنر پشاور، اسمار سرحدی مشن کی طرف سے بار بار تنبیہہ ملتی رہی کہ چترال سے نکل جائیں لیکن

Scanned with CamScanner

انہوں نے ان کی کوئی پرواہ نہیں کی۔

امیر الملک کے ساتھ چترالی چترال سے 12 میل نیچے دروش کی طرف موجود تھے۔ غازی عمراخان نے ایک بار پھر امیر الملک کو انگریزوں کے خلاف مشترکہ لائحہ عمل اختیار کرنے کے لئے کہا لیکن وہ اب تک انگریزوں سے مہتری ملنے کا خواب دیکھ رہا تھا۔ اس لئے اس نے انگریزوں کے خلاف لڑنے سے انکار کر دیا۔ شیر افضل کے چترال آنے سے زیادہ تر چترالیوں نے امیر الملک کا ساتھ چھوڑ کر دروش قلعہ میں غازی عمراخان اور شیر افضل کا ساتھ دیا اور دروش قلعے میں جمع ہو گئے۔

جارج رابرٹسن Chitral the story of minor siege میں لکھتے ہیں کہ:

"رابرٹسن اپنے 400 فوجی دستے کے ساتھ قلعہ چترال میں داخل ہوا۔ امیر الملک سے اختیارات چھین کر اس کو مہتری سے برخاست کیا اور اس کے بھائی دس سالہ شجاع الملک کو عارضی طور پر مہتر چترال بنایا۔"

3 مارچ 1895ء کو چترالی لشکر اور جندولی فوج نے مشترکہ طور پر قلعہ چترال پر حملہ کر دیا۔ اس میں دو فوجی افسران، ایک جنرل، ایک میجر، 21 سپاہی قتل اور 28 شدید زخمی ہوئے۔ باقی فوج سراسیمگی کی حالت میں بھاگ کر قلعہ چترال میں محصور ہو گئی اور یہ محاصرہ 18 اپریل 1895ء تک جاری رہا۔ 7 مارچ کو حکومت ہند کو اپنی اس فوج کی تباہی کی اطلاع ملی۔ 14 مارچ کو انگریزوں نے غازی عمراخان کو آخری تنبیہہ کی کہ وہ یکم اپریل تک چترال سے نکل جائے، اگر انہوں نے ایسا نہیں کیا تو ان کو جبری طور پر نکال دیا جائے گا اور اس کے ساتھ لوگوں میں یہ اعلان نامہ تقسیم کیا گیا۔ سوات اور باجوڑ کے ان لوگوں کے نام جو غازی عمراخان کے حمایتی نہیں ہیں۔

"غازی عمراخان جو خود انگریزوں کو اپنی دوستی کا یقین دلاتے ہیں، نے بار بار ہماری تنبیہہ کے باوجود ریاست چترال جو کہ ریاست کشمیر کے زیر کنٹرول ریاست ہے، کے

Scanned with CamScanner

معاملات میں دخل اندازی کی اور اس نے چترالیوں پر حملہ کر کے بزور طاقت چترال میں داخل ہو گیا۔"

اب حکومت ہند نے غازی عمرا خان کو آخری تنبیہ کی کہ وہ یکم اپریل تک چترال سے نکل جائے بصورت دیگر اس کو ایسا کرنے پر بزور طاقت مجبور کیا جائے گا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے اور ہر قسم کی مزاحمت کچلنے کے لئے ہم نے پشاور میں اپنی طاقت جمع کی ہے اور یہ فوجی طاقت عمرا خان کے علاقے سے گزر کر چترال تک پیش قدمی کرے گی۔ حکومت کا مقصد چترال کو موجودہ اور مستقبل میں ہر کسی کی جارحیت سے بچانا ہے اور جب یہ مقصد حاصل ہو گا، فوجی دستے ان علاقوں سے نکال دیئے جائیں گے۔ حکومت کا یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ قبائل کے علاقوں پر قبضہ کرے یا ان کی آزادی سلب کرے۔ اگر وہ قبائل جو غازی عمرا خان کا ساتھ نہ دیں اور ہمارے فوجی دستوں پر حملوں سے باز رہیں تو ان قبائل کے خلاف کوئی جارحانہ کارروائی نہیں کی جائے گی۔"

ناوگئی خان صفدر خان کا بھائی سردار خان اور جار کے ولایت خان کے ساتھ انگریزوں کا معاہدہ ہوا کہ وہ انگریز فوجی دستوں کو سپلائی برقرار رکھیں گے اور ان کی مدد کریں گے اور اس کے بدلے ان کو 12 ہزار روپے سالانہ اور ایک ہزار بندوقیں دی جائیں گی۔

مانکی ملا اور سوات کے میاں گل عبدالحنان نے غازی عمرا خان کا ساتھ نہیں دیا۔ سمرانیزئی کے لوگوں نے اپنے علاقے سے انگریز فوجی دستوں کا آزادی سے گزرنے کا وعدہ کیا۔ تھانہ کے خان خیلوں اور زیریں سوات کے خوانین نے بھرپور وعدہ کیا کہ وہ انگریز فوجی دستوں کو اپنے علاقوں سے پر امن طور پر گزرنے میں ان کا بھرپور ساتھ دیں گے۔

ایک طرف یہ تیاریاں تھیں تو دوسری طرف حکومت کو کیپٹن راس کی کمان میں فوجی دستوں کی تباہی کی خبر پہنچ گئی جس میں کیپٹن راس ہلاک اور لیفٹیننٹ جونز شدید زخمی جبکہ 71 افراد کے فوجی دستے میں 56 ہلاک اور صرف 15 بھاگنے میں کامیاب ہوئے تھے۔

Scanned with CamScanner

اس کے ساتھ حکومت ہند کو ایڈورڈز اور فاولر کی گرفتاری اور ان کے دستوں کی تباہی کی خبر بھی پہنچ گئی۔ اس کے ساتھ 60 صندوقوں سے بھرا انگریز فوج کا اسلحہ وکارتوس بھی غازی عمرا خان کی فوج کے ہاتھ لگ گئے۔

4.21 انگریز فوج کا غازی عمرا خان پر دو اطراف سے حملہ:

17 مارچ کو غازی عمرا خان کو آخری تنبیہہ کی گئی کہ وہ چترال سے نکل جائے اور اس کے ساتھ حکومت برطانیہ نے چترال میں موجود غازی عمرا خان کی فوج پر دو اطراف سے حملے کا حکم دے دیا۔ گلگت کی طرف سے کرنل کیلے (keley) کو انگریز فوجی دستوں اور توپخانے کے ساتھ چترال پر حملے کے لئے بھیجا گیا اور جنوب یعنی پشاور کی طرف سے میجر جنرل رابرٹ لو کو چترال حملے کے لئے پیش قدمی کا حکم دیا گیا۔

یکم اپریل 1895ء کو میجر جنرل رابرٹ لو نے اپنی تین ڈویژن فوج بمعہ 39 ہزار بار برداری کے جانوروں کے ساتھ مردان میں جمع کی اور اس کے ساتھ دو مہینوں کا راشن بھی ساتھ لیا جبکہ راولپنڈی اور ایبٹ آباد کی دو ڈویژن فوج کو محفوظ (reserve) رکھا گیا۔ دوسری طرف امیر الملک نے بر اس میں جب اپنے بھائی کو قتل کر دیا تو اس کے ساتھ غازی عمرا خان کو بھی امداد کے لئے خط لکھا کیونکہ اسے یقین تھا کہ حکومت ہند اس سے نظام الملک کا بدلہ لے گی۔ امیر الملک اس وقت بھی شیر افضل کا حمایتی تھا جب وہ 1893ء میں چترال پر قبضہ کر کے مہتر بنا تھا اور جب شیر افضل کو شکست ہوئی اور وہ کابل جا رہا تھا تو امیر الملک نے اپنے بہنوئی غازی عمرا خان کے ساتھ جندول میں پناہ لی اور جب واپس چترال جا کر یہ مشہور کیا کہ وہ غازی عمرا خان کی جیل سے فرار ہو گیا ہے تو نظام الملک نے اس کا خیر مقدم عزت کے ساتھ کیا اور اسے اپنے ساتھ رکھا۔

امیر الملک نے اب گورنری کا مطالبہ کیا جس سے انکار کر دیا گیا۔ چونکہ نظام الملک کے ساتھ برطانوی فوجی دستہ موجود ہوتا تھا جس پر چترالی ناخوش تھے اور ان کا فیصلہ یہ تھا کہ

Scanned with CamScanner

پہلے نظام الملک کو امیر الملک کے ذریعے راستے سے ہٹایا جائے اور اس کو عارضی مہتر بنا دیا جائے پھر یہ شیر افضل کے مقابلے میں مستعفی ہو جائے۔ اس منصوبے پر غازی عمرا خان اور امیر الملک دونوں متفق تھے لیکن امیر الملک نے اقتدار پر قبضہ کرنے کے ساتھ گورڈن چترال میں موجود پولیٹیکل ایجنٹ سے مطالبہ کیا کہ اسے مہتر چترال تسلیم کیا جائے۔ گورڈن کی کامیاب سفارتکاری نے امیر الملک کو اس لالچ میں ڈال دیا کہ ہو سکتا ہے کہ اسے ہی مہتر چترال بنایا جائے اور اسی امکان کی وجہ سے اس میں بھی مہتر بننے کا جذبہ بیدار ہوا اور اس اطلاع کے ساتھ کہ شیر افضل کے آنے سے امیر الملک مہتر شپ چھوڑ دے گا، زیادہ تر لوگ امیر الملک سے علیحدگی اختیار کر کے شیر افضل کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔

دوسری طرف امیر الملک نے اپنے ناپسندیدہ لوگوں کو قتل کرنے کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کیا اور امیر الملک کے ساتھ وہ نوجوان جنہوں نے اقتدار کا مزہ چکھا تھا، وہ اب اقتدار چھوڑنے کے موڈ میں نہیں تھے۔ اس لئے غازی عمرا خان کو لکھا کہ "کہ ہمیں آپ کی ضرورت نہیں" اور ہندوستانی حکومت سے روابط اور تیز کر دیئے۔ اس کے ساتھ امیر الملک نے گورڈن کو خوش کرنے کے لئے اس کے حفاظتی دستے میں اضافے کی بھی منظوری دے دی۔

امیر الملک اب ہر وہ کام کرنے کے لئے تیار تھا جس سے وہ انگریزوں کے لیے قابل قبول بن سکتا تھا لیکن انگریز امیر الملک کی کوششوں کے باوجود اسے قبول کرنے پر راضی نہیں تھے کیونکہ اس کی حیثیت غازی عمرا خان کی کٹھ پتلی کی تھی اور یہ ان کے مقرر شدہ منصب دار نظام الملک کا قاتل بھی تھا۔ اس کے ساتھ سر جارج رابرٹسن کو حکم دیا گیا کہ وہ چترال جا کر خود ان معاملات کا جائزہ لیں۔

اس دوران ضلع یاسین کے علاوہ سارے چترال نے امیر الملک کی حکمرانی تسلیم کی تھی جبکہ ضلع یاسین والے براہ راست انگریز حکمرانی کے حق میں مظاہرے کر رہے تھے۔ 15

Scanned with CamScanner

جنوری کو 1895ء کو رابرٹسن چترال کے لئے روانہ ہوا جبکہ 25 جنوری 1895ء کو غازی عمرا خان تین ہزار سے لے کر چار ہزار فوجیوں کے ساتھ چترال میں داخل ہوا اور امیر الملک کو خط لکھا کہ وہ وادئ بشغال میں کافروں کے خلاف جہاد کے لئے نکلے ہیں۔ چترالیوں کے ساتھ اس کی کوئی دشمنی نہیں۔ البتہ اگر امیر الملک نے اس کے ساتھ شامل ہو کر اس کی مدد نہیں کی تو اس کو نتائج بھگتنے ہوں گے۔

26 جنوری کو غازی عمرا خان نے دروش قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ چونکہ غازی عمرا خان ڈیورنڈ کمیشن خصوصاً اسمار اور کنڑ کی حد بندی پر غصہ اور غیر مطمئن تھے اور انگریزوں کو ان کے ممکنہ حملے کا خدشہ تھا، اس لئے انہوں نے 1893ء میں غازی عمرا خان کو خبر دار کیا تھا کہ وہ چترال میں جارحیت سے باز رہے۔

27 جنوری 1895ء کو غازی عمرا خان نے کالاش کے گاؤں اٹڑوں کو نذر آتش کر کے قلعہ دروش کی طرف پیش قدمی کی اور اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ جس میں 30 چترالی قتل اور تقریباً اتنے زخمی ہوئے۔ اب قلعہ چترال اور دروش کا درمیانی فاصلہ 25 میل تھا۔ رابرٹسن نے غازی عمرا خان کو احتجاجی خط لکھنے کے ساتھ اس کے مقابلے کی بھی تیاری شروع کی لیکن اب انگریز فوجی دستوں کو رسد اور اسلحہ پہنچانے کے لئے نہ باربرداری کے جانور دستیاب تھے اور نہ ہی قلی۔ کیونکہ چترالی عوام نے انگریزوں کے ساتھ تعاون سے انکار کیا تھا۔ رابرٹ سن نے 100 افراد پر مشتمل فوجی دستہ ٹون شینڈ اور وٹ چرچ کی نگرانی میں چترال بھیج دیا۔ جبکہ 28 جنوری کو دوسرا دستہ جو 133 فوجیوں پر مشتمل تھا، ہارے کے زیر کمان چترال روانہ کیا۔ یہ سپلائی مستوج سے کی جاتی تھی کیونکہ یہاں انگریز فوج کی چھاؤنی اور پولیٹیکل ایجنٹ کا دفتر تھا۔

گورڈن قلعہ چترال میں اور غازی عمرا خان قلعہ دروش میں تھے۔ اب انگریزوں کو چترال میں موجود اپنے فوجی دستوں کی فکر لاحق ہوئی۔ غازی عمرا خان انگریزوں تک کمک اور

Scanned with CamScanner

رسد کی رسائی روکنے کے لیے راستے بند کرنے کی کوشش میں تھے اور انگریزوں کے ساتھ یہی ایک راستہ تھا کہ غازی عمراخان کے پہنچنے سے پہلے قلعہ چترال تک پہنچ جائے۔

30 جنوری 1895ء کو غازی عمراخان نے گورڈن سے ملاقات کے لئے پختون عمائدین کا ایک وفد چترال بھیجا جو راستے میں امیر الملک کے ہاتھوں گرفتار ہوا۔ 31 جنوری 1895ء کو رابرٹ سن بمعہ اپنے فوجی وفد کے چترال پہنچ کر گورڈن سے ملا۔ امیر الملک چترال کے قلعے سے 16 کلومیٹر نیچے کی طرف غیرات کے مقام پر تعینات تھے اور غازی عمراخان یہاں سے 10 میل کے فاصلے پر دروش میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ امیر الملک کی تعیناتی کا مقام فوجی نقطہ نگاہ سے اس لئے اہم تھا کہ مخالف لشکر کی موجودگی میں غازی عمراخان اسی جگہ سے چترال میں آسانی سے داخل نہیں ہو سکتے تھے۔

امیر الملک غیرات میں رابرٹ سن سے نہیں ملے اور بہانہ بنایا کہ وہ جنگی ذمہ داریوں میں مصروف ہیں جبکہ شجاع الملک ان کا بھائی مستوج سے رابرٹ سن کے ساتھ ہی تھا۔ جس کی عمر اس وقت تقریباً10 سال تھی۔ امیر الملک بھی اسی شش و پنج میں مبتلا تھے کہ انگریزوں کا ساتھ دیں یا پھر غازی عمراخان کا۔ اس کے ساتھ یہ خدشہ بھی تھا کہ اگر چترال آجائے تو اسے اپنے بھائی نظام الملک کے قتل کا کفارہ بھی ادا کرنا ہوگا۔ انگریز فوج قلعہ چترال پر قبضہ کرکے موسمی حالات سے محفوظ ہو گئی جبکہ غازی عمراخان کی بہت بڑی فوج کھلے میدان میں موسلادھار بارش کے رحم و کرم پر تھی۔

جارج رابرٹسن کی کتاب Chitral the story of minor siege کے مطابق:

"3 فروری 1895ء کو کیمبل اور ٹاؤن شینڈ بمعہ اپنے فوجی دستے کے غیرات بھیج دیئے گئے یہ جانکاری حاصل کرنے کے لئے کی غازی عمراخان کے ممکنہ حملے کی مزاحمت کیسے کریں۔ غیرات میں امیر الملک، قلعے میں موجود شہزادوں اور وہاں کے لوگوں کو انگریزوں نے اعتماد میں لیا یہ باور کرا کے کہ انہوں نے قلعہ چترال پر قبضہ محض چترالیوں کی مدد

کے لئے کیا ہے اور ہندوستانی حکومت چترال پر قبضے کا ذرا برابر ارادہ نہیں رکھتی۔یوں انگریزوں نے عملاً قبضہ کر لیا لیکن کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔3 فروری کی شام امیر الملک چار پانچ آدمیوں کے وفد کے ساتھ رابرٹ سن سے ملاقات کے لئے چترال آئے لیکن وہ ایک کند ذہن اور بیوقوف نوجوان تھا جس میں اپنی مدعا بیان کرنے اور دوسروں کی سننے کی صلاحیت نہیں تھی۔البتہ وفد نے اپنا مدعا پیش کیا کہ غیرات میں موجود امیر الملک کے لشکر کی حوصلہ افزائی کے لئے رابرٹ سن اپنا ایک فوجی دستہ وہاں بھیج دیں۔رابرٹ سن راضی نہ ہوا کیونکہ اسے پتا تھا کہ قلعے پر قبضے کی وجہ سے چترالیوں میں غم اور غصہ موجود ہے۔"

امیر الملک شجاع الملک کو ساتھ لے کر غیرات آگئے کیونکہ اسے خدشہ تھا کہ کہیں انگریز شجاع الملک کو مہتر نہ بنالیں۔انگریزوں نے لوگوں کے مشوروں اور مزاحمت کے باوجود تمام قوت قلعہ چترال میں جمع کر کے اپنا قبضہ مضبوط کر لیا اور اپنی لیے خوراک ذخیرہ کرنا شروع کیا۔امیر الملک نے رابرٹ سن سے ملاقات کے دوران کہا کہ قلعے کا جنوبی حصہ میرے اور میری خواتین کے لئے مختص کیا جائے جس پر کوئی توجہ نہ دی گئی۔البتہ بعد میں رابرٹ سن اور امیر الملک اس بات پر متفق ہو گئے کہ غیرات کی طرف انگریز فوج کا دستہ بھیج دینا چاہیے تاکہ امیر الملک کے لشکر کا حوصلہ بڑھ جائے۔ 15 فروری 1895ء کو ٹاؤن شینڈ کی کمان میں کشمیری دستہ غیرات بھیج دیا گیا۔ 17 فروری کو رابرٹ سن اور امیر الملک غیرات میں چترالیوں کو یہ یقین دلانے گئے کہ ہم مشترکہ طور پر ریاست چترال کا دفاع کر رہے ہیں۔18 فروری 1895ء کو جب گورڈن کی کمان میں فوجی دستہ غیرات سے چلا گیا تو وہاں غازی عمراخان کے فوجی دستے کے ساتھ جھڑپ شروع ہوئی اور یہ غازی عمراخان اور انگریزوں کے درمیان باقاعدہ جنگ کی ابتدا تھی۔غیرات میں انگریز فوجی دستوں کی کمان کیمبل نے سنبھالی اور رابرٹ سن کو امیر الملک اور کیمبل دونوں نے اطلاع دی کہ شیر افضل قلعہ دروش پہنچ گئے ہیں۔

Scanned with CamScanner

20 فروری 1895ء کو رابرٹ سن نے ایک طرف غازی عمرا خان سے خط و کتابت جاری رکھی اور دوسری طرف بیرڈ کو حکم دیا کہ وہ 100 آدمیوں کے فوجی دستے کے ساتھ کیمبل کی مدد کے لئے غیرات پہنچ جائے۔ 24 فروری 1895ء میں رابرٹ سن کو ہندوستانی حکومت کا مراسلہ ملا یہ آخری تنبیہہ کر کے کہ چترالیوں کی مالی و اخلاقی مدد کرتے ہوئے غازی عمرا خان کو چترال سے نکال دو۔ رابرٹسن نے اسی مراسلے کی روشنی میں غازی عمرا خان اور شیر افضل کو تنبیہہ بھیج دی۔ ابھی تک انگریزوں نے امیر الملک کو مہتر تسلیم نہیں کیا تھا اور نہ ہی کسی صورت کر رہے تھے اور تاخیری حربے کے طور پر اسے یہ کہتے تھے کہ "آپ کی بات وائسرائے ہند سے کی جائے گی۔"

- رابرٹ سن نے شیر افضل کو پیغام بھیجا کہ اس کے ساتھ قلعہ چترال میں ملے لیکن عین اسی دوران وہ امیر الملک کے ساتھ غیرات میں موجود شیر افضل کے ہمراہ قلعہ دروش چلے گئے اور غیرات میں امیر الملک کی حفاظت کے لئے کیمبل کا فوجی دستہ اور کچھ چترالی رہ گئے۔

27 فروری کو غازی عمرا خان کا بھیجا ہوا پختون وفد رابرٹ سن سے قلعہ چترال میں ملا اور اسے کہا کہ:

- قلعہ چترال مہتر چترال کے لئے مختص ہے لہٰذا ان کے لئے خالی کر دے۔
- شیر افضل کو مہتر چترال تسلیم کیا جائے۔
- شیر افضل کے لئے وظیفہ مقرر کیا جائے۔
- تمام برطانوی فوجی افسران چترال سے نکل جائیں۔
- علاقائی خبر نویس اور پنجابی ڈاکٹر کے علاوہ کوئی یورپی چترال میں نہیں رہے گا۔

اگر یہ شرائط منظور نہیں تو غازی عمرا خان کو کوئی بھی پیش قدمی سے نہیں روک سکتا۔ رابرٹ سن نے جواب نفی میں دیا۔ اسی تاریخ کو انگریز فوج غیرات میں کچھ چترالیوں کے ساتھ تعینات تھی جن پر غازی عمرا خان کے حملے کے سائے چھائے رہتے تھے۔ زیادہ چترالی

Scanned with CamScanner

اپنے مورچوں اور دفاعی پوزیشن کو چھوڑ کر دروش میں غازی عمرا خان اور شیر افضل کے لشکر کے ساتھ مل چکے تھے۔ انگریزوں کو یہ توقع تھی کہ غازی عمرا خان کو حملے کے لئے انگریزوں تک پہنچنے میں 24 گھنٹے لگیں گے اور انگریز فوج آسانی کے ساتھ بھاگ کر قلعہ چترال میں پناہ لے سکے گی جہاں آٹھ سو انگریز پلس چترالی فوج کے دستے تعینات تھے۔ جارج رابرٹسن کے مطابق:

"28 فروری 1895ء کو امیر الملک کانپتے ہوئے آئیون میں رابرٹسن سے ملے۔ حالات کی نزاکت کو دیکھ کر رابرٹسن نے اسے عارضی طور پر مہتر تسلیم کر لیا تاکہ چترالی اس کے حکم کی تعمیل کریں۔ اسی تاریخ کو انگریز فوجی دستوں اور امیر الملک نے غیرات خالی کر دیا جس پر غازی عمرا خان کی فوج نے بڑی آسانی کے ساتھ قبضہ کر لیا۔ اس دن مستوج تک جتنے راستے جاتے تھے، ان پر بھی شیر افضل اور غازی عمرا خان کے مشترکہ لشکر نے قبضہ کر لیا اور امیر الملک اب انگریزوں کی کڑی نگرانی میں تھے۔ اس نے رابرٹسن کو تجویز دی کہ وہ چترال سے نکل کر مستوج میں مزید کمک کا انتظام کر لے لیکن اس تجویز کو ٹال دیا گیا اور رابرٹسن نے اپنے تمام فوجی دستے قلعہ چترال میں جمع کر کے محدود کر دیے۔"

28 فروری 1895ء کو قلعہ چترال میں موجود فوج نے قلعہ مستوج سے اسلحہ و کارتوس مانگا جبکہ دوسری طرف دروش میں غازی عمرا خان کے فوجی دستے موجود تھے۔ یکم مارچ کو 40 فوجیوں کے دستے اسلحے اور کارتوس کے 60 صندوقوں کے ساتھ روانہ کر دیے گئے۔ اس دستے کی حفاظت کے لئے کیپٹن راس کی کمان میں 113 فوجیوں کا لشکر مستوج سے روانہ ہوا۔ 5 مارچ کو ایڈورڈ اور فاولر کے فوجی دستے اسلحہ و کارتوس لے کر چترال کی جانب گامزن ہوئے۔ 7 مارچ کو کورغ میں کیپٹن راس اور جونز کے فوجی دستوں پر ایک ہزار مجاہدین نے حملہ کیا جس میں کیپٹن راس اپنے چالیس فوجیوں سمیت ہلاک ہو گیا جبکہ کیپٹن جونز زخمی ہو کر دوسرے 9 زخمیوں کے ساتھ بھاگ گیا۔ 2 مارچ 1895ء کو کیپٹن راس کی سربراہی میں

ایچ.جی جونز کیپٹن بریٹرٹون نے 100 آدمیوں کے ساتھ لاسپور سے چترال کی طرف پیش قدمی شروع کی۔

2 مارچ 1895ء کو انگریزوں نے امیر الملک کو مہتر شپ سے برخاست کیا اور 10 سالہ شجاع الملک کو مہتر چترال بنا کر اس کی حفاظت کی ذمہ داری ٹاون شینڈ کو دی۔ نظام الملک کے قاتل کو کیپٹن کیمبل نے گرفتار کر کے دریا کے کنارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

2 مارچ 1895ء کو شیر افضل بہت بڑی طاقت کے ساتھ آئیون میں موجود تھا۔ رابرٹسن نے اس کو شجاع الملک کی مہتری سے خبردار کرتے ہوئے ایک دھمکی آمیز خط بھیجا۔ اس وقت شیر افضل کے ساتھ 12 سو افراد کا لشکر موجود تھا جس میں غازی عمرا خان کے پانچ سو جندولی تربیت یافتہ فوجی تھے۔ جن کے ساتھ پیتے بندوقیں تھیں جبکہ باقی فوج یوبندی بندوقوں سے لیس تھی۔

3 مارچ 1895ء کو چترال میں انگریزوں اور غازی عمرا خان کے فوجی دستوں کے درمیان جنگ ہوئی جس میں انگریز بھاگ کر قلعہ چترال میں محصور ہو گئے اور غازی عمرا خان کی فوج نے ان کا محاصرہ کر لیا۔

3 مارچ 1895ء کو چترالی شہزادے یادگار بیگ نے شیر افضل کے خطوط رابرٹسن کو پہنچائے جن میں شیر افضل کو مہتر بنانے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ رابرٹسن نے یادگار بیگ کے ساتھ تنہائی میں گفتگو کی اور بہت سارے تحائف پیش کئے جو ایک قسم کی رشوت تھی۔ یادگار بیگ نے اس کے بدلے شیر افضل کی کمزوریوں کی ساری کہانی سنادی۔

3 مارچ کو شیر افضل چار ہزار مسلح فوجی دستے کے ساتھ قلعہ چترال کے قریب پہنچ گئے جس کو روکنے کے لئے کیمبل کی سربراہی میں کیپٹن ٹاون شینڈ، بیرڈ دو سو فوجیوں کے ساتھ مقابلے کے لئے قلعے سے باہر نکلے۔ دونوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ چترالی خواتین اوپر سے انگریز فوج پر پتھر برسانے لگیں۔ انگریز فوج تین اطراف سے گھری ہوئی تھی، ہر طرف

Scanned with CamScanner

سے گولیوں اور پتھروں کی بارش جاری تھی۔ وہ بھاگ کر قلعے کے اندر محصور ہو گئے۔ بیرڈ، وائٹ چرچ اور اس کی ساری رجمنٹ غائب تھی۔ اس میں ٹاون شینڈ، کیمبل، رابرٹسن اور بیرڈ زخمی جبکہ دو کشمیری افسر بمعہ 19 فوجیوں کے ہلاک ہوئے۔ قلعے میں موجود شہزادے اور چترالی اس انتظار میں تھے کہ کس کا پلڑا بھاری ہو اور وہ ان کے ساتھ شامل ہو جائے۔ غازی عمرا خان کی برتری کو دیکھ کر وہ قلعہ سے بھاگ کر غازی عمرا خان کی فوج کے ساتھ مل گئے۔

4 مارچ 1895ء کو انگریز فوج کا محاصرہ شروع ہوا۔ 5 مارچ کو انگریزوں نے قلعے کی حفاظت سخت کر دی۔ انگریز فوج کے ساتھ فی کس فوجی مارٹینی کے لئے تین سو گولیاں تھیں اور فی کس سنائیڈر بندوق کے لئے دو سواسی گولیاں موجود تھیں۔ خوراک کی کمی کی وجہ سے دس سالہ مہتر چترال شجاع الملک نے اپنے ذاتی گوداموں کا غلہ انگریزوں کے حوالے کر دیا۔ غلہ پیسنے کے لئے واحد چکی کا پتھر خراب ہونے کے باعث آٹے میں ریت کے ذرات کی وجہ سے انگریز فوج پیچش اور معدے کی بیماری میں مبتلا ہو گئی۔ اب غذائی قلت کی وجہ سے انگریز فوج کے 550 بندوں میں صرف 340 فوجی تندرست و توانا تھے۔ 80 مربع گز میں 550 آدمی 47 دن تک محصور رہے جہاں صفائی کے ناقص انتظام کی وجہ سے ہر طرف بدبو پھیلی ہوئی تھی۔

5 مارچ 1895ء کو عبد الغنی خان مست خیل اور عبد المجید خان مست خیل کی کمان میں بہترین اسلحے سے لیس ایک ہزار فوجی چترال پہنچ گئے۔ عبد المجید خان غازی عمرا خان کا سپہ سالار، چچازاد بھائی اور فیض طلب خان کا نواسا تھا جو ایک مضبوط، خوش باش اور بے تکلف چہرے کا مالک تھا۔ اس کے مضبوط عضلاتی بازو تھے اور ایک عظیم جنرل کی حیثیت سے شہرت رکھتا تھا۔ عبد الغنی خان عمرا خان کا نائب سپہ سالار اور فیض طلب خان کے بڑے بھائی کا نواسا تھا اور سید احمد خان مست خیل کا چچا تھا۔ رابرٹسن کو دو خطوط بھیجے گئے۔ ایک

Scanned with CamScanner

شیر افضل کی طرف سے اور دوسرا عبدالغنی اور عبدالمجید کی طرف سے، دونوں کا مدعا ایک ہی تھا کہ شیر افضل کو مہتر چترال تسلیم کیا جائے۔ انگریز چترال سے نکل کر واپس گلگت چلے جائیں تو دونوں خوانین گلگت جاتے ہوئے انہیں محفوظ راستہ فراہم کریں گے۔ خطوط لانے والے قاصد سے انگریزوں نے بہت سی معلومات حاصل کیں اور اس کو پیسے بطور تحفہ دے دیئے۔ اس سے پیسوں کی شکل میں ایک نئی پالیسی کی ابتدا کی گئی کیونکہ اب شکست خوردہ انگریز فوج جنگ سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے اس کو طول دینا چاہتی تھی۔

5 مارچ کو ایڈورڈ اور فاولر کے فوجی دستے نے بھی چترال کی طرف پیش قدمی شروع کی۔ 6 مارچ کو انہوں نے اطلاع دی کہ ریشون میں لوگ ان پر حملہ کرنے کے لئے جمع ہو رہے ہیں۔ 6 مارچ 1895ء کو غازی عمرا خان کا دیوان (وزیر اعظم، وزیر مال، وزیر خزانہ) جو ہندو تھا اور غازی عمرا خان کا رازدار تھا، رابرٹسن سے ملا۔ اس نے بتایا کہ غازی عمرا خان کی خواہش ہے کہ آپ یا تو اسمار چلے جائیں یا گلگت، دونوں صورتوں میں محفوظ راستہ دیا جائے گا۔ شام 6 بجے رابرٹسن اور دیوان کے درمیان مذاکرات جاری رہے لیکن بے ثمر ختم ہوئے۔ انگریزوں نے قلعہ میں اپنی پوزیشن کو مزید مستحکم کرنا شروع کر دیا۔ غازی عمرا خان کا یہی دیوان (وزیر اعظم / مشیر مال / بینکر) 18 اپریل 1895ء کو قلعہ منڈہ میں انگریزوں کے ساتھ موجود تھا اور اس سے انگریز فوجی افسر غلے کی فراہمی کا معاہدہ کر چکے تھے۔ یہ وہی دیوان اور ہندو وزیر اعظم تھا جو غازی عمرا خان کے ساتھ اسمار بھی جا چکا تھا اور وہاں سے واپس آکر اپنی مکاری اور بد معاشی کی وجہ سے انگریزوں کا آلہ کار بن گیا۔

7 مارچ 1895ء کو ریشون میں ایڈورڈ کے دستوں اور غازی عمرا خان کی فوجیوں کے درمیان لڑائی شروع ہوئی۔ رابرٹسن نے اپنا جاسوس مستوج بھیجنے کی کوشش کی جس نے جا کر شیر افضل کو سب کچھ بتا دیا۔ اس نے مزید تین قاصد بھیجے جو راستے میں گرفتار ہو گئے۔

9 مارچ 1895ء کو ریشون میں سخت جنگ کے بعد ایڈورڈ اور فاولر کے دستوں کا محاصرہ کیا

Scanned with CamScanner

گیا۔ 11 مارچ کو دیوان پھر غازی عمراخان اور شیر افضل کے خطوط رابرٹسن کے پاس لے آیا اور قلعے سے باہر ملاقات کی دعوت دی جس پر رابرٹسن تیار نہیں ہوا۔ 12 مارچ 1895ء کو غازی عمراخان کی فوج نے انگریزوں کے مضبوط پوزیشن نسا گل پر حملہ کیا۔ یہ رمضان کا مہینہ تھا غازی عمراخان اور شیر افضل کے مشترکہ لشکر چترال میں مختلف محاذوں پر انگریزوں کے ساتھ نبرد آزما تھے۔ ہر محاذ پر انگریزوں کو پسپائی اور مکمل تباہی کا سامنا تھا۔

16 مارچ کو کورغ میں بھی برطانوی فوج اور غازی عمراخان کے ملیشا کے درمیان جنگ جاری تھی جس میں ایک انگریز سپاہی جونز سمیت 9 سپاہی زخمی ہوئے۔ کیپٹن راس کے دستے اور مجاہدین کے درمیان کورغ میں شدید لڑائی کے بعد راس اور اس کے بیس آدمیوں میں صرف چودہ آدمی زخمی ہونے کے بعد فرار ہونے کامیاب ہوگئے۔ باقی سب قتل ہوگئے اور بہت سا اسلحہ و کارتوس غازی عمراخان کی فوج کے ہاتھوں لگا۔ اس کے ساتھ اوائی کے محاذ پر بھی جنگ جاری تھی جس میں انگریز فوج کو پسپا ہونا پڑا اور قلعہ مستوج پہنچ کر قلعہ بند ہوگئے۔

15 مارچ 1895ء کو اسی مقام کے نزدیک ریشون گاؤں میں جو اُس وقت 200 گھروں پر مشتمل تھا۔ یہاں سے محمد عیسیٰ، شیر افضل بھائی یادگار بیگ وغیرہ کی کمان میں ایڈورڈ اور فاولر تین سپاہیوں کے ساتھ گرفتار کئے گئے۔ ایڈورڈ کا 60 افراد پر مشتمل فوجی دستہ قتل ہوا جن میں کچھ فوجی زخمی بھی ہوئے تھے۔ ان سے 60 اسلحہ و کارتوس سے بھرے صندوق بھی قبضے میں لیے گئے۔

17 مارچ 1895 کو عبدالغنی خان اور عبدالمجید خان نے رابرٹسن کو لکھا کہ شیر افضل کی شرائط مان لی جائیں۔ اسے مہتر چترال تسلیم کیا جائے۔ قلعے کو خالی کر کے گلگت چلے جائیں۔ وہاں تک محفوظ راستہ دینا ہمارے دو خوانین کا کام ہے۔ شیر افضل کے مہتر بنتے ہی جندولی لشکر اپنے گھروں کو واپس چلا جائے گا۔ مزید کہا کہ انگریزوں کی چترال میں جارحیت باجوڑ

Scanned with CamScanner

میں جارحیت کے برابر ہے اور تمام باجوڑی اپنی عزت کے لئے آخری دم تک لڑیں گے۔ اگر آپ نہیں مانتے تو ہم قلعہ کے گرد محاصرہ تنگ کر کے آپ پر حملہ کر دیں گے۔ چونکہ شیر افضل صرف غازی عمرا خان کا آلہ کار تھا اور اس کو یہ اختیار بھی نہیں تھا کہ دونوں خوانین (عبدالمجید خان اور عبدالغنی خان) کی غیر موجودگی میں انگریز سفیر سے ملاقات کر سکے۔ رابرٹسن نے اس کے جواب میں لکھا کہ صاف صاف بتایا جائے کہ اگر میں یہ قلعہ خالی کر دوں تو کون مجھے ضمانت دے گا کہ میرے فوجی دستوں پر کوئی حملہ نہیں کرے گا۔ اس کے جواب میں شیر افضل نے لکھا کہ تمام بحث و مباحثہ اور فیصلہ غازی عمرا خان کی موجودگی میں قلعہ دروش میں ہو گا۔

19 مارچ 1895ء کو دونوں خوانین نے رابرٹسن کو لکھا کہ وہ فوراً براستہ جندول یا سوات پشاور چلے جائیں ہم آپ کو اور آپ کے سپاہیوں کو محفوظ راستہ دیں گے لیکن اس دوران امیر الملک اور شجاع الملک کی والدہ اسمار بی بی (جو غازی عمرا خان کی اپنی ساس اور اسمار خان کی بیٹی تھی جو پختون تھی) نے رابرٹسن پر زور دیا کہ وہ کسی صورت قلعے کو خالی نہ کریں۔ جس پر رابرٹسن نے دونوں خوانین کے خط کا جواب نفی میں دیا۔ اسی تاریخ کو باقی انگریز جو چترال کے مختلف حصوں میں تھی قلعہ مستوج میں محصور ہو گئی۔

20 مارچ کو رابرٹسن نے شیر افضل کو خط لکھا کہ ہمیں اپنے قیدیوں کے بارے میں بتایا جائے۔ شیر افضل اور دونوں خوانین نے رابرٹسن کو بتایا کہ آج سہ پہر وہ پُل کے اوپر ایڈورڈ اور فاولر سے ملاقات کر سکتے ہیں۔ مزید اسے لکھا کہ وہ فوراً جندول کے راستے سے اپنے فوجیوں کو لے کر پشاور چلے جائیں۔ رابرٹسن نے لکھا کہ ہم مستوج کے راستے جانا چاہتے ہیں بشرطیکہ:

- ہمارے قیدیوں کے ساتھ اچھے سلوک کی یقین دہانی کرائی جائے۔
- ہمارے 50 آدمی بیمار ہیں ان کا کیا بنے گا؟

Scanned with CamScanner

- ہمارے ساتھ گودام میں بہت ساری چیزیں ہیں، ان کے لے جانے کا کیا بندوبست ہوگا؟

19 مارچ کو ایڈورڈ اور فاولر چترال لائے گئے۔ دونوں خوانین کی موجودگی میں کلرک امیر علی نے ان سے ملاقات کی۔ رابرٹسن اور دونوں خوانین کے درمیان تحائف کا تبادلہ ہوا۔ چترال قلعے سے اِن کے لئے سگریٹ، چینی، پلیٹس وغیرہ بھیج دیے گئے۔ گل ولی غازی عمراخان کی طرف سے جاسوس تھا اور اس کا کام یہ تھا کہ دونوں خوانین کے ہر فعل اور ہر کام پر نظر رکھ کر غازی عمراخان کو اطلاع دیا کرے (گل ولی غازی عمراخان کا ایک بااعتبار آدمی تھا) اس وجہ سے دونوں خوانین غازی عمراخان سے ڈرتے تھے۔ پھر ایڈورڈ اور فاولر کی ملاقات اپنے 12 قیدی سپاہیوں سے کرائی گئی۔ ان میں 2 قیدیوں کو اجازت مل گئی کہ ان دونوں کے لئے کھانا پکانے کا بندوبست کریں۔ 23 مارچ کو قلعہ چترال خبر پہنچ گئی کہ انگریز فوجی دستے مستوج کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ غازی عمراخان کا دیوان پھر گورڈن اور رابرٹسن سے ملا اور ان کو قلعہ جندول کی طرف جانے کے لئے کہا گیا۔ جواب نفی میں ملا اور دیوان کو پیسے دے کر رخصت کیا گیا۔ 25 مارچ کو دونوں قیدی قلعہ دروش میں غازی عمراخان کے حوالے کئے گئے۔ غازی عمراخان کے حسن سلوک اور رویئے سے وہ اتنے مطمئن ہوگئے کہ دلوں سے غازی عمراخان کے ہاتھوں قتل ہونے کا خوف ختم ہوگیا۔ اگرچہ قلعے میں خوراک کی کمی کے علاوہ کمروں میں اندھیرا اور کیڑے مکوڑے تھے لیکن دونوں قیدی وہاں خوش اور مطمئن تھے۔

22 مارچ کو وادئ لاسپور میں دونوں فوجوں کے درمیان شدید جھڑپ ہوئی جس میں دونوں اطراف سے بہت سے سپاہی قتل اور زخمی ہوئے اور انگریز فوج ہزیمت خوردہ ہو کر قلعہ مستوج میں محصور ہوگئی۔ اسی دن دیوان پھر رابرٹسن سے ملا اور اسے زور دے کر کہا کہ قلعہ خالی کردو ورنہ بھوک سے مر جاؤ گے۔ طویل ملاقات کے بعد دیوان ناکام مگر خوش واپس

لوٹ گیا۔

عمراخانی لشکر کو ایڈورڈ اور فاولر کی تباہی سے جو اسلحہ ملا تھا، انگریز اس کی تاک میں تھے اس لئے انہوں نے جاسوس بھیج کر سازباز کی غرض سے دونوں خوانین کو قیمتی گھڑیوں کے تحفے دیے۔ حکومت ہند نے دونوں اطراف سے چترال پر حملے کا فیصلہ کیا۔ جنوب میں پشاور کی طرف سے جنرل لو کی کمان میں تین بریگیڈ فوج اور 39 ہزار باربردار جانوروں کے ساتھ ملاکنڈ کی طرف سے حکم دیا گیا اور شمال مشرق میں گلگت کی طرف سے کرنل کیلئے(keley) کی کمان میں چترال پر حملے کا حکم دیا گیا۔

قلعہ چترال میں رابرٹسن نے ایڈورڈ اور فاولر کے بدلے دونوں خوانین کو پیشکش کی کہ اگر وہ ان دونوں کو رِہا کرا دیں یا قلعہ چترال بھیج دیں تو وہ اس کے بدلے انہیں سونا دیں گے۔ یہ سونا شجاع الملک نے رابرٹسن کے حوالے کیا تھا لیکن خوانین نے لینے سے انکار کر دیا کہ اس کی وجہ سے ہم تمام مسلمان دنیا میں بدنام ہو جائیں گے اور دوسری بات یہ کہ ہم غازی عمراخان کے غصے سے کیسے بچ سکیں گے۔ ہر جگہ غازی عمراخان کے گل ولی کی طرح جاسوس تھے جو ہر بات غازی عمراخان تک پہنچاتے تھے۔

15 مارچ سے 22 مارچ تک کوئی گولی نہیں چلی کیونکہ یہ رمضان کا مہینا تھا اور 28 مارچ کو عیدالفطر تھی۔ انگریزوں نے قلعے کی حفاظت مزید سخت کی کیونکہ انہیں یقین تھا کہ رمضان کے بعد ان پر شدید حملے متوقع ہیں۔ عیدالفطر کا دن تھا۔ دیر کے لوگ دعوتوں (بلنے) میں مصروف تھے یعنی باری باری ہر رشتہ دار کے گھر میں تھوڑا تھوڑا کھانا کھانے جاتے۔ مرد حضرات پہلے اور پھر خواتین کی باری ہوتی۔ یہ رواج اب بھی ہے۔ تمام لوگوں نے خوبصورت کپڑے زیب تن کئے تھے۔ سب کا خیال تھا کہ عید کے دن غازی دیر میں رُکے گا لیکن وہ اپنے گھر پہنچنا چاہتے تھے۔

27 مارچ 1895ء کو ملاکنڈ کی طرف سے جنرل لو کے ممکنہ حملے کے پیش نظر 29 مارچ کو

Scanned with CamScanner

ایڈورڈ نے رابرٹسن کو لکھا کہ ہم غازی عمرا خان کے ساتھ جندول جا رہے ہیں جبکہ عبد الغنی اور عبد المجید 300 فوجیوں کے ساتھ چترال میں رہیں گے۔ ان کے ساتھ اسلحہ اور خوراک کافی ہے۔ ان کے حوصلے بلند اور لڑائی کرنے کی صلاحیت بھی زیادہ ہے۔ اور قلعے پر حملے کرینگے۔

فاؤلر کی ڈائری کے مطابق:

"غازی عمرا خان اُن دو قیدیوں کے ساتھ اپنے دارالخلافہ باڑوہ کی طرف روانہ ہوئے اور 30 مارچ کو وہاں پہنچ گئے۔ باڑوہ پہنچ کر غازی عمرا خان کے خوش آمدید کے لئے پیدل اور گھوڑوں پر بہت سے لوگ امڈ آئے۔"

اس سے غازی عمرا خان کی عوام میں مقبولیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ قلعہ باڑوہ کے زیادہ تر کمرے 40x20 سائز کے تھے اور اونچائی 15 فٹ تھی۔ اس میں جو شہتیر استعمال کئے گئے تھے، وہ تین ہزار فٹ کی اونچائی سے تقریباً 15 میل سے لائے گئے تھے۔ یہ شہتیر اتنے بھاری تھے کہ صرف اس کو حرکت دینے کے لئے 30 آدمی درکار تھے۔ قلعے میں اسلحہ سازی کا کارخانہ بھی تھا۔

فاؤلر مزید لکھتے ہیں کہ:

"باڑوہ میں جنرل لو کی جندول کی طرف پیش قدمی کی خبر ہر فرد کی زبان پر تھی اور جندول کے لوگوں نے اپنے لئے پہاڑوں میں پناہ گاہیں بنانا شروع کر دی تھیں۔ کرنل کیلے (keley) نے 23 مارچ کو سارے فوجی دستے کیپٹن ایچ بی بوریڈلے، لفٹننٹ ایف۔ ایچ پیٹرسن، لفٹننٹ سی جی سٹیورٹ کی سرکردگی میں بمعہ پہاڑی توپخانے گوپس میں جمع کئے۔ دوسری طرف جنرل لو کی کمان میں پشاور سے فوجی دستے متحرک کرکے پھر نوشہرہ کو بیس بنالیا۔ نوشہرہ میں ان دنوں ایک معمولی کنٹونمنٹ تھا اور اسی جنگ کے نتیجے میں اس میں توسیع کی گئی۔ یکم اپریل کو 3 بریگیڈ فوج 39 ہزار باربردار مویشیوں کے ساتھ مردان میں جمع کیا گیا۔ 27 مارچ کو کرنل کیلے (keley) نے 400 فوجیوں اور پہاڑی توپخانے کے ساتھ

Scanned with CamScanner

چترال کے شمال مشرق کی طرف سے پیش قدمی شروع کی۔"

31 مارچ کو ایک بوڑھی خاتون شیر افضل کا پیغام لے آئی اور یہ آخری پیغام تھا کہ اب قلعہ خالی کر دے آپ اور آپ کے آدمیوں کو محفوظ راستہ ملے گا۔ اس نے مزید کہا کہ گلگت سے آپ کی مدد کے لئے کوئی فوج نہیں آرہی۔ قلعے میں موجود فتح علی شاہ چترالی جو انگریزوں کا وفادار تھا۔ راشن کے ساتھ غازی عمرا خان اور شیر افضل کی پل پل کی خبر بھی انگریزوں کو پہنچاتا تھا۔ اس نے بتایا کہ مستوج کی طرف سے انگریز فوجی دستے آپ کی مدد کے لئے آرہے ہیں۔

ایک طرف 31 مارچ 1895ء کو مشاورتی کونسل نے 6 بااثر بزرگوں کی کمیٹی بنائی کہ وہ عبدالرحمٰن اور وائسرائے ہند کے بھیجے ہوئے خطوط پر غور کر کے کوئی فیصلہ کریں۔ امیر عبدالرحمٰن خان نے لکھا تھا:

"اوہ! عمرا خان میرے مقابلے میں تمہاری حیثیت ہی کیا ہے۔ کہ آپ کی مہم جوئی نے بڑے سرکار کو ناراض کیا۔ میں 80 ہزار فوج بڑے توپخانے اور گھڑ سوار دستوں کے ساتھ اسمار سے ہوتے ہوئے آپ کے ملک میں آپ کو اور آپ کے ملک کو ہضم کرنا چاہتا تھا لیکن جب انہوں نے کہا کہ جہاں ہو وہاں رکو اور میں رک گیا۔ اور سرکار کے ڈر سے ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا۔ آپ کی اتنی حیثیت کہاں ہیں آپ بڑے سرکار کے خلاف کھڑے ہیں۔"

وائسرائے نے لکھا تھا:

"اوہ! عمرا خان میں نے آپ کو بیٹا تصور کیا تھا۔ آپ نے مجھے اب کیوں ناراض کیا۔ میں آپ سے ناراض ہوں اور میں آپ کے خلاف کونسے اقدام اٹھانا چاہتا ہوں، اس کا انحصار آپ کے رویئے اور سلوک پر ہے۔"

کمیٹی کے ممبران نے دونوں خطوط پر غور کیا اور غازی عمرا خان کے پاس گئے کہ سرکار اپنے غصے میں حق بجانب ہے اور ہمیں مشروط طور پر ان کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہیئے۔ جس پر

Scanned with CamScanner

غازی عمرا خان نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ پگڑی میرے سر پر ہے (میں حکمران ہوں) اور جو کچھ میں کرنا مناسب سمجھوں گا وہی کروں گا۔ اور میٹنگ بغیر کسی نتیجے کے ختم ہو گئی۔

دوسری طرف شیر افضل نے بھی قلعہ پر حملے کی تیاری شروع کی۔ شیر افضل نے 2،3 اور 4 اپریل کو مذاکرات جاری رکھے اور کہتا رہا کہ قلعہ خالی کر دو۔ رابرٹسن نے کہا کہ مجھے مزید 14 دن سوچنے کی مہلت دے دیں۔ 2 اپریل کو کالک میں سکھ فوجی قتل کئے گئے۔ 5 اپریل کو قلعے پر حملہ کیا گیا۔ 6 اپریل کے حملے میں کئی انگریز زخمی ہوئے۔ گوفن (گوپیا) پشتو میں (مچوغنہ) sling کا استعمال کیا گیا۔ اس حملے میں رابرٹسن کو بھی دو گولیاں لگیں جس سے وہ زخمی ہو گئے۔

یکم اپریل کو جنرل لو تقریباً 20 ہزار مسلح فوج اور بھاری توپخانے کے ساتھ مردان کی اطراف سے حملہ آور ہوا۔ اسی وقت قلعہ مستوج میں 275 انگریز فوجی غازی عمرا خان اور شیر افضل کے لشکر کے محاصرے میں تھے۔ اسی طرح قلعہ چترال میں 543 انگریز فوجی و چترالی بھی غازی عمرا خان کی فوج کے محاصرے میں تھے۔ جس میں 61 بیمار تھے۔

یہ لڑائیاں بیک وقت جاری تھیں اور مختلف محاذوں پر جنگ چھڑ گئی تھی۔ غازی عمرا خان کے لئے اب ہر محاذ پر فوجی دستے مہیا کرنے تھے۔ یکم اپریل کو کرنل کیلے کے فوجی دستے 10 ہزار فٹ اونچے مقام غزر پہنچ گئے۔ ان کے ساتھ سامان، اسلحہ و کارتوس اور توپیں لانے کے لئے 70 قلی تھے جو سب کے سب رات کو اِنہیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ایک طرف بارش ہو رہی تھی اور دوسری طرف سامان اٹھانے کے لئے کوئی نہیں تھا۔

5 اپریل 1895ء کو انگریز فوج بہت مشکل سے اپنے توپوں کے ساتھ لاسپور پہنچ گئی اور وہاں اُنھوں نے اپنا کیمپ قائم کیا۔ اسی مقام پر انگریزوں کی فوج کے ساتھ مجاہدین کی جھڑپ ہوئی۔ 6 اپریل کو گشت گاؤں میں بورڈلے کے زیر کمان انگریز فوج کا دریا کے دونوں اطراف (بہت زیادہ تعداد میں) موجود مجاہدین کے ساتھ آمنا سامنا ہوا اور جھڑپ

Scanned with CamScanner

کے دوران انہیں بڑی مشکل سے واپس لاسپور پسپا ہونا پڑا۔ 8 اپریل کو کرنل کیلے نے اپنے تمام فوجی دستے بمقام گشت جمع کیے۔

غازی عمرا خان اور شیر افضل کے مشترکہ لشکر کا کمان شیر افضل کا بھائی محمد عیسیٰ کر رہا تھا جس نے اپنے دستے چلکواٹ میں دریا کے دونوں طرف جمع کیے اور دریا پر موجود پل تباہ کر کے انگریز فوج کے راستے بند کر دیے اور مورچہ زن ہوئے۔

9 اپریل 1895ء کو صبح 9 بجے دربند کے مقام پر برطانوی فوج اور محمد عیسیٰ کے لشکر کے درمیان جنگ شروع ہوئی جس میں انگریزوں نے 9 پونڈ توپخانے کی گولیوں کا استعمال کیا جس کی رینج 600 گز تھی۔ اس لڑائی میں 4 برطانوی اور 5 مجاہدین زخمی ہوئے تھے۔ محمد عیسیٰ نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قلعہ مستوج پر حملہ کر دیا جس میں انگریز فوج محصور تھی حملے کو روکنے کے لئے کرنل کیلے نے مستوج کی طرف پیش قدمی شروع کی۔ 9 اپریل 1895ء کو چکیلواٹ (چترال) میں بھی محمد رفیع اور کرنل کیلے کے دستوں کے درمیان سخت جنگ جاری تھی جس میں انگریز فوج نے توپ کے گولوں کا بے تحاشہ استعمال کیا۔ جس کی وجہ سے محمد رفیع کے لشکر سے پچیس آدمی شہید جبکہ پچاس زخمی ہوئے جبکہ انگریز فوج کے 15 سپاہی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

12 اپریل کو جندول کے خان اور شیر افضل بے چین تھے کیونکہ ان کو پتہ تھا کہ گلگت اور جنوب دونوں اطراف سے انگریز فوج پیش قدمی کر رہی ہے۔

13 اپریل کو کرنل کیلے نساگل کی طرف متوجہ ہوئے۔ جہاں محمد عیسیٰ بہت بڑی طاقت کے ساتھ مستحکم پوزیشن سنبھالے ہوئے تھے۔ لڑائی شروع ہوتے ہی پہلی گولی انگریز فوجی کو لگی اور وہ موقع پر دم توڑ گیا۔ مجاہدین کی فائرنگ کی وجہ سے توپ لانے والے اور توپ چلانے والے دونوں نے ڈر کے مارے انکار کر دیا جس پر سٹیورٹ نے ان کے سر پر پستول رکھ کر کہا کہ انکار کی صورت میں گولی چلادوں گا جس کی وجہ سے انہوں نے دوبارہ کام کرنا

Scanned with CamScanner

شروع کیالیکن جلد ہی گولی لگنے سے ہلاک ہو گئے۔انگریز فوج حواس باختہ ہو گئی۔توپ کے گولے نشانے پر لگنے کی بجائے اِدھر اُدھر ضائع ہونے لگے۔اس لڑائی میں اس انگریز فوج کے دو حوالدار، ایک توپچی، ایک ڈرائیور، ایک فوجی قتل اور دوسرا توپچی شدید زخمی ہوا۔ مجموعی طور پر انگریز فوج کے 8 فوجی ہلاک اور 16 شدید زخمی ہوئے اور ان کی بیٹری کو سخت نقصان پہنچایا گیا۔اسی مقام پر بھی مجاہدین انگریز فوج کے توپوں کے نرغے میں آگئے جس کی وجہ سے پچاس مجاہدین شہید ہوئے۔

نساگل سے چترال کی طرف عمراخانی فوج نے تمام راستے اور پُل تباہ کر دیئے۔انگریز فوج نے دریا پر رسیوں کا پُل بنانے کی کوشش کی جس پر عمراخانی فوج نے گولیوں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔اب انگریز فوج سر چھپانے کی کوشش میں تھی لیکن باوجود اس کے ان کا ایک فوجی ہلاک اور ایک زخمی ہوا، مجاہدین کی سخت مزاحمت کے پیش نظر انگریز فوج اپنا راستہ تبدیل کر کے بیس میل پہاڑوں کے اوپر دشوار گزار راستوں سے ہو کر قلعہ دراسین پہنچ گئی۔جب مجاہدین کو ان کے راستے کے تبدیلی کا علم ہوا تو وہ بہت افسردہ ہو گئے۔

16 اپریل کو بہت سے مسلح آدمی شیر افضل نے مستوج کی طرف بھیج دیئے تاکہ گلگت کی طرف حملہ آور انگریز فوج کا مقابلہ کیا جاسکے۔ اس سے انگریز، شیر افضل اور غازی عمراخان کا لشکر واقف تھا۔

17 اپریل کو انگریز فوج بارانس پہنچ گئی۔غازی عمراخان اور شیر افضل کے فوجیوں نے قلعہ چترال میں گن ٹاور کے نیچے سرنگ کھود کر قلعے تک پہنچنے کی کوشش کی۔انگریز فوج کو معلوم ہو گیا اور انہوں نے بادیلے کی سربراہی میں 100 آدمیوں کے فوجی دستے سے سرنگ کھودنے والوں پر حملہ کیا جس میں 21 انگریز فوجی ہلاک اور 40 عمراخانی فوجی شہید ہوئے۔

انگریز فوج اس سے واقف تھی کہ کرنل کیلیے کے زیر کمان فوجی دستے نساگل پہنچ گئے ہیں اور وہاں سخت جنگ جاری ہے۔ 18 اپریل تک چترال میں جنگ جاری تھی کہ اس رات

Scanned with CamScanner

پتہ چلا کہ محاصرہ ختم ہو چکا ہے۔19 اپریل کو انگریز فوج خوش وخرم قلعے سے نکل آئی۔اس محاصرے میں 41انگریزی فوجی ہلاک اور 62 شدید زخمی ہوئے تھے۔

18 اپریل کو مجاہدین نے انگریز فوج میں موجود بہت سے سکھ قتل کر کے انہیں دریابرد کر دیا اور سامنے غازی عمرا خان اور شیر افضل کا مشترکہ لشکر محمد عیسیٰ کے زیر کمان بہت زیادہ تعداد میں دریا کے دونوں اطراف مقابلے کے لئے موجود تھا اور دریا پر موجود پُل انہوں نے اڑادیا اور مورچہ زن ہوئے تھے۔ 19 اپریل تک انگریز فوج بغیر کسی پیش قدمی کے اسی جگہ موجود تھی۔ 19 اپریل کو محمد عیسیٰ کو حکم ملا کہ وہ اپنے لشکر سمیت چترال لوٹ جائے اور اسی طرح کرنل کیلے کے فوجی دستوں کے لئے راستے خالی رہ گئے۔اُسی دن کرنل کیلے کو اطلاع ملی کہ قلعہ چترال کا محاصرہ ختم ہو چکا ہے اور 20 اپریل 1895ء کو کرنل کیلے کے فوجی دستے چترال میں داخل ہو گئے۔

جنوب یعنی پشاور سے میجر جنرل سر رابرٹ لو کی پیش قدمی:

15 مارچ 1895ء کو میجر جنرل کو حکم ملا کہ وہ یکم اپریل کو فوجیوں کے ساتھ پشاور سے پیش قدمی کرے اور نوشہرہ میں جمع ہوں اور دریائے کابل کو عبور کر کے ملاکنڈ پر حملہ آور ہو جائیں اور اس فوجی طاقت کا کمان میجر جنرل لو سنبھالے گا۔

19 مارچ 1895ء کو 15 ہزار انگریز فوج نے 29 ہزار مال برداری کے جانوروں کے ساتھ لیفٹیننٹ جنرل سر رابرٹ لو کی کمان میں پشاور سے پیش قدمی شروع کی۔ بعد میں نوشہرہ کو مرکز مقرر کیا گیا۔ نوشہرہ ان دنوں معمولی چھاؤنی تھی اور اس جنگ کی وجہ سے یہاں بڑا کنٹونمنٹ بنا۔ اس کے بریگیڈیئر جنرل جنرل بنڈن بلڈ تھے جبکہ تینوں بریگیڈ کی کمان بریگیڈیئر جنرل اے اے کینلوچ کر رہا تھا۔

ایک طرف اسی تاریخ کو عبدالمجید خان عمرا خان کا سپہ سالار 300 جندولی سپاہیوں کے ساتھ شیر افضل کے لشکر کے ساتھ قلعہ چترال کا محاصرہ کئے ہوئے تھا کہ ایڈورڈ اور فاولر

Scanned with CamScanner

گرفتار کر کے لائے گئے۔ عبدالجید خان مست خیل جو کہ غازی عمرا خان کا سپہ سالار اور چچازاد بھائی تھا۔ جب ایڈورڈ اور فاولر انگریز فوجی افسر اس کے سامنے لائے گئے تو عبدالجید خان نے ان سے کہا کہ آپ شراب کے بغیر کیسے گزارا کر سکتے ہیں اور انگریزوں کے ہسپتال سے لوٹی ہوئی ساری بوتلیں دونوں انگریز افسروں کے سامنے رکھ دیں کہ اس میں اپنے لئے شراب کی بوتلیں منتخب کر لے۔ اگرچہ اس میں ایک بھی بوتل شراب کی نہیں تھی۔ دوسری طرف نساگل اور ریشون میں محمد عیسیٰ کے 1500 آدمیوں کے لشکر میں 40 غازی عمرا خان کے جندولی فوجی تھے۔ دیر سوات کو اس زمانے میں جانے کے لئے تین درے تھے۔

1:۔ درہ مورہ: یہ وہی پہاڑی راستہ ہے جو سید ھا تھانہ گاؤں کی طرف جاتا ہے۔

2:۔ درہ شاہ کوٹ: یہ وہی پہاڑی راستہ تھا جس کے نیچے اب سرنگ کے ذریعے موٹروے بنائی گئی ہے۔

3:۔ درہ ملاکنڈ: تینوں دروں پر غازی عمرا خان کے لشکر موجود تھے۔ کیپٹن ٹرنر جو کہ انگریز انٹیلیجنس افسر تھا، نے اطلاع دی کہ شاہ کوٹ اور مورہ پر مجاہدین کی گرفت انتہائی مضبوط ہے اور ان دو دروں پر مسلح مجاہدین کی تعداد زیادہ ہے۔ اس لئے انگریزوں نے وہی طریقہ اختیار کیا جو تقریباً ساڑھے تین سو سال پہلے قبیلہ یوسفزئی نے سلاطین سوات کو شکست دینے کے لئے اختیار کیا تھا۔ سلاطین سوات کی بھی مورہ اور شاہ کوٹ پر گرفت مضبوط تھی جبکہ ملاکنڈ پر کمزور۔ اس لئے یوسفزئی نے بھی 1515ء میں درہ مورہ اور درہ شاہ کوٹ کے نیچے آگ جلا کر اور گھوڑے دوڑا کر سلاطین سوات کے لشکر کو یہ باور کرانا چاہا کہ وہ ان دروں سے حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ اگرچہ حملہ انہوں نے درہ ملاکنڈ سے کر دیا۔ یہی چال انگریز نے چلائی۔ وہ ان دو دروں کے نیچے گھوڑے دوڑاتے رہے اور عمرا خانی لشکر کو یہ باور کراتے رہے کہ کہ ہم ان دروں سے حملہ آور ہوں گے اور دوسری غرض ان کی یہ تھی کہ ملاکنڈ پر حملے کی صورت میں یہ لشکر ملاکنڈ پر موجود عمرا خانی لشکر کی مدد کو نہ پہنچ سکے کیونکہ ان دروں اور درہ

Scanned with CamScanner

ملاکنڈ کا درمیانی فاصلہ 7 میل تھا۔ انگریز کے تین بریگیڈ تربیت یافتہ اور مسلح فوج کے لئے 14 ہزار عمراخانی لشکر موجود تھا جو ان پر ٹوٹ پڑا۔ جس میں ہر دوسرے آدمی کے پاس اسلحہ تھا۔ یا دوسری رپورٹ کے مطابق 6 ہزار آدمی مسلح تھے۔ باقیوں کے پاس کلہاڑیاں، تلوار، غلیل تھے اور پتھر جو وہ اوپر سے پھینکتے تھے۔ جنگ کا محاذ ڈیڑھ میل طویل تھا۔ دوسری طرف انگریز کی تربیت یافتہ اسلحے سے لیس فوج جس کے ساتھ 16 توپیں تھیں جو مسلسل آگ برسا رہی تھیں۔ ایک توپ ایک منٹ میں 400 گولیاں برساتی تھی جن کا وزن پونڈوں میں ہوتا تھا۔

4.22 شریف خان کا انگریزوں سے ملاپ:

2 اپریل 1895ء کو دیر کا شریف خان جو سوات میں پناہ گزین تھا، درگئی میں انگریز پولیٹیکل افسر سے ملا تاکہ اس کو اپنی کھوئی ہوئی خانی واپس دلا دیں۔ اس کی اس درخواست کو اس شرط پر قبول کیا گیا کہ وہ اپنے قبیلے ملیزئی کو انگریزوں کے حق میں اور غازی عمرا خان کے خلاف تیار کر دے۔ اس مقصد کے لئے وہ 5 اپریل کو دریائے سوات عبور کیا اور دیر کے علاقے میں داخل ہوئے تاکہ غازی عمرا خان کے خلاف ان قبائل کو ابھارے۔

4.23 ملاکنڈ کی لڑائی:

فاؤلر کی ڈائری کے مطابق:

"3 اپریل 1895ء کو غازی عمرا خان جو بڑے خان (Big Khan) سے مشہور تھے۔ ان کے چھوٹے بھائی محمد شاہ خان اور بڑے بھائی میر افضل خان عرف گل جو باڑوہ کے قلعے میں موجود تھے۔ 3 اپریل 1895ء کو صبح سویرے انگریز فوج ملاکنڈ پر حملہ آور ہوئی۔ پہلی گولی عمراخانی لشکر نے 8 بج کر 15 منٹ پر فائر کی۔ انگریزوں کا اندازہ تھا کہ وہ تین گھنٹے میں ملاکنڈ پر قبضہ کر لیں گے لیکن مجاہدین کی سخت مزاحمت کی وجہ سے انہوں نے 2 بجے ملاکنڈ پر

Scanned with CamScanner

قبضہ کر لیا۔"

یعنی 5 گھنٹے انہوں نے خوب مقابلہ کیا۔ بعض جگہوں پر دست بدست لڑائی ہوئی کیونکہ توپ کے گولوں کے باوجود غازی عمرا خان کا لشکر اپنی جگہ سے نہیں ہل رہا تھا۔ اس جنگ میں بعض روایات کے مطابق 187 انگریز ہلاک ہوئے جبکہ دوسری روایت کے مطابق گیارہ انگریز ہلاک اور 47 شدید زخمی ہوئے تھے۔ایک اور روایت کی روسے 170 انگریز فوجی لقمہِ اجل بنے۔ فی کس 7 کارتوس استعمال کئے گئے۔ مجاہدین کی تعداد بھی مختلف بتائی جاتی ہے۔ بعض موٗرخین کے مطابق 800، بعض کے مطابق 1200 اور کچھ کے مطابق 1500 تک شہید اور 1000 زخمی ہوئے تھے، جس میں سکندر شاہ عرف سپین شہید اور محمد شاہ خان قابل ذکر ہیں۔ لڑائی بھی اسی مقام پر لڑی گئی جہاں سکندر شاہ عرف سپین شہید کی قبر ہے۔

4.24 خار (بٹ خیلہ) کی لڑائی:

4 اپریل 1895ء کو غازی عمرا خان بھی ملاکنڈ (سوات) پہنچ گئے۔ ایڈورڈ اور فاولر جن کو قلعہ منڈہ آنا تھا، ان کو واپس قلعہ باڑوہ بھیج دیا گیا۔ 4 اپریل 1895ء کو خار (بٹ خیلہ) میں 6 ہزار مجاہدین انگریز فوج کا راستہ روکنے کے لئے جمع ہو گئے۔ انگریز فوج اور غازی عمرا خان کے لشکر کا مقابلہ ہوا جس میں عمرا خانی لشکر کے 250 مجاہدین شہید ہوئے اور 8 انگریز فوجی ہلاک ہوئے۔ انگریزوں نے خار گاؤں (بٹ خیلہ) جو کہ چار دیواری کے اندر تھا، جلا دیا اور اسی گاؤں میں انگریز فوج نے اپنا کیمپ قائم کیا۔ 5 اپریل 1895ء کو انگریز فوج نے علاقے میں گشت کی اور فوج یہاں رکی رہی کیونکہ ابھی تک ان کی رسد نہیں پہنچی تھی لیکن الہ ڈھنڈ کا شریف خان آگے بڑھا اور اس نے انگریز فوج کی مدد کا اعلان کر دیا۔

4.25 قلعہ باڑوہ کو خالی کرنا:

6 اپریل 1895ء کو لوگوں نے قلعہ باڑوہ خالی کرنا شروع کیا۔ وہ چارپائی میں اپنا سامان رکھتے اور اس کو سر پر لاد کر جاتے تھے۔ یوں اسی تاریخ کو قلعہ باڑوہ مکمل طور پر خالی ہو گیا۔

Scanned with CamScanner

غازی عمرا خان نے قلعہ باڑوہ میں قاضی القضاۃ کو انچارج مقرر کیا اور خود عملی طور پر جنگ میں شریک ہوئے۔

4.26 امان درہ اور چکدرہ کی لڑائی:

6اپریل 1895ء کو بمقام امان درہ انگریز فوج کے ساتھ مجاہدین کی جنگ چھڑ گئی جس میں 800 مجاہدین شہید ہوئے۔ مجاہدین ساری رات پہاڑوں پر موجود رہے اور رات بھر شبِ خون مارتے رہے۔ 7 اپریل کو میجر جنرل لو نے اپنی فوجیں دریائے سوات کے اس طرف دیر میں اتار دیں۔ جہاں محمد شاہ خان (عمرا خان کا چھوٹا بھائی) اپنے 5 ہزار فوجی دستے کے ساتھ ان کا انتظار کر رہا تھا۔ ملاکنڈ کے اس پار کے مجاہدین جو تھانہ اور الہ ڈھنڈ میں جمع ہو گئے تھے، وہ بھی دریا عبور کر کے محمد شاہ خان کی فوج کے ساتھ مل گئے۔

بنیر وال اور ماموند بھی غازی عمرا خان کے حق میں کھڑے ہو گئے جس کے لئے انگریزوں نے پنڈی سے ایک اور فوج مردان بلا دی۔ پانچ گھنٹے تک یہ جنگ جاری رہی اور محمد شاہ خان کی فوج کے 400 جوان شہید ہو گئے جبکہ تین انگریز فوجی ہلاک ہوئے۔ اس لڑائی میں انگریزوں کا ہدف محمد شاہ خان کو گرفتار کرنا تھا تاکہ وہ ایڈورڈ اور فاولر کا بدلہ لے سکے لیکن وہ کامیاب نہ ہوئے۔ لوگوں نے چکدرہ گاؤں چھوڑ کر پہاڑوں میں پناہ لی تھی کیونکہ چکدرہ مین انگریزوں نے اپنا کیمپ قائم کیا تھا۔ انگریز کے ہاتھ وہ تلوار بھی لگی جو لفٹننٹ بیلیوں نے لفٹننٹ ہارفوڈ کو دی تھی جو اپنے دستے کے ساتھ دریائے کابل میں ڈوب گیا تھا۔ چکدرہ کے مقام پر لڑائی کے دوران انگریزوں کے ہاتھوں بہت سا اسلحہ لگا۔

انگریزوں نے چکدرہ میں راموڑہ کے مقام پر معمولی مزاحمت کے بعد قلعے پر قبضہ کر لیا اور قلعے کو سزا دینے کے لئے اسے بارود سے اڑا دینے کا فیصلہ کیا گیا، لہٰذا ایک برج کے نیچے بہت سارا بارود رکھا گیا اور توقع تھی کہ قلعے کا برج دھماکے سے آسمان تک پہنچ جائے گا۔ بڑے زور کا دھماکہ ہوا لیکن برج اپنی جگہ پر قائم رہا۔ جب دیکھا گیا تو اس کی بنیادیں 15 فٹ

چوڑی تھیں اور اس طرح دیواریں بھی۔ غازی عمراخان نے تقریباً تمام قلعے ایک طرز پر بنائے تھے۔ چکدرہ سے اوپر تمام راستوں پر غازی عمراخان کے لشکر کے آدمی موجود تھے اور درہ لڑم خالی تھا۔ اس پر غازی عمراخان کے آدمی موجود نہیں تھے۔ اس لئے انگریز فوج نے درہ لڑم سے پیش قدمی شروع کی۔

4.27 شہزادہ (اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ) کی منڈہ آمد:

12 اپریل 1895ء کو انگریز فوج جنرل لو کی کمان میں ابھی دریائے پنجکوڑہ نہیں پہنچی تھی اور اس سے تقریباً 8 میل کے فاصلے پر تھی کہ اسی روز ایڈورڈ اور فاولر دونوں انگریز فوجی افسروں کو غازی عمراخان کے بڑے بھائی میر افضل خان جو گل اور نواب کے نام سے مشہور تھے، نے اپنے اسکاٹ میں قلعہ منڈہ پہنچا دیا اور اسی تاریخ کو شہزادہ (اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ) کو میجر ڈین نے منڈہ میں غازی عمراخان سے ایڈورڈ اور فاولر کے بارے میں معاہدہ کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ اسی جرگے میں غازی عمراخان کے ساتھ اس کا بڑا بھائی میر افضل خان عرف گل یا نواب اور قاضی جرگے میں شریک تھے۔ اسی تاریخ کو غازی عمراخان کے بڑے بھائی میر افضل خان عرف گل جو اسکاٹ کی کمانڈ کر رہا تھا، نے ایڈورڈ کو قلعہ منڈہ سے صدو کیمپ لا کر 10 بجے صبح انگریز فوج کے حوالے کر دیا۔ اسی تاریخ کو غازی عمراخان کی بیویوں اور گھر کے افراد کو قلعہ منڈہ سے نکال دیا گیا۔ چونکہ قلعہ منڈہ میں بہت سے یاغستان کے لوگ شامل تھے جو کھانا کھاتے وقت لڑتے جھگڑتے تھے اور شور و غوغا کرتے تھے، اس لئے غازی عمراخان کے بڑے بھائی میر افضل خان عرف گل کی یہ بھی ذمہ داری تھی کہ قلعہ منڈہ کے بڑے برج پر کھڑے ہو کر ان لوگوں میں نظم و ضبط پیدا کرنے کے لئے احکامات جاری کریں۔

4.28 صدو اور جندول کے قریب لڑائی:

13 اپریل کو 9 ہزار عمراخانی لشکر نے انگریزوں پر حملہ کیا۔ حملہ انتہائی شدید تھا۔ وہ

Scanned with CamScanner

بندوق کے سامنے اس طرح آتے تھے جیسے موت ان کے لئے کوئی چیز نہ ہو۔ توپ کے گولے ان پر آگ برسا رہے تھے۔ انگریزوں نے ارد گرد تمام گاؤں جلا کر خاکستر کر دیئے۔ انگریز فوج کو یہاں 48 گھنٹے تک کھانا کھانے کا موقع نہیں ملا۔ بالآخر انگریز فوج نے سخت شکست کھائی اور پسپا ہو گئی۔

اسی اثناء میں جندول سے دو لشکر دریائے جندول کے دونوں کناروں سے نمودار ہوئے۔ ایک لشکر کی کمان خود غازی عمرا خان کر رہا تھا جس نے انگریز فوج پر حملہ آور ہو کر ان کو شکست سے دوچار کیا۔ دوسرے لشکر نے انگریز فوج کے عقب پر حملہ کر دیا۔ انگریز فوج مکمل طور پر غازی عمرا خان کے نرغے میں تھی کہ توپوں نے غازی عمرا خان کی فوج پر آگ برسانا شروع کی۔ اس دوران انگریز فوج کو نئی کمک پہنچ گئی۔ انگریز فوج کی کمان لفٹننٹ ایف۔ ڈی بٹائے کر رہا تھا جو ان شدید حملوں کے دوران ہلاک ہو گیا۔ کیپٹن ینگ ہسبینڈ اسی منظر کو اپنے الفاظ میں اس طرح بیان کرتا ہے:

"دشمن ہم پر ایسے حملے کرتے تھے جیسا کہ شکاری اپنے شکار پر۔ جندول کے قریب مزید غازی عمرا خان کے 5 ہزار آدمیوں کا ایک اور لشکر توپ کی گولیوں کا سامنا کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ تمام دن لڑائی جاری رہی جس میں غازی عمرا خان کے لشکر کے 600 آدمی شہید جبکہ 20 انگریز سپاہیوں کے ساتھ ان کا کمانڈنگ افسر کرنل بٹائی بھی ہلاک ہو گیا۔ رات کو دونوں فوجیں واپس ہوئیں لیکن غازی عمرا خان کے 2 ہزار وفادار مجاہد شب خون مارنے کے لئے تیار کھڑے تھے۔ انہوں نے رات کو انگریز فوج پر شبِ خون مارا جس میں توپخانے کا کمان کرنے والا کیپٹن فیبلز ہلاک ہو گیا۔"

اسی دن یعنی 13 اپریل 1895ء کو مستوج میں کرنل کیلے کے فوجی دستوں کو بھی خوب مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ انگریزوں کا کیمپ صدو میں تھا اور اسی تاریخ کو انہوں نے فیصلہ کیا کہ دریائے پنجکوڑہ کو عبور کر کے براہ راست جندول میں غازی عمرا خان کے ساتھ

Scanned with CamScanner

فیصلہ کن جنگ لڑیں۔ اس کے ساتھ شریف خان (جو بعد میں دیر کا نواب بنایا گیا) کی سرکردگی میں 1000 آدمیوں کے لشکر کے ساتھ چترال روانہ ہوا تاکہ وہ شیر افضل کے لشکر پر عقب سے حملہ کر سکے اور ساتھ میں یہ بھی مشہور کردے کہ سوات اور باجوڑ میں غازی عمراخان کو شکست ہوئی ہے۔

14 اپریل کو جنرل بنڈن بلڈ دریائے پنجکوڑہ عبور کر کے علاقہ جندول میں داخل ہو گیا۔ جہاں سے جندول کا میاں کلے صاف نظر آرہا تھا اور ایک علاقائی کاشتکار کو خط دے کر غازی عمراخان کے پاس بھیجا کہ آؤ مل بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔

غازی عمراخان نے جواب میں لکھا کہ میرے ارد گرد 3 ہزار غازی ہیں اور آپ کے ارد گرد بھی فوج ہے۔ ان حالات میں بات نہیں ہو سکتی۔ آپ اپنے فوجیوں کو ہٹائیں اور میں اپنے غازیوں کو، پھر کھلے میدان میں بیٹھ کر بات کریں گے۔

اسی دوران میاں کلے اور منڈا سے بہت سے مجاہدین نکل آئے جو دریائے جندول کے دونوں اطراف کو اپنے قبضے میں لئے ہوئے تھے۔ دریائے پنجکوڑہ کے اوپر انگریزوں نے پُل بنانے کوشش کی مگر ایک طرف شدید بارش اور دوسری جانب غازی عمراخان کا 9 ہزار آدمیوں کا لشکر۔ شدید مزاحمت اور جنگ نے انگریز فوج کو روکے رکھا جس میں انگریز فوج کا ایک کرنل ہلاک ہوا اور عمراخانی فوج نے اس کے بنائے پُل کو تباہ کر دیا۔ سخت مزاحمت کی وجہ سے انگریز فوج 16 اپریل تک یہاں پڑاؤ ڈالے رہی۔

4.29 فاؤلر کی حوالگی:

فاؤلر کی ڈائری کے مطابق:

"15 اپریل 1895ء کو حکومتِ برطانیہ نے غازی عمراخان کے ساتھ تمام معاہدے ختم کر کے دو دن کے اندر اندر قلعہ منڈہ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ 16 اپریل کو میر افضل خان عرف گل نے فاولر کو کہا کہ ہم آپ کو جنرل لو کے حوالے کر رہے ہیں۔"

Scanned with CamScanner

اسی تاریخ کو غازی عمرا خان اپنے حفاظتی دستے کے ساتھ اپنے ہاتھ میں بھری ہوئی مارٹینی بندوق کے ساتھ قلعہ منڈہ میں حیران و پریشان داخل ہوئے۔ اگر چہ وہ واحد خان تھے جن کے ہاتھ میں اسلحہ نہیں ہوتا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ لوگوں نے ان کے ہاتھ میں بھری ہوئی بندوق دیکھی۔ 16 اپریل کو فاؤلر بھی انگریزوں کے حوالے کیا گیا۔ انگریز فوج نے ارد گرد سارے گاؤں جلا دیئے۔

4.30 غازی عمرا خان کی کابل کو مراجعت:

انگریز فوج کے مقابلے کے لئے غازی عمرا خان کا لشکر جندول سے نمودار ہوا جس کی کمان خود غازی عمرا خان کر رہے تھے۔ ان کے مقابلے کے لئے انگریز نے پیش قدمی کی اور توپخانے سے سخت بمباری شروع کی۔ غازی عمرا خان کی فوج کے پہلے دستے میں غازی عمرا خان خود بھی موجود تھے جنہوں نے خوب مقابلہ کیا۔ شام تک لڑائی جاری رہی۔ غازی عمرا خان کی فوج کو بہت کم جانی نقصان ہوا۔ شام ہوتے ہی دونوں افواج اپنے اپنے کیمپوں میں واپس چلی گئیں۔ یہ 17 اپریل تھا۔ 17 اپریل کو انگریز فوجیوں نے جندول پر حملہ کر دیا لیکن ناکام رہے۔ اسی تاریخ کو ماموگی میں 4 ہزار ماموند اور سلارزئی جمع ہو گئے۔ سخت جنگ چھڑ گئی جس میں 18 انگریز فوجی ہلاک ہو گئے۔

چونکہ ریاست جندول کے تمام معاملات ایک مشاورتی کونسل کے ذریعے جمہوری طریقے سے چلائے جا رہے تھے جنگ کے اس اہم موڑ پر مشاورتی کونسل سے مشاورت انتہائی ضروری تھی۔ 17 اور 18 اپریل کی رات کو مشاورتی کونسل کا اجلاس ہوا تاکہ نئی اُبھرتی ہوئی صورتحال کے تناظر میں آئندہ کے لئے لائحہ عمل طے کیا جائے۔ کونسل نے ریاست جندول اور انگریزی فوج کا تقابلی جائزہ لیا۔ غازی عمرا خان کے ساتھ قلعہ مُنڈہ میں ایک ہزار فوج جبکہ قلعہ کے باہر بیس ہزار جدید اسلحہ سے لیس انگریزی فوج مورچہ زن تھی۔ اس کے علاوہ انگریزوں کی مدد کے لئے ناوگئی خان اور خار خان کی فوج بھی تیار بیٹھی تھی۔ ان حالات

Scanned with CamScanner

کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد کونسل نے مشترکہ طور پر فیصلہ کیا کہ بابا کو افغانستان جانا چاہیے۔اس موقع پر غازی بابا نے یہ تاریخی تقریر کی۔

"زما نہ اقتدار لاڑو او ستاسو نہ ایمان" (مجھ سے اقتدار چلا گیا اور آپ لوگوں سے ایمان) یہ بابا کے تاریخی الفاظ تھے جو انہوں نے مشاورتی کونسل کو تقریر کرتے ہوئے کہے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ مجھے شکست انگریزوں نے نہیں بلکہ اپنے دوستوں اور رشتہ داروں نے دی۔ میں افغانستان جاکر انگریزوں پر حملے کر کے ان سے اپنا علاقہ ازاد کراؤں گا۔یہ کہہ کر گھوڑے پر سوار ہوا۔ قلعہ کے گرد چکر لگا کر ایک سرد آہ بھری اور میاں کلی کے راستے بذریعہ اسمار افغانستان چلے گئے۔

اور اسی طرح 18 اپریل 1895ء کو انگریز فوج نے جندول پہنچ کر قلعہ منڈا پر قبضہ کرلیا۔اس قبضے کی خبر چترال بھی پہنچ گئی۔غازی عمرا خان اور شیر افضل کے مشترکہ لشکر نے منتشر ہو کر قلعہ چترال کا محاصرہ ختم کیا اور جنرل گیٹارک کو جندول کے راستے 25 اپریل 1895ء کو چترال پہنچ گیا۔

18 اپریل کو قلعہ خالی تھا۔ انگریز کی اتنی بڑی فوج کی موجودگی اور پھر ان کے ساتھ شریف خان، صفدر خان، ناوگئی اور جار خان کے لشکر بھی ملے ہوئے تھے۔اتنے بڑے فوجی حصار کے باوجود غازی عمرا خان اپنے دستے کے حصار میں رہا جس میں ان کے بھائی میر افضل خان، میر حسن خان، زین اللہ خان اور محمد شاہ خان بھی تھے۔ینگ ہسبینڈ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ:

"یہ سب اپنے ساتھ 11 خچروں پر لدھا ہوا خزانہ بھی ساتھ لے گئے۔جس میں ایک خچر پر 6 ہزار چاندی کے سکے اور ایک لاکھ 20 ہزار سونے کے سکوں کے علاوہ سونے کے زیورات بھی لادے گئے تھے۔"

وہ 17 اور 18 اپریل کی رات کو منڈہ کے قلعے سے نکلے اور انگریز کی اتنی بڑی فوج میں

Scanned with CamScanner

یہ جرأت نہ تھی کہ غازی عمراخان پر ہاتھ ڈال سکے۔ راتوں رات وہ اسمار پہنچ گئے۔ وہاں چاروں بھائی اُن کے ساتھ تھے۔ پھر محمد شاہ خان غازی عمراخان کے ساتھ کابل چلے گئے۔ محمد شاہ اس لئے گئے تاکہ انگریز اسے گرفتار نہ کرلے اور باقی تین بھائی واپس جندول آگئے۔

18 اپریل کو شیر افضل نے چترال کا محاصرہ ختم کیا اور وہ اپنے 15 سو ساتھیوں سمیت گرفتار ہوگئے۔ قلعے سے وہ خطوط بھی برآمد ہوئے جن میں غازی عمراخان نے سکاچ کمپنی کے ساتھ اسلحے کی خریداری اور سپلائی کا معاہدہ کیا تھا۔ میجر ڈین کمشنر پشاور نے یہ خطوط پکڑے تھے اور اس طرح یہ اسلحہ غازی عمراخان کو نہیں ملا تھا۔ انہوں نے اس کمپنی پر پابندی لگادی تھی جس نے مصر میں جاکر اپنا کاروبار شروع کیا تھا۔

جندول پر قبضہ کرنے کے بعد انگریزوں نے ملاکنڈ، درگئی، چکدرہ، منڈہ، دیر اور درو ش کے قلعوں پر قبضہ کرکے اپنی کنٹونمنٹ بنائی۔ انہوں نے پوسٹل اور ٹیلی گراف سروس بحال کردی۔ دیر کو شریف خان کے حوالے کیا گیا اور اس کو چترال کی سڑک کھلی رکھنے کے لئے 10 ہزار روپے سالانہ معاوضہ مقرر کیا گیا۔ ایک ہزار روپے سالانہ ڈاک کے معاوضے کے لئے مقرر کئے گئے۔

تھانے خان خیل، رانیزئی کے خان اور ملک کے ساتھ 10 ہزار روپے سالانہ ماجب دینے پر بات ہوئی۔ جس کے بدلے یہ خان ملاکنڈ سے گزرنے والی سڑک کو کھلا رکھیں گے اور اپنی حدود سے گزرنے والے بلخ، بخارا اور ہندوستان تک تجارتی قافلوں کی مدد کریں گے۔ اس کے ساتھ ملاکنڈ کو ہیڈ کوارٹر مقرر کرکے ملاکنڈ ایجنسی بنائی گئی جس کا پہلا پولیٹیکل ایجنٹ میجر ایچ۔اے ڈین مقرر کیا گیا۔

4.31 جندول کی تقسیم:

غازی عمراخان کے جانے کے بعد جندول کو اس طرح تقسیم کیا گیا۔

- باڑوہ کو سید احمد خان مست خیل کے حوالے کیا گیا۔

Scanned with CamScanner

- منڈہ کو عبدالجید خان کے حوالے کیا گیا جو غازی عمرا خان کا سپہ سالار اور چچازاد بھائی تھا۔
- صدبر کلے شیر افضل مست خیل کے حوالے کیا گیا۔
- شاہی کو محمد زمان خان کے بیٹوں کے حوالے کیا گیا۔ محمد زمان خان غازی عمرا خان کا بڑا بھائی تھا۔
- چاودہ غازی عمرا خان کے بھائی میر حسن مست خیل کے حوالے کیا گیا۔
- دامتل کو غازی عمرا خان کے بھائی زین اللہ کے حوالے کیا گیا۔
- قلعہ تور غازی عمرا خان کے بڑے بھائی میر افضل خان عرف گل / نواب کے حوالے کیا گیا۔
- کس کوٹ عبدالغنی مست خیل کے حوالے کیا گیا جو کہ غازی عمرأخان کا نائب سپہ سالار تھا۔
- مسکینی غازی عمرا خان کے چھوٹے بھائی محمد شاہ خان کے حوالے کیا گیا۔

باب پنجم

غازی عمرا خان کے بعد کے حالات

انگریزوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ان علاقوں کو چھوڑ کر قبائل کی اندرونی خود مختاری میں دخل اندازی نہیں کریں گے لیکن غازی عمرا خان کے جانے کے بعد انگریزوں نے وعدہ خلافی کرکے درگئی، ملاکنڈ، چکدرہ، منڈہ، دیر اور دروش قلعوں پر قبضہ کرکے نہ صرف انہیں اپنے فوجی قلعوں میں تبدیل کیا بلکہ قبائل کی خود مختاری میں بھی دخل اندازی شروع کی۔ وہ ان کے جرگوں کے فیصلوں میں بھی مداخلت کرنے لگے اور جب انہیں پتہ چلا کہ غازی عمرا خان کابل پہنچ گئے ہیں تو ان کے جرنیل نے نعرہ لگا کر کہا کہ " آج ہمارا بدترین دشمن ہمارے بہترین دوست کے ہاتھ میں ہے اور امیر افغانستان کو ہدایات جاری کیں کہ غازی عمرا خان کو دوبارہ برطانوی حدود میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیں۔ یہ سن کر خان غازی عمرا خان کے دوستوں اور حلیف قبائل میں انگریزوں کے خلاف اشتعال میں مزید اضافہ ہوا۔ اس فیصلے نے انگریزوں کے خلاف نفرت میں جلتی پر تیل کا کام کیا۔

عبدالرحمٰن خان امیر افغانستان نے بھی جب شمال اور شمال مغرب میں انگریز فوج کو اپنے دروازے پر موجود پایا تو اسے اپنی سالمیت کی فکر لاحق ہوئی۔ اس نے اس طرف کے پختون قبائل کو انگریزوں کے خلاف ابھارنے کے لئے "ترغیب الجہاد" کے نام سے جہادی پمفلٹ چھپوائے اور لوگوں میں تقسیم کرنا شروع کردیے۔ دوسری جانب جنوری 1896ء میں شریف خان نے جندول پر قبضہ کرنے کے لئے حملہ کیا اور اس کو قبضے میں لے لیا۔

انگریزوں کے کہنے پر جندول کے خان اپنی جگہ پر رہے۔ البتہ ان کو یہ سبق سکھایا گیا کہ اگر وہ معمولی گڑبڑ بھی کریں گے تو ان کی خانیاں خطرے میں ہوں گی۔

5.1 عہد نامہ پر عمل درآمد:

غازی عمرا خان کے دوستوں سعد اللہ خان (سرتور فقیر)، جمروزی، امیر محمد اور دوسرے مجاہدین کو وہ عہد نامہ یاد آیا جو انہوں نے 1886ء میں غازی عمرا خان کی موجودگی میں کیا تھا اور اب اُس معاہدے پر عمل درآمد کا وقت آ پہنچا تھا جس کا ترجمہ درجہ ذیل ہے:

"ہم اقرار کر کے لکھ دیتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک سعد اللہ خان بابا (سرتور فقیر) اور مجاہدین بھائی غازی عمرا خان، جمروزی، امیر محمد اور دوسرے مجاہد دوست شمشی خان بانڈہ، بانڈہ گئی اور تالاش کے اسلام پسند گروہ شریف خان کے ساتھ کسی قسم کا تعلق زندگی بھر نہیں رکھیں گے اور جو جرگہ یہاں بلایا گیا ہے، اس میں شامل افراد کامل اتفاق کے ساتھ حتی الوسع کوشش کے مطابق ان کے مقابلے میں اس وقت تک جہاد جاری رکھیں گے جب تک ہمارے گھروں میں ایک فرد بھی باقی رہے۔ جرگے میں ہم اپنی باتوں پر صادق و امین رہیں گے اور خلاف ورزی نہیں کریں گے کیونکہ شریف خان ہمارے اللہ کے دین اور رسولؐ کے خلاف ہیں۔ نشانِ انگوٹھا غازی عمرا خان، سعد اللہ خان، امیر محمد وغیرہ۔"

اب سعد اللہ خان اپنے دوست غازی عمرا خان کے ساتھ اس وعدے کو نبھانا چاہتا تھا۔ دوسری طرف نجم الدین ہڈے ملا، اور پالم بابا جو 1895ء کی جنگ میں انگریزوں کے خلاف لڑے تھے، اب دوبارہ لوگوں کو انگریزوں کے خلاف لڑنے کے لئے تیار کر رہے تھے۔ سعد اللہ خان، ہڈے ملا، پالم بابا اور ایسے بہت سے مجاہدین 1895ء کی برسی پر انگریز کے خلاف نبرد آزما ہونا چاہتے تھے۔ عوام میں بھی انگریز مخالف جذبات اپنی انتہا پر تھے لیکن بروقت رابطوں اور انگریزوں کی ان پر کڑی نگرانی کی وجہ سے اس پر عمل نہ ہو سکا۔ اب عوام الناس کو صرف ایسے رہنما کی ضرورت تھی جو ان کو ایک محاذ پر جمع کر سکے۔

Scanned with CamScanner

ونسٹن چرچل کی کتاب "ملاکنڈ فیلڈ فورس" کے مطابق forward policy کا نمایاں پہلو چترال پر ہر صورت میں قبضہ بر قرار رکھنا تھا۔ قلعوں، سڑکوں اور لوگوں کے درمیان انگریز افسروں کے فیصلے، تجارت اور بازاروں میں دخل اندازی یہاں کے قبائل دیکھ رہے تھے اور ان کی نظر اس بات پر بھی تھی کہ بغیر کسی جنگ کے ان کی آزادی آہستہ آہستہ سلب ہوتی جارہی تھی جس کے خلاف طول و عرض میں ایک خاموش احتجاج جنم لے رہا تھا۔ قبائل ایک دوسرے کو انگریز کے خلاف پیغامات بھیج رہے تھے۔ کابل کی طرف سے بھی ان کی اعانت اور مدد جاری تھی۔ پہاڑ میگزین کی طرح بارود سے بھرے تھے۔ جس کے لئے صرف آگ کی ایک معمولی چنگاری کی ضرورت تھی۔

امیر کابل امیر عبدالرحمٰن خان نے جہاد کے پمفلٹ تقسیم کئے اور وہ وقت آپہنچا جب سرتور فقیر (انگریزوں کے Mad ملا) نے مقدس جنگ یعنی جہاد کا نعرہ لگایا جس کی گونج ایک دھماکے کی طرح ہر طرف پھیل گئی اور تمام اطراف سے لوگوں نے اس کے نعرے پر لبیک کہا اور حیرانگی کی بات یہ ہے کہ انگریز سرکار کو اس پوشیدہ قوت اور اس کے خلاف نفرت کا اندازہ بھی نہ ہوسکا۔

5.2 سعد اللہ خان بابا (سرتور فقیر) کا ورود:

1897ء میں یہ مشورے ہوئے کہ انگریز کے خلاف مختلف محاذوں پر مختلف علاقوں میں جنگ شروع کرنی چاہیئے۔ اس مشورے میں امیر افغانستان عبدالرحمٰن خان کی رائے بھی شامل تھی اور یہ مشورہ نجم الدین، ہڈے ملا، پالم بابا، سید احمد بامی خیل، جمروز خان اور سید خان کے درمیان ہوا۔

سعد اللہ خان بابا (سرتور فقیر) نے ان کا انتظار کئے بغیر 18 جولائی 1897ء کو لنڈاکی (سوات) پہنچ کر وہاں پڑاؤ ڈال دیا اور ان کی پر زور تقریریں ان کے لشکر میں اضافے کا باعث بنیں۔ یہ خبر جب انگریز پولیٹیکل ایجنٹ کو پہنچ گئی تو انہوں نے تھانہ کے خان خیلو

Scanned with CamScanner

کو خبر بھیجی کہ ایک بندہ لنڈاکی (سوات) میں انگریزوں کے خلاف لشکر جمع کر رہا ہے۔ اس کے خلاف کارروائی کریں۔ تھانہ کے خان خیلو نے انگریز پولیٹیکل ایجنٹ کو جواب میں کہا کہ ان کے کاموں پر زیادہ توجہ نہ دیں۔ سوات کے میاں گل عبد الحنان نے کہا کہ فکر نہ کریں ہم ایک نوکر بھیج کر اس کو اٹھالیں گے۔

26 جولائی 1897ء کو سعد اللہ خان اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس گرم ترین دن کو لنڈاکی سے روانہ ہوا اور نہایت تیزی کے ساتھ اس کے لشکر میں اضافہ ہوتا گیا۔ ایک ہزار افراد کے لشکر میں اضافہ ہوتے ہوئے ان کی تعداد 12 ہزار تک پہنچ گئی۔ 26 جولائی 1897ء کو میجر ڈین نے بریگیڈیئر جنرل مائیکل جان کو رپورٹ پیش کی کہ میڈ ملا کے اردگرد بہت سے مسلح لوگ جمع ہو گئے ہیں اور غالباً حملہ ہونے والا ہے۔ جنرل مائیکل جان نے فوراً فوجی دستے امان درہ روانہ کئے تاکہ سرتور فقیر کا راستہ روکے۔ اسی رات کو 9 بج کر 45 منٹ پر ٹیلی گراف کی تار کاٹی گئی اور ملاکنڈ کو اطلاع پہنچ گئی کہ بہت زیادہ تعداد میں مسلح پختون ملاکنڈ کی طرف بڑھ رہے ہیں جس کی تصدیق لیوی کے جمعدار نے کی۔ اسی رات 9 بج کر 30 منٹ پر انگریز فوجی افسران ملاکنڈ خاص میں کھانا کھانے میں مصروف تھے اور اس پر بحث جاری تھی کہ فقیر جنگ کے لئے آرہا ہے یا لوٹ مار کے لئے؟ یہ بحث جاری تھی کہ فقیر کے لشکر نے ملاکنڈ خاص انگریز فوج پر ایسا سخت حملہ کیا کہ فائرنگ کی آوازوں سے وادیِ ملاکنڈ کے پہاڑ گونج اٹھے اور یہی گن گرج 6 دن اور 6 راتوں تک جاری رہی۔

انگریز فوج نے سکھوں کو آگے کیا جو اکثر قتل کئے گئے۔ سرتور فقیر کے لشکر نے کوارٹر گارڈ پر قبضہ کر کے اسلحہ و بارود پر قبضہ کر لیا۔ کرنل میکرائے نے اپنے فوجیوں کو جمع کر کے سرتور فقیر کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ فقیر کے جوابی حملے کے نتیجے میں کرنل میکرائے شدید زخمی اور میجر ٹیلز بمعہ کئی سپاہیوں کے قتل ہوا۔ انگریز فوج کی سخت مزاحمت اور جدید اسلحے سے لیس ہونے کے باوجود مجاہدین ملاکنڈ خاص بازار اور سرائے تک پہنچ گئے اور تین اطراف سے

Scanned with CamScanner

انگریز فوج کے کیمپوں پر حملہ کر دیا۔ انگریز فوج کی بندوقیں مجاہدین پر آگ برسا رہی تھیں جبکہ زیادہ تر مجاہدین کے ساتھ تلوار، چاقو اور کلہاڑیاں تھیں اور اس کے باوجود انگریز فوج پسپا ہوئی اور انہیں اپنی پناگاہوں اور کمروں میں پناہ لینی پڑی لیکن مجاہدین ان کے کمروں اور پناگاہوں میں بھی پہنچنے میں کامیاب ہوگئے۔ لفٹننٹ مینلے نے اپنے کمرے میں پناہ لی۔ شدید فائرنگ کے دوران مجاہدین اس کے کمرے میں جا پہنچے اور اسے قتل کر دیا۔ سرجنٹ ہیر نگٹن نے اندھیرے کا فائدہ اٹھایا اور اپنی جان بچانے میں کامیاب ہوگیا۔ غازیوں نے انگریز فوج کے کوارٹر گارڈ پر قبضہ کر کے لیفٹیننٹ واٹلنگ کو قتل کر دیا اور باقی فوج بھاگنے میں کامیاب ہو گئی۔ مجاہدین نے کوارٹر گارڈ میں داخل ہو کر انگریز کے تمام اسلحہ و کارتوس اپنے قبضے میں لے لئے۔ بریگیڈیئر جنرل مائیکل جان اپنے فوجی دستوں کو جمع کرنے میں مصروف تھے کہ وہ بھی زخمی ہوگئے اور اس کے فوجی دستے کے سارے فوجی یا تو زخمی ہوگئے یا قتل کئے گئے۔

زیادہ تر انگریز فوجی زخمی ہوگئے تھے جن میں میجر ہربرٹ شدید زخمی اور کرنل لیمب ہلاک ہوگئے تھے۔ انگریز فوجی حوصلہ ہار کر بھاگ رہے تھے جبکہ مجاہدین کے حوصلے بلند تھے اور ان کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا۔ پہلی رات کی لڑائی صبح 4 بج کر 15 منٹ تک جاری رہی جس میں کل 6 انگریز افسر ہلاک یا شدید زخمی ہوئے جبکہ 152 انگریز سپاہی ہلاک یا شدید زخمی ہوئے۔ اس حملے میں 19 مجاہدین شہید ہوئے۔ اسی رات سعد اللہ (سرتور فقیر) کے 8 ہزار آدمیوں نے قلعہ چکدرہ پر بھی حملہ کیا۔ 26 جولائی کو شروع ہونے والے حملے 2 اگست 1897ء تک جاری رہے۔ اس جنگ میں خود سرتور فقیر بھی زخمی ہوئے۔ انگریزوں کو مسلسل مردان اور پشاور سے کمک ملنے کے باوجود ان کو پسپا ہونا پڑتا تھا۔ ان حملوں میں کُل 206 انگریز افسر اور سپاہی قتل ہوئے۔ جن میں 173 ملاکنڈ میں ہلاک ہوئے جبکہ 33 چکدرہ میں لقمۂ اجل بنے جبکہ کُل تین ہزار سے چار ہزار تک مجاہدین شہید ہوئے جن میں دو ہزار چکدرہ اور باقی ملاکنڈ میں شہید ہوئے۔

Scanned with CamScanner

5.3 انگریزوں کا دوبارہ کنٹرول اور متحارب فریقوں کو سزائیں:

جب برطانوی فوج کو پتہ چلا کہ ملاکنڈ اور چکدرہ پر حملہ ایک اتفاق نہیں تھا بلکہ یہ انگریزوں کو ان علاقوں سے بھگانے کا ایک منظم پروگرام تھا، انہوں نے جب اپنے فوجیوں کی حالت زار کو دیکھا اور مجاہدین کی تعداد میں مسلسل اضافے کا جائزہ لیا تو انہوں نے 30 جولائی 1897ء کو تین بریگیڈ پر مشتمل ملاکنڈ فیلڈ فورس قائم کیا جس میں دو بریگیڈ فوج نے ملاکنڈ پر حملہ کیا اور ایک بریگیڈ فوج کو محفوظ (reserve) رکھا گیا۔ 2 اگست کو انگریز فوج نے ملاکنڈ اور 3 اگست کو انہوں نے چکدرہ مجاہدین سے خالی کر دیا۔

اب انگریز فوج نے ان قبائل کو سزا دینے کا فیصلہ کیا جنہوں نے اس جنگ میں حصہ لیا تھا جس میں سم رانیزئی، سوات رانیزئی، سلارزی، بنیر وال، تمام بالائی سوات، خال کے اخونزادگان، تالاشی، دشخیل، باجوڑ اور جندول کے تمام مختلف قبائل، اتمان خیل، ضلع پشاور سے 12 ہزار افراد شامل تھے۔ دیر کے سلطان خیل اور پائندہ خیل نے مجاہدین کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ ناوگئی کے صفدر خان غیر جانبدار رہے۔ یعنی اس نے بھی مجاہدین کی مدد نہیں کی۔ دیر کا شریف خان مجاہدین کی شکست کو دیکھ کر انگریزوں کی حمایت میں کھڑا ہو گیا۔

19 اگست 1897ء کو زیریں سوات خار، بٹ خیلہ، ڈھیری، جولگرام، مشکنئی اور طوطہ کان تک انگریز فوجی دستے بھیج دیئے گئے۔ یہاں کے باشندوں کے گھر اور گاؤں جلا دیئے گئے ان سے سارا اسلحہ اکھٹا کیا گیا۔ وہ سڑک کے کنارے حیران و پریشان اور سہمے ہوئے بیٹھ کر تباہ شدہ گاؤں اور گھروں کا نظارہ دیکھ رہے تھے۔ ان سے سارا اسلحہ جمع کرنے کے بعد مختلف گاؤں میں قتل عام کیا گیا۔ بٹ خیلہ کے قلعہ بند گاؤں میں 80 نہتے معصوم شہری شہید کر دیئے گئے۔ 1895ء کی جنگ میں انگریزوں کی مدد کرنے پر جو مراعات اور وظیفے دیئے جاتے تھے، وہ بند کر دیئے گئے۔ ان پر 47000 روپے کا بھاری جرمانہ لگایا گیا۔ جو

Scanned with CamScanner

30 اگست کو ایک فوجی دستہ اوچ بھیج دیا گیا۔ ان سے پانچ ہزار روپے جرمانہ وصول کیا گیا۔ اسی تاریخ کو اتمان خیل کو سزا دینے کے لئے براستہ جولگرام فوجی دستے بھیج دیئے گئے لیکن باجوڑ میں حالات خراب ہونے کی وجہ سے واپس بلائے گئے۔

12 اگست 1897ء کو بالائی سوات کی طرف فوجی دستے روانہ کئے گئے جن کو 17 اگست لنڈاکی کے مقام پر مجاہدین کی سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ انگریز فوجی چار ہزار مجاہدین کو شکست دے کر انگریز 19 اگست کو مینگورہ پہنچ گئے۔ وہاں لوٹ کھسوٹ کر کے مختلف گاؤں کو جلا کر ان سے اسلحہ جمع کیا۔ اس کشت و خون میں پانچ سو مجاہدین شہید ہو گئے۔ 24 اگست تک انگریز فوج گاؤں اور گھروں کو لوٹتی رہی اور ان سے 20 ہزار روپے جرمانہ بھی وصول کر لیا گیا۔

تیسرا محفوظ (reserve) بریگیڈ فوج جو کہ ابھی تک مردان میں تھا، رستم کے راستے بونیر والوں کو سزا دینے کے لئے بھیجا گیا۔ تاہم حالات کی نزاکت کو دیکھ کر اس مہم کو ملتوی کرنا پڑا۔ اس تیسرے بریگیڈ فوج کو بھی ملاکنڈ بلایا گیا تاکہ باجوڑ، جندول، سلارزو اور ماموند کے قبائل کو سزا دی جاسکے۔ ونسٹن چرچل کی رپورٹ کے مطابق ان قبائل کے خلاف آپریشن میں جتنے بھی مجاہدین شہید ہوئے ان کی تعداد کچھ یوں ہے۔

زیریں سوات	<= 700	بالائی سوات	<= 600
بنیروال	<= 500	اتمان خیل	<= 80
دوسرے قبائل	<= 200	کل تعداد	<= 2080

مختلف مقامات پر لڑائی کے دوران شہداء کی تعداد:

ملاکنڈ کی لڑائی	<= 700	اماندرہ	<= 500
چکدرہ	<= 2000	لنڈاکی	<= 500
کل تعداد	<= 3700		-

5.4 انگریز فوج کا جندول، باجوڑ اور ماموند پر حملہ:

اب انگریز فوج کا ہدف جندول، باجوڑ اور ماموند تھا۔ جندول کے 7 قلعوں میں سے 6 قلعوں کے لوگ مجاہدین کو کمک بھیجنے میں مصروف تھے۔ ان میں واحد قلعہ باڑوہ جو سید احمد خان مست خیل کے قبضے میں تھا، وہ انگریزوں کے طرفدار تھے۔ باقی جو 6 قلعے تھے ان میں سے 3 قلعوں میں غازی عمراخان کے بڑے بھائی تھے جنہوں نے پنجکوڑہ پُل پر قبضہ کیا تھا تاکہ وہ شریف خان کے قبضے سے آزاد رہ کر مجاہدین کی نقل و حرکت میں رکاوٹ نہ بنے۔ دوسرے قلعے میں بھی غازی عمراخان کے چچازاد بھائی عبدالمجید تھے جبکہ دو قلعوں میں سید احمد خان کے چچازاد بھائی تھے لیکن وہ سید احمد خان کے خلاف تھے۔

تین قلعوں کے خان جندول سے لشکر جمع کر کے چکدرہ اور ملاکنڈ میں مجاہدین کی مدد کیلئے بھیجتے تھے۔ دوسری طرف یہ چرچا بھی ہو رہا تھا کہ غازی عمراخان افغانستان سے جندول واپس آرہے ہیں۔ اس کے جواب میں برطانوی حکومت نے امیر عبدالرحمٰن خان کو واضح پیغام بھیجا کہ غازی عمراخان کا واپس جندول آنا افغان حکومت کے ساتھ جنگ کے برابر ہوگا۔

باجوڑ سے خان عمراخان کا ایک اور چچازاد بھائی میر آغاجان جو غازی عمراخان کا سپہ سالار رہ چکا تھا، لشکر جمع کر کے مجاہدین کی مدد کرتا تھا۔ ماموند سے ہڈے ملا جس کا اپنا نام نجب الدین تھا اور بنیادی طور پر افغانستان کا رہنے والا تھا۔ یہ انگریزوں کا دشمن اور غازی عمراخان اور سعد اللہ خان کا دوست تھا۔ اس نے 1895ء میں غازی عمراخان کی مدد کی تھی اور ماموند سے مسلح لشکر مدد کے لئے بھیجا کرتا تھا۔ جب سعد اللہ خان سواتیوں اور بیروال کو ابھارنے میں مصروف تھا تو نجب الدین ماموند کے قبیلوں کو منظم کرنے میں مصروف تھا۔ واحد دیر کے ملیزی خاص کر سلطان خیل اور پائندہ خیل نے نہ تو 1895ء اور نہ ہی 1897ء میں انگریزوں کے خلاف جنگ میں حصہ لیا۔

ونسٹن چرچل کی کتاب The malakand field force کے مطابق:

Scanned with CamScanner

"6 ستمبر 1897ء کو سر بنڈن بلڈ نے دو بریگیڈ فوج اور بڑی تعداد میں کیولری اور توپخانے کے ساتھ جندول، باجوڑ اور ماموند کی طرف پیش قدمی شروع کی۔7 ستمبر 1897ء کو سر بنڈن بلڈ نے تمام فوجی دستے گوسم کے مقام پر جمع کئے اور اسی تاریخ کو ان کے مقابلے کے لئے بہت زیادہ مجاہدین جمع ہو گئے۔اب ہر وقت انگریزوں پر حملے کا سایہ چھایا رہا۔انہوں نے دریائے پنجکوڑہ کے پُل پر قبضہ کرنے کی بھی ناکام کوشش کی۔اسی مقام پر میجر ڈین پولیٹیکل ایجنٹ نے مختلف قبائل کے جرگے بلا کر انہیں اسلحہ حوالہ کرنے، آبادی کے لحاظ سے ان پر جرمانہ عائد کرنے اور ان کے تسلیم ہونے کی صورت میں ان سے معاہدے کیے۔ تین دن تک گوسم میں انگریز فوج پڑی رہی اور یہاں سے نزدیکی علاقوں میں مہمات بھیجتی رہی۔"

ان دنوں یہ چار خانیاں مشہور تھیں:

1:۔شریف خان دیر خان 2:۔صفدر خان ناوگئی خان 3:۔جار خان (باجوڑ)

4:۔خار خان (باجوڑ)

یہ چاروں خان انگریزوں کی کٹھ پتلیاں تھے اور ان سے مراعات بھی لیتے تھے اور اس انگریز دوستی کے بناء پر عوام ان خانوں سے نفرت کرتے تھے۔ غازی عمراخان جو 1895ء میں اسی علاقے سے نکال کر افغانستان میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے تھے، عوام میں اب بھی بہت مقبول اور پسندیدہ شخصیت تھے۔ خصوصاً جندول، سلارزئی اور ماموند کے قبائل اب بھی ان پر جان قربان کرتے تھے۔غازی عمراخان کے پاس اسلحہ بھی تھا اور پیسے بھی اور جس طرح یہ بات پھیل گئی تھی کہ وہ جندول واپس آرہے ہیں تو ان کے آنے سے یہاں ایک مضبوط قوت وجود میں آسکتی تھی۔اس لئے حکومتِ برطانیہ نے امیر کابل کو واضح پیغام بھیجا کہ: "اگر امیر کی خواہش جنگ ہو تو غازی عمراخان کو واپس بھیج دیں۔"

دوسری بات یہ کہ امیر کابل کی ذمہ داری ہے کہ وہ جندول اور باجوڑ کے قبائل کو

Scanned with CamScanner

حکومتِ برطانیہ کے خلاف ہونے سے منع کریں۔ گو سم میں انگریز فوج کے خیمہ زن ہونے کے دوران وہ روزانہ کی بنیاد پر مختلف اطراف میں گھڑ سوار دستے بھیجتے تھے تا کہ کچھ علاقوں کے جغرافیائی خدوخال معلوم کیا جا سکے اور بعض کے مقاصد کچھ فوجی اور کچھ سیاسی تھے۔

9 ستمبر 1897ء کو میجر ڈین وادیِ جندول گئے۔ یہ ایک انتقامی دورہ تھا۔ جندول کے 9 قلعوں میں سے 7 قلعے مست خیل کے مختلف خانوں کے قبضے میں تھے۔

1:۔ باڑوہ میں سید احمد خان

2:۔ صدبر میں شیر افضل خان

3:۔ چاودہ میں میر حسن خان

4:۔ دامتل میں زین اللہ خان

5:۔ تور میں میر افضل خان عرف گل یا نواب

6:۔ منڈہ میں عبدالمجید خان

7:۔ کس کوٹ میں عبدالغنی

ان 7 قلعوں میں سید احمد خان مست خیل تھا جو انگریزوں / شریف خان کا طرفدار تھا۔ اس نے اس موقع پر میجر ڈین پولیٹیکل ایجنٹ اور اس کے حفاظتی دستے کے لئے پُر تکلف کھانے کا بندوبست کیا تھا۔ باقی 6 قلعوں کے خان انگریز اور شریف خان کے خلاف تھے۔ ملاکنڈ اور چکدرہ کے حملے اور پھر دریائے پنجکوڑہ پر قبضہ کرنے میں غازی عمرا خان کے تینوں بھائی میر افضل خان، میر حسن اور زین اللہ شریک تھے۔ اور انہوں نے قسم کھائی تھی کہ وہ آخری دم تک لڑیں گے۔

پہلے میجر ڈین منڈہ گئے جہاں عبدالمجید خان زرق برق پوشاک میں ملبوس اپنی کھال میں مست تھے۔ ان کو 9 بندوقیں جرمانہ کیا گیا۔ پھر میجر ڈین نے آگے بڑھ کر تور اور چاودہ قلعے کی تلاشی لی جہاں نہ اسلحہ موجود تھا اور نہ ہی بچے و خواتین، جس سے یہ ظاہر تھا کہ وہ اس

ممکنہ آپریشن کے لئے تیار تھے۔ انہوں نے پہلے سے ہی اپنے بچے، خواتین اور قیمتی اشیاء محفوظ جگہ پر منتقل کئے تھے۔ میجر ڈین نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ لوگوں نے پنجکوڑہ پل پر قبضہ کرنے کے لئے مجاہدین بھیجے تھے؟ جس کا اقرار انہوں نے یہ کہہ کر کیا کہ وہ لڑائی تھی اور ہم نے آخری وقت تک لڑنے کی قسم کھائی تھی لیکن اب ہم صلح چاہتے ہیں۔

9 ستمبر 1897ء کو میجر ڈین نے تور کے میر افضل خان عرف گل اور چاودہ کے میر حسن خان کو گرفتار کرلیا۔ انہوں نے بڑے اطمینان اور تسلی کے ساتھ گرفتاری دے دی کیونکہ وہ نہ لڑ سکتے تھے اور نہ بھاگ سکتے تھے۔ بعد میں جیسے جیسے آگے بڑھے باقی خان بھی تسلیم ہوتے گئے اور ان پر انگریزوں کے ساتھ لڑنے کا الزام بھی نہیں تھا۔ آخر میں غازی عمرا خان کے تیسرے بھائی زین اللہ خان کو بھی گرفتار کرلیا گیا۔

باڑوہ غازی عمرا خان کے بعد سید احمد خان مست خیل کے حوالے کیا گیا تھا۔ جسے باقی 6 مست خیل خان نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اس نے انگریزوں کو خوش آمدید کہا اور ان کو قلعے کے اندر لے گئے۔ چرچل کے مطابق سید احمد خان مست خیل میجر ڈین کو اس کمرے میں بھی لے گئے جہاں ایڈورڈ اور فاولر غازی عمرا خان کے قیدی تھے۔ ونسٹن چرچل مزید لکھتا ہے کہ باڑوہ کے خان (سید احمد خان مست خیل) ہمیں قلعے کے نزدیک چشمے تک بھی لے گئے جہاں چنار کے سایہ دار درخت تھے اور وہاں بہت سے آرام دہ چارپائیاں پڑی تھیں جو کھٹملوں سے بھری تھیں۔

مست خیل کی بے اتفاقی یہاں بھی قابلِ غور ہے کہ ایک طرف غازی عمرا خان کے تین بھائی، جو کہ سید احمد خان کے چچازاد بھائی بھی تھے، انگریزوں نے بڑی بے شرمی سے انہیں گرفتار کرکے ان کو محافظوں کے قبضے میں دے دیا اور دوسری طرف سید احمد خان مست خیل انگریزوں کی خوشامد کرتا رہا۔ بقول ونسٹن چرچل:

انگریز فوج کے لئے پہلے مختلف ناشتے، پھر دوپہر کے لئے بہترین کھانے جس میں

مختلف قسم کے پھل، پلاؤ اور مختلف کھانے شامل تھے، تیار کرائے گئے۔ آدمیوں کی ایک قطار باندھی گئی تھی جو کھانا لا رہے تھے۔ ہر شخص کے ساتھ مختلف قسم کے کھانوں کے مختلف برتن تھے۔ ہمیں ایسے کھانے دیئے گئے کہ ہمارے فوجی دستے ان کو کبھی نہیں بھلا سکتے۔ سکھ فوجیوں نے اپنی مذہبی پابندی کی وجہ سے صرف پھل کھائے۔ انگریز فوجیوں نے جنگ کے محاذ پر قلعہ باڑوہ میں یہ دن ایسا گزارا جیسے وہ پکنک پر گئے ہوں۔ انہوں نے دوپہر کے وقت خوب آرام کیا اور سہ پہر سورج ڈھلنے کے بعد روانہ ہوئے۔"

گوسم سے فوجی دستے اتمان خیل کے علاقوں میں بھیج دیئے گئے اور ان پر 100 بندوقوں کا جرمانہ عائد کیا گیا۔ گوسم سے انگریز فوج نے ماموند کی طرف پیش قدمی شروع کی۔ راستے پر ناوگئی خان، جار خان اور خار خان (باجوڑ) سر بلڈن بلڈ سے ملے اور انہیں اپنی خدمات پیش کیں۔ انہوں نے یہ خدمت بہت اچھے طریقے سے سرانجام دی۔ جس کے بدلے میں انہیں فصل کے نقصان کا معاوضہ ادا کیا گیا اور نقد رقم بھی دی گئی۔

16 ستمبر کو جب انگریز فوج ماموند میں داخل ہوئی تو وہاں ان کو سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ مرخنئی میں خون ریز جنگ کے دوران تین انگریز افسر اور 16 سپاہی 98 خچروں سمیت ہلاک کر دیئے۔ دوسرے دن کے حملے میں قبائلی لشکر نے 9 انگریز افسر، 140 سپاہی اور 4 علاقائی افسر ہلاک کر دیئے اور انگریز فوج سے 22 بندوقیں چھین لیں۔ 19 ستمبر کو راماہات میں قبائل نے انگریز کے تیسرے بریگیڈ پر حملہ کیا جس میں 3 فوجی افسر اور 100 گھوڑے و خچر ہلاک ہوگئے۔ انگریز فوج نے سراسیمگی کی حالت میں راستہ بدل لیا۔

سر بنڈن بلڈ جو ملاکنڈ، خار (بٹ خیلہ) اور چکدرہ میں چار ہزار مجاہدین کا قاتل تھا اور اس کے وہی فوجی دستے جو ماموند پر حملے کے لئے بے قرار تھے، اب اپنی جان بچانے کی فکر میں تھے۔ انگریزوں نے ماموند کے 26 گاؤں جلا کر راکھ کر دیئے۔ 18 ستمبر کو پھر 8 انگریز سپاہی ہلاک ہوگئے۔ 20، 22، 23 ستمبر کو قبیلہ ماموند کے لشکر نے مزید 22 انگریز افسروں

Scanned with CamScanner

اور سپاہیوں کو ہلاک کیا۔ 20 ستمبر کی رات ماموند کے شبِ خون سے بریگیڈیر جنرل ووڈہاوس اور کیپٹن مان سنگھ شدید زخمی ہوئے جبکہ 132 انگریز فوجی ہلاک کر دیئے گئے۔

انگریز فوج اب اپنے سر چھپانے کی فکر میں تھی کیونکہ ایک طرف غیور ترکلانڑی قبائل اور نزدیک سرحد اسمار میں افغان کمانڈر غلام حیدر 9 بٹالین فوج، 6 سکواڈرن اور 14 توپوں کے ساتھ ڈیرہ ڈالے پڑا تھا۔ اب انگریز ماموند سے نکلنا چاہتے تھے۔ انہوں نے ماموند کو چار ہزار روپے جرمانہ ادا کرنے اور انگریزوں کو 50 بندوقیں حوالہ کرنے پر صلح کی کوشش کی۔ ماموند نے 50 کے بجائے 22 بندوقوں پر صلح کر لی۔ دوسری شرط انگریزوں نے یہ رکھی کہ وہ غازی عمرا خان کے پیروکاروں کو اپنے علاقے میں نہیں رکھیں گے جس پر وہ متفق ہو گئے اور اس بات پر ماموند کو تمام جرمانے معاف ہوئے۔

اس آپریشن میں انگریز کے بارہ سو میں سے 31 انگریز افسر اور 251 سپاہ ہلاک ہوئے۔ اس کے بعد سالارزو کی طرف فوج بھیجی گئی۔ ان سے بھی جرمانہ وصول کر کے صلح کر لی گئی۔ سوات کے میاں گل بمعہ جرگہ ممبران کے حاضر ہوئے اور انہوں نے بھی انگریز کی شرائط مان لیں۔ اس کے بعد انگریزوں نے گھڑی عثمان خیل میں فوج جمع کر کے ٹوٹئی اتمان خیل پر حملے کی تیاری شروع کی لیکن بغیر جنگ کے صلح ہو گئی اور انگریز فوج واپس لوٹ گئی۔ ان حالات میں جندول میں سید احمد خان مست خیل اور عبدالمجید جو آپس میں چچازاد بھائی تھے، کی لڑائی قابلِ ذکر ہے۔ سید احمد خان باڑوہ کے خان تھے جبکہ عبدالمجید خان منڈہ کے خان تھے۔ دونوں کے درمیان سخت لڑائی جاری تھی۔ دیر کا شریف خان سید احمد خان کی طرفداری کر رہا تھا جبکہ ناوگئی کے صفدر خان عبدالمجید خان کے حمایتی تھے۔ عبدالمجید خان کا پلڑا بھاری تھا لیکن انگریزوں نے دونوں خانوں کو مداخلت سے منع کیا اور انہیں بھی جنگ کو فی الحال بند کرنے کا کہا۔ جس کی وجہ سے انہیں یہ جنگ روکنی پڑی۔

جنوری 1898ء میں شریف خان جندول پر بار بار حملہ کر کے قبضہ کرنا چاہتا تھا لیکن

Scanned with CamScanner

انگریزوں کی طرف سے اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی تھی۔ اپریل 1898ء میں شریف خان نے پھر انگریزوں کے مفاد میں جندول پر قبضے کی خواہش ظاہر کی۔ میر آغاجان جو غازی عمرا خان کا چچازاد بھائی تھا اور کافرستان پر پہلے حملے کے دوران ان کا سپہ سالار تھا، وہ 1895ء اور پھر 1897 سے مسلسل 1898 تک انگریز فوج کے لیے مشکلات پیدا کر رہا تھا اور انگریزوں کے خلاف لوگوں کو ابھارنے میں مصروف تھا۔

5.5 شریف خان کا جندول پر قبضہ:

جون 1898ء میں پھر سید احمد خان مست خیل اور باقی قلعوں میں موجود مست خیل خان جو غازی عمرا خان کے طرفدار تھے، کے درمیان جنگ شروع ہوئی۔ شریف خان نوابِ دیر اور ناوگئی خان صفدر خان دونوں نے انگریز سے جندول پر قبضہ جمانے کی خواہش ظاہر کی لیکن حالات کی نزاکت کی وجہ سے معاملات رفع دفع کیے گئے۔ مگر جندول پر قبضہ کرنے کے لئے ناوگئی خان اور دیر خان اپنی نظریں جمائے بیٹھے تھے۔

21 جولائی 1898ء میں جندول پر قبضہ کرنے کے لئے نوابِ دیر اور ناوگئی خان کے لشکروں کے درمیان لڑائی شروع ہوئی۔ نوابِ دیر کو معمولی سبقت حاصل ہوئی لیکن حالات اور قبائل کی حمایت کے پیشِ نظر شریف خان کی شکست یقینی تھی۔ اس لئے اس نے انگریز فوج سے مدد طلب کی۔ ناوگئی خان نے بھی انگریز فوج کی مدد مانگی۔ چونکہ سعد اللہ خان (سرتور فقیر) اور دوسرے قبائل کے حملوں اور شورش کا خطرہ تھا، اس لئے دونوں کو انگریزوں نے نفی میں جواب دیا۔ دونوں فریق بار بار انگریزوں سے مدد کی اپیل اور مسئلے کو حل کرنے کے لئے درخواست کرتے رہے۔ ہر کوئی جندول پر اپنا حق جتا رہا تھا۔

آخر ستمبر 1898ء میں یہ فیصلہ ہوا کہ نوابِ دیر ناوگئی خان کو 20 ہزار روپے نقد ادا کرے گا اور ناوگئی خان جندول پر اپنے قبضے سے دستبردار ہو گا۔ اس کے بعد نوابِ دیر کو اجازت ہو گی کہ وہ جندول میں جو کچھ کرنا چاہے، اس کی مرضی سے ہو گا۔ اس طرح ناوگئی

Scanned with CamScanner

خان کو نوابِ دیر شریف خان نے 20 ہزار روپے ادا کئے اور وہ جندول سے دستبردار ہو گیا۔ اس معاہدے کی رو سے نوابِ دیر شریف خان نے سید احمد خان مست خیل کے علاوہ جو ان کے طرفدار تھے، باقی قلعوں کے خان گرفتار کر لئے۔

میر افضل خان قلعہ ٔتور، میر حسن خان قلعہ ٔچاودہ اور زین اللہ خان قلعہ ٔدامتل سے، جو انگریزوں کے قید میں تھے، سب شریف خان کے حوالے کئے گئے۔ سوائے عبدالمجید خان کے جو بھاگنے میں کامیاب ہوا۔ باقی تین خان اب شریف خان کی جیل میں تھے اور کچھ عرصہ بعد شریف خان نے انہیں بھی رہا کیا تو وہ سیدھے پشاور چلے گئے۔ وہاں انہوں نے کمشنر پشاور اور گورنر سے ملاقات کی اور ان کو اپنا مدعا پیش کرتے ہوئے کہا کہ ان کو جندول میں اپنے علاقے واپس دیئے جائیں لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے اور واپس آکر پولیٹیکل ایجنٹ ملاکنڈ سے ملے اور اس کے بعد وائسرائے ہند سے ملاقات کی۔

وائسرائے ہند نے ان سے کہا کہ اگر آپ دریائے سندھ کے اس پار رہنا چاہتے ہیں تو حکومت آپ کو سالانہ پانچ ہزار روپے ماجب دے گی۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ان پیسوں پر ہمارے ساتھیوں کا گزارا نہیں ہو سکتا اور حکومت کی اس پیشکش کو مسترد کر کے باجوڑ آگئے۔ دیر، سوات اور باجوڑ کے انٹیلی جنس برانچ کے ملٹری رپورٹ کے مطابق:

"ایک وقت میں غازی عمرا خان کے یہ چاروں بھائی باجوڑ کے مختلف علاقوں میں عارضی طور پر رہائش پزیر ہوئے۔ میر افضل خان عرف گل شاٹ ولئی میں، میر حسن خان کوٹکی میں، زین اللہ خان ملاکلی میں اور محمد شاہ خان گامبٹ میں رہائش پزیر ہوئے۔ عبدالمجید خان نے بھی قلعہ منڈہ سے بھاگ کر باجوڑ میں پناہ لی تھی۔

ناوگئی خان کے ساتھ معاہدے کی رو سے نوابِ دیر نے سارے جندول پر قبضہ کر لیا اور مست خیل خانوں کے جتنے قلعے تھے، وہ اب اس کے قبضے میں تھے۔ چونکہ نوابِ دیر شریف خان سید احمد خان کا بھانجا تھا، اس لیے اس کے قلعے کو چھوڑ کر وہ باقی سب قلعے اس نے اپنے

Scanned with CamScanner

لوگوں میں تقسیم کر دیے۔ قلعہ منڈہ اور زیریں جندول کا علاقہ اپنے بیٹے میاں گل جان کو دے دیا۔ سلطان محمد عرف سنگر کو صدبر کلی کا علاقہ دیا گیا۔ قلعہ تور میر افضل خان کی گرفتاری کے بعد اپنے بھائی حیات اللہ خان عرف ڈوڈبا خان کو دیا۔ قلعہ گمبیر سید محمد جان صاحبزادہ کے حوالے کر دیا۔ قلعہ کسکوٹ عبدالغنی کے قبضے میں رہ گیا۔ قلعہ مسکینی سید احمد کے بیٹے یوسف خان کے قبضے میں رہا۔ان قلعوں پر 1905ء میں سید احمد خان نے قبضہ کرلیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ناوگئی خان نے عبدالجید خان کو قتل کر دیا۔ میر افضل خان عرف گل اور ان کا بھائی زین اللہ خان ڈھیری جولگرام ملاکنڈ آگئے۔میر افضل خان ڈھیری اور زین اللہ خان جولگرام میں رہائش پذیر ہوئے۔کچھ وقت کے بعد زین اللہ خان اور ان کی اولاد سوات سیدوشریف منتقل ہوگئی جبکہ میر افضل خان ڈھیری میں رہے اور جولگرام (جاربٹ) میں اپنی رہائش اور کاشت کے لئے کچھ زرعی اراضی خریدی۔ کچھ مدت کے بعد میر افضل خان ڈھیری میں وفات پاگئے اور ان کو لوئے بابا کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ان کے دو بیٹے تھے۔نیاز گل اور نور گل۔ نیاز گل کی اولاد تھی لیکن ختم ہوگئی۔ نور گل بھی ڈھیری میں وفات پاگئے۔وہ بھی لوئے بابا میں دفن کئے گئے۔نور گل کے تین بیٹے تھے۔حبیب گل، محمد گل اور زرداللہ خان۔تینوں کی اولاد اب بھی یہاں رہتی ہے۔

کچھ مدت کے بعد نوابِ دیر نے جب عبدالغنی خان مست خیل کی اولاد عبدالخالق خان اور محمد عالم خان مست خیل سے بھی قلعہ چھین کر انہیں بے دخل کر دیا تو وہ بھی آکر اپنے چچازاد بھائی میر افضل خان کے ساتھ ڈھیری جولگرام میں رہنے لگے اور کچھ عرصہ بعد سوات سیدوشریف منتقل ہوگئے۔

خان غازی عمراخان 1903ء کو کابل میں وفات پاگئے اور وہی چاردہ پولی ٹیکنیک انسٹی ٹیوٹ میں دفن کئے گئے۔وہ اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے ہیں لیکن ان کی زندگی ہماری تاریخ کادرخشندہ باب ہے۔

Scanned with CamScanner

نسباً شجرہ یہ ہے۔اس میں بندۂ عاجز بھی شامل ہے۔ہم دو بھائی تھے۔مشتاق احمد اور ڈاکٹر زبیر احمد مرحوم۔

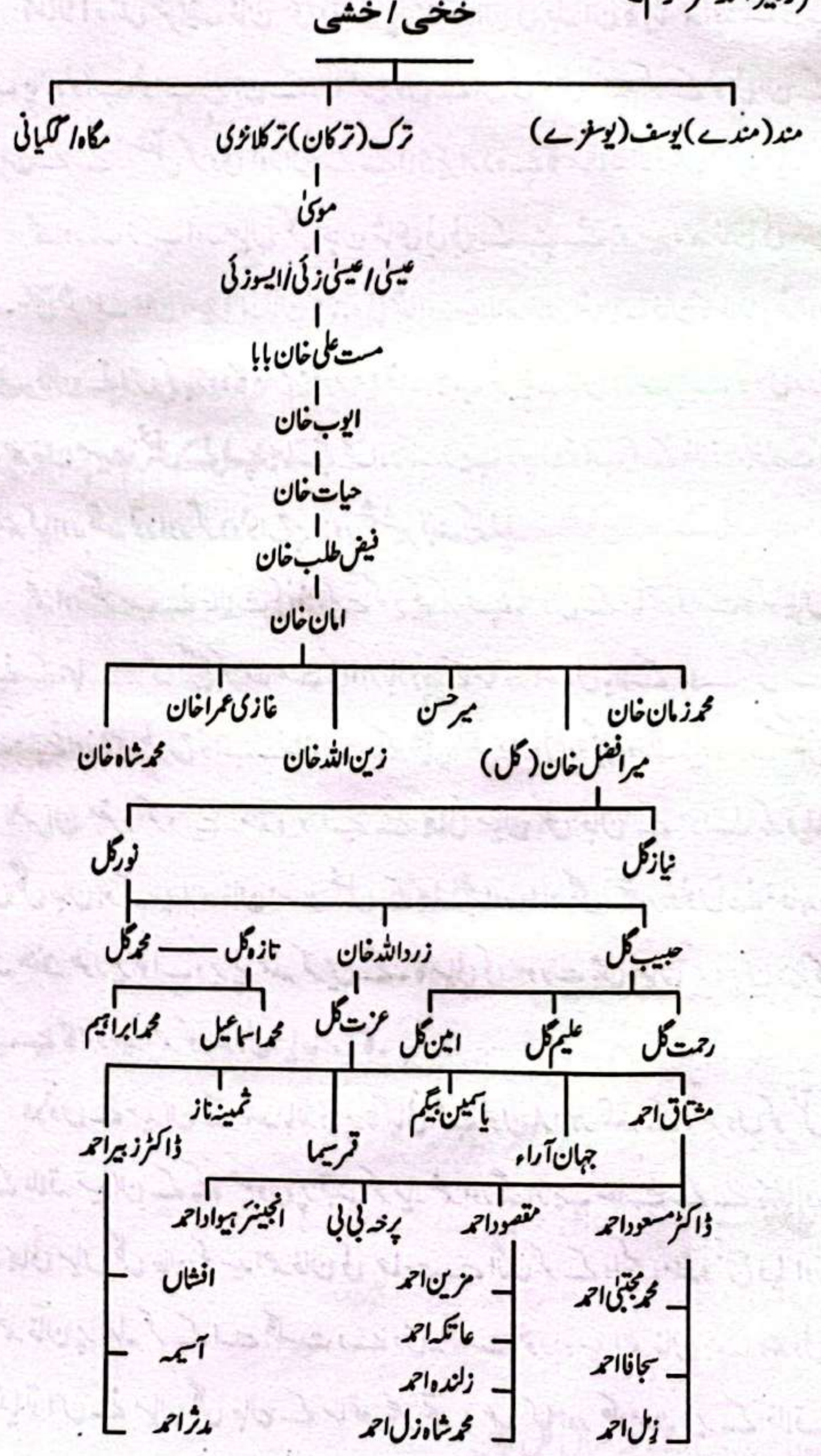

5.6 نواب اورنگزیب کی حکمرانی:

1904ء میں شریف خان بھی وفات پا گئے اور ان کی جگہ ان کا بیٹا محمد اورنگ زیب عرف چاڑہ نواب، نوابِ دیر بن گئے۔ انگریزوں نے ان کی نوابی تسلیم کر کے نوابی ان کے خاندان کے لئے مستقل کر دی اور ان کے لئے 50ہزار روپے کا سالانہ الاؤنس مقرر کیا۔

محمد اورنگ زیب اور میاں گل جان شاہی بی بی کے بیٹے تھے جو سید احمد خان کی بہن تھی۔ یعنی شریف خان، سید احمد خان کا بہنوئی تھا اور سید احمد خان شریف خان کا ملازم تھا اور شریف خان نے اس کو باڑوہ کا حاکم مقرر کیا تھا۔ جب شریف خان وفات پا گئے تو اسی روز سید احمد خان مست خیل نے اپنے بھانجے محمد اورنگ زیب (چاڑہ نواب) کے خلاف بغاوت کا عَلم بلند کیا اور قلعہ تور اور گردونواح پر بزورِ شمشیر قبضہ کر لیا۔

محمد اورنگزیب نے حالات کی نزاکت کو دیکھ کر اپنے ماموں کے ساتھ دست و گریباں ہونے کے بجائے جرگہ بھیج کر مفاہمت کی اور باڑوہ کے ساتھ جندول بالا کے علاقے بھی اسے دے دیئے اور اسی طرح نواب نے بغاوت کے پیشِ نظر جندول پائین، سنگ پارہ اور مسکینی میں افسران مقرر کر دیئے۔ منڈہ کو اپنے سگے بھائی میاں گل جان کے حوالے کر دیا۔ میاں گل جان جو کہ سید احمد خان مست خیل کے بھانجے اور داماد بھی تھے، دونوں نے معاہدہ کیا کہ متفقہ طور پر نوابِ دیر پر حملہ کریں گے۔ کامیابی کی صورت میں میاں گل جان دیر کا نواب بنے گا اور سید احمد کو جندول دیا جائے گا۔

دونوں نے میدان کے قلعہ بانڈئی پر ناگہانی شبِ خون مارا اور قلعہ کے افسروں کو قتل کر کے علاقہ میدان کے کچھ حصوں پر قبضہ کر لیا۔ محمد اورنگ زیب مقابلے کے لئے پہنچا اور اپنے بھائی میاں گل جان کو سید احمد خان کی حمایت سے الگ کر کے واپس منڈہ بھیج دیا اور سید احمد خان پر حملہ کر کے اسے شکست دے دی۔ شکست خوردہ سید احمد خان جب جندول پہنچ گیا تو اس نے میاں گل جان کے ساتھ پھر تجدیدِ عہد کیا اور حکومتِ دیر کے خلاف

سرگرمیاں تیز کر کے سرلڑہ، شہزادی، حیاسیرئی، بارون، سلطان خیل، میدان میں لڑائیاں لڑیں۔

نوابِ دیر نے سرلڑہ کی دوسری لڑائی میں سید احمد خان مست خیل اور میاں گل جان کو شکست دے کر سید احمد خان مست خیل کو گرفتار کر لیا جبکہ میاں گل جان اور سید احمد خان مست خیل کے دو بیٹے یوسف خان اور ایوب خان فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ ان تینوں نے وقتاً فوقتاً ناکام فوجی اقدامات کئے۔ سید احمد خان مست خیل کے بیٹے مایوس ہو کر باجوڑ چلے گئے اور خوانینِ خار باجوڑ، ناوگئی، سلارزو اور ماموند سے اپنے والد کی رہائی کے لئے مدد طلب کی۔ انہوں نے ساتھ دے کر ایک عظیم لشکر کے ساتھ جندول کے تور قلعہ پر حملہ کیا۔ زبردست لڑائی کے بعد ان کو شکست ہوئی۔

جب وہ بزورِ شمشیر اپنے والد کو رہا کروانے میں ناکام ہوئے تو انہوں نے عمائدین کا جرگہ بھیجا۔ جس میں مشہور سید المعروف شال باچا بھی شامل تھے۔ انہوں نے سید احمد خان مست خیل کی رہائی کے لئے عرض کیا۔ نواب نے عمائدین کا جرگہ منظور کیا اور سید احمد خان مست خیل کی گزشتہ سرگرمیوں کو معاف کر کے اس کی رہائی کا حکم دیا اور اس سے حلف لے لیا کہ وہ آئندہ حکومتِ دیر کی مخالفت کا مرتکب نہیں ہوگا۔

5.7 نواب اورنگ زیب کی شکست:

سید احمد خان نواب کی جیل سے آزاد ہو کر جندول چلے گئے لیکن میاں گل جان نے ابھی ہمت نہیں ہاری تھی۔ مسلسل لشکر اور اسلحہ جمع کرنے میں مصروف تھا۔ دونوں نے پھر اتحاد کیا۔ نواب نے اکابرین اور خوانین سے خفیہ معاہدے کرنے کے سلسلے بھی مزید تیز کئے جس میں اخوندزادگان اور خانانِ رباط قابلِ ذکر ہیں۔

دوسری طرف نواب اورنگزیب والئی سوات کے ساتھ معاملات درست کرنے کے سلسلے میں اوچ میں تھے کہ میاں گل جان عرف منڈہ خان نے والئی کنڈاؤ کے راستے قلعہ

Scanned with CamScanner

بلا مبٹ پر حملہ کر کے معمولی مزاحمت کے بعد اس پر قبضہ کر لیا۔ جب اس کی خبر نواب کو ملی تو وہ اوچ سے دیر کی طرف روانہ ہوئے لیکن دیر پہنچتے پہنچتے انہیں اطلاع ملی کہ میاں گل جان نے قلعہ شہزادگئی پر بھی قبضہ کر لیا ہے۔ نواب مقابلہ کرنے یا نہ کرنے کے شش و پنج میں مبتلا تھے کہ میاں گل جان نے عبدالرحمٰن خان کی صلاح سے رباط پر بھی قبضہ کر لیا۔ چونکہ تالاش، ادینزئی کے علاقے دارالخلافہ سے کٹ گئے اس لئے وہ بھی میاں گل جان کے قبضے میں آگئے۔

نواب اورنگ زیب نے اپنے بیٹے ولی عہد محمد شاہ جہان اور بھائی حیات اللہ خان عرف ڈوڈبا کی سرکردگی میں ایک لشکر بھیجا جو اخگرام کے مقام پر میاں گل جان کے لشکر سے متصادم ہوا لیکن شکست سے دوچار ہوا۔ نواب نے بیبیوڑ کے مقام پر پھر اپنے بھائی میاں گل جان کو روکنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے وہاں بھی شکست کھائی۔ منڈہ خان چکیاتن تک آگے بڑھے جہاں سید احمد خان مست خیل جندول سے براول تک کے سارے علاقے پر قبضہ کر کے اس کے انتظار میں بیٹھا تھا۔ یہاں سے دونوں لشکر نواب کا تختہ الٹنے کے لئے آگے بڑھے۔ اب وہ نواب کے قلعے سے 5 میل کے فاصلے پر تھے لیکن نواب نے پھر بھی مقابلہ جاری رکھا۔ جب ولی عہد شاہ جہان نے دیکھا کہ شکست یقینی ہے تو اس نے حملہ آور لشکر کے پہنچنے سے پہلے اپنے جمعداروں اور اردلیوں کی مدد سے دیر کے محل سے خزانے کے کچھ صندوق اپنے والد کے پاس پہنچائے لیکن زیادہ خزانہ لٹ چکا تھا۔

اس وقت دیر میں برطانوی حکومت کی طرف سے صاحبزادہ فضل رحمٰن اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ تھے۔ بعض مشیروں نے نواب کو مشورہ دیا کہ اس سارے معاملے میں صاحبزادہ فضل رحمٰن کا ہاتھ ہے اور ان کو مشورہ دیا کہ وہ پولیٹیکل ایجنٹ ملاکنڈ سے احتجاج کریں جو اس وقت زیارت تالاش میں تھے لیکن نواب دل برداشتہ ہو گئے تھے۔ انہوں نے قلعہ، دیر کی لیوی کے حوالے کیا اور خود پولیٹیکل ایجنٹ سے ملنے روانہ ہوئے۔ وہاں سے

Scanned with CamScanner

نہاگ درہ گئے۔ نواب کے بیٹے شاہ جہان اور عالم زیب باجوڑ بھاگ گئے اور میاں گل جان نے 30 رجب 1331ھ بمطابق 1911ء قلعہ دیر میں داخل ہو کر اپنی بادشاہت کا اعلان کیا۔

نواب موصوف تالاش میں برطانوی پولیٹیکل ایجنٹ سے ملے اور اس سے امداد طلب کی لیکن اس نے مدد سے معذرت کر لی۔ اب اورنگزیب کو اپنی جان کی فکر لاحق ہوئی اور چند اردلیوں اور جمعداروں کے ساتھ موقع پا کر نہاگ درہ چلے گئے اور وہاں دوبارہ اپنے اقتدار کے حصول کے لئے کوششیں شروع کر دیں۔

5.8 نواب اورنگزیب کا دیر پر دوبارہ قبضہ:

میاں گل جان ایک تند خو اور جذباتی نوجوان تھا۔ وہ ہر کام میں اپنی من مانی اور تشدد سے کام لیتا تھا، اس لئے دیر کے اکابرین اور بڑے اشخاص نہاگ درہ جا کر اورنگزیب سے ملتے تھے۔ ان کے دونوں بیٹے باجوڑ میں لوگوں کے ساتھ رابطوں میں تھے اور لشکر جمع کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنے کچھ معتمدین پشاور بھیج کر انگریزوں سے بھی ہمدردی حاصل کی۔

دو ماہ کے قلیل عرصے میں وہ 29 رمضان 1331ھ بمطابق 1911ء کو نہاگ درہ سے ایک بڑے لشکر کے ساتھ دیر کی طرف روانہ ہوئے جبکہ باجوڑ کی طرف سے خار خان نے بمعہ اپنے دو بیٹوں اور لشکر کے قلعہ منڈہ پر میاں گل جان اور سید احمد خان کے مشترکہ لشکر پر حملہ کیا اور قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ پھر منڈہ خان اور سید احمد خان کے مشترکہ لشکر، جس نے باجوڑ کے لشکر کا راستہ روک لیا تھا، انہیں بھی شکست ہوئی۔ وہاں سے فاتح لشکر نے پیش قدمی کرتے ہوئے قلعہ بلامبٹ فتح کر لیا اور پھر شہزادگئی کی طرف بڑھے۔ خون ریز جنگ کے بعد اس قلعے پر بھی قبضہ کر لیا گیا۔ گویا کہ آدھا دیر اورنگزیب کے قبضے میں آگیا۔ وہاں باجوڑ کے لشکر کے ساتھ اورنگ زیب کا لشکر بھی مل گیا اور سب فاتحانہ انداز میں بیبیوڑ اور چکیاتن پہنچ گئے۔

Scanned with CamScanner

عید الفطر کے دن قلعہ پر قبضہ کر کے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا لیکن عید کے باوجود دونوں طرف سے بہت زیادہ قتلِ عام پر فضا افسردہ تھی۔ میاں گل جان نے لیوی پوسٹ میں پناہ لی۔ وہاں سے ان کو چکدرہ اور چکدرہ سے پشاور پہنچایا گیا۔ کچھ عرصے بعد اسے رہا کر دیا گیا اور وہ جندول واپس آ کر معیار میں سید احمد خان کے ساتھ رہنے لگے۔ کچھ مدت کے بعد اس کے ایک غدار نوکر نے پیسوں کے عوض اسے قتل کیا۔ خس کم جہاں پاک۔

سوات اور جندول اکیلے نوابِ دیر کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے سید عبدالجبار شاہ حکمرانِ سوات اور سید احمد خان نے آپس میں اتحاد کر لیا۔ سید احمد خان نے قلعہ میدان پر حملہ کر کے معمولی مزاحمت کے بعد اس پر قبضہ کر لیا۔ دوسری طرف ادینزئی پر سواتی سنڈاکئی ملا کی کمان میں بڑی تیزی سے قبضہ کر رہے تھے۔ نواب دیر نے میدان کی طرف اپنا لشکر روانہ کیا۔ دوسری جانب صفدر خان خود اور اپنے بیٹے کو لشکر دے کر ادینزئی کی طرف روانہ کیا۔ انہوں نے اوچ اور ادینزئی کے تمام علاقے سوات کے لشکر سے واپس لے لئے۔

سواتیوں نے مالیہ کی رقم بروقت ادا نہیں کی تھی جس کی وجہ سے وہ کافی بڑھ گئی تھی۔ چونکہ نوابِ دیر سید احمد خان کے ساتھ جندول اور میدان میں لڑائیوں میں مصروف تھے، اس لئے مالیے کی شکایت سوات کے لوگوں نے سیدو لی عرف سنڈاکئی ملا سے کی۔ اس نے نوابِ دیر کو اس پر غور کرنے کے لئے کہا مگر انہوں نے اس پر کوئی دھیان نہیں دیا اور اس بات پر سنڈاکئی ملا آگ بگولہ ہوا اور وہ سوات کے عوام کو ان کے خلاف ابھارنے لگا۔ جس کے نتیجے میں اقوامِ سوات نے حکومتِ دیر سے بغاوت کا اعلان کیا۔ اس بغاوت کی سرکوبی کے لئے نواب نے سید بادشاہ کمبڑ کی کمان میں ایک لشکر بھیجا۔ اس نے مزید کمک مانگی اور اس کی کمک کے لئے ولی عہد شاہ جہاں کے زیرِ کمان لشکر بھیج دیا گیا لیکن دیر کے لشکر کو نیکپی خیل اور شموزئی سے پسپا ہونا پڑا اور دیر وی لشکر بالآخر ادینزئی تک واپس آ پہنچا۔

باب ششم

عبدالمتین خان کی جندول آمد

حبیب الرحمٰن حبیب دیروی اپنی کتاب "ریاستِ دیر تاریخ کے آئینے میں" میں لکھتے ہیں:

"سید احمد خان مست خیل، نواب شریف خان کا ملازم تھا۔ اس نے غازی عمرا خان کے خلاف شریف خان کا ساتھ دیا تھا لیکن شریف خان کی وفات کے بعد وہ بغاوت پر اتر آیا۔ نواب اورنگزیب نے اسے معاف کر کے باڑوہ کے ساتھ مزید علاقے بھی دیئے مگر اس کے باوجود کہیں بھی ریاستِ دیر کے خلاف آواز اٹھتی، وہ اس میں شامل ہو جاتا۔ اس لئے نوابِ دیر اب اس سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے تھے۔"

اسد اللہ خان متین اور محمد شیرین خان کے مطابق:

"غازی عمرا خان کے 10 بیٹے تھے۔

1:۔ عبدالمتین خان

2:۔ عبدالرحیم خان

3:۔ عبدالحمید خان

4:۔ عبدالوہاب خان

5:۔ عبدالاکبر خان

6:۔ عبدالواحد خان

Scanned with CamScanner

7:۔ عبد الکریم خان

8:۔ عبد الغفور خان

9:۔ عبد القادر خان

10:۔ عبد الحکیم خان"

1914ء میں غازی عمرا خان کے بڑے بیٹے عبد المتین خان جو بہت ذی شعور اور نڈر انسان تھے، کابل سے آکر نواب اورنگزیب سے ملے۔ نواب نے ان کی کافی خاطر تواضع اور خوشامد کی اور علاقہ میدان کا فوجی قلعہ ان کے حوالے کیا اور گزر بسر کے لئے جاگیر عطا کی۔

اسد اللہ متین اور عنایت اللہ متین کہتے ہیں:

"عبد المتین خان کے ساتھ اپنے چار بھائی عبد الرحیم خان، عبد الغفور خان، عبد الکریم خان اور عبد الحکیم خان بھی کابل سے دیر آگئے۔ عبد القادر خان چونکہ مہتر چترال کا بھانجا تھا، اس لئے مہتر چترال کے کہنے پر امیر عبد الرحمٰن کی اجازت سے اپنے ماموں کے ساتھ چترال میں پہلے ہی سے مقیم تھا۔"

اسد اللہ خان متین، عنایت اللہ خان متین اور محمد شیرین خان کے مطابق"

"عبد الکریم خان ذہنی مریض تھا اور اس کی بیماری کی شدت کی وجہ سے وہ اپنے لئے اور دوسروں کے لئے بھی خطرناک تھا۔ وہ شادی شدہ تھا لیکن بیماری کی وجہ سے اس کی کوئی اولاد نہیں تھی۔"

چار بھائی عبد الحمید خان، عبد الوہاب خان، عبد الاکبر خان اور عبد الواحد خان کابل میں رہ گئے۔ جندول میں سید احمد خان کی لشکری قوت ختم ہو گئی تھی کیونکہ جندول کے زیادہ تر لوگ اب عبد المتین خان کے حمایتی بن گئے تھے۔ سوات کے عبد الجبار شاہ اور سنڈاکئی ملا نے بھی جب عبد المتین خان جیسے جرنیل کے بارے میں سنا کہ وہ نواب اورنگزیب کے ساتھ ملے ہیں تو ان کو اپنی فکر لاحق ہو گئی اور وہ بھی اپنی ریاست بچانے کی کوششوں میں لگ گئے۔

Scanned with CamScanner

حبیب الرحمٰن حبیب دیروی کی کتاب " ریاستِ دیر تاریخ کے آئینے میں " کے مطابق:

"عبدالمتین خان نواب دیر کی ہدایت کے مطابق باجوڑ گئے۔ جندول اور باجوڑ میں لشکر جمع کیا۔ان دنوں جندول کے زیادہ تر قلعے سید احمد خان کے قبضے میں تھے۔ قلعہ تور عبدالخالق خان مست خیل اور محمد عالم خان مست خیل کے قبضے میں تھا۔یہ عبدالغنی خان مست خیل کا بیٹا تھا جو کہ سید احمد خان کا اپنا چچا تھا۔ عبدالغنی خان، غازی عمرا خان کا بھی دوسری پشت میں چچازاد بھائی تھا اور اس کے ساتھ ساتھ غازی عمرا خان کا نائب سپہ سالار اور ساری عمر اُن کا حمایتی بھی رہا تھا۔"

1895ء کی جنگ میں بھی عبدالغنی سید احمد خان کے مخالفوں میں سے تھا اور اسی طرح ان کے بیٹے بھی غازی عمرا خان کے بیٹوں کے حامی اور سید احمد خان کے مخالف تھے۔ جب عبدالمتین خان قلعہ تور پر حملے کی تیاریاں کر رہا تھا تو سید احمد خان نے بھی قلعہ منڈہ کی حفاظت کے لئے اپنا حمایتی باجوڑی لشکر پر مامور کیا تھا اور خود قلعہ تور پر حملے کی تیاریوں میں مصروف رہا۔

یکم اگست 1917ء کو عبدالمتین خان نے قلعہ تور پر حملہ کر دیا اور معمولی جھڑپ کے بعد عبدالخالق خان اور محمد عالم خان نے معاہدے اور ساز باز کے مطابق قلعے کے دروازے کھولے اور قلعہ عبدالمتین خان کے حوالے کر دیا۔سید احمد خان نے قلعہ تور کی طرف پیش قدمی شروع کی تو پہلے سے تیار دیروی لشکر بھی حرکت میں آگیا اور انہوں نے قلعہ تور اور گردونواح میں اپنی کامیابی کے جھنڈے گاڑ دیئے۔

حبیب الرحمٰن حبیب دیروی اپنی کتاب "ریاستِ دیر تاریخ کے آئینے میں" میں مزید لکھتے ہیں کہ:

"سید احمد خان نے حالات کا جائزہ لینے کے بعد اپنی شکست اور تباہی کو یقینی سمجھا اور مقابلہ

کیے بغیر سر تسلیم خم کرنا مناسب سمجھا۔ چنانچہ دیر کے تمام قلعوں کو دیر وی لشکر کے حوالے کرنے کے بعد اس نے اپنے اہل و عیال کو معیار منتقل کر دیا اور خود اپنے ایک چھوٹے بیٹے کے ساتھ نوابِ دیر اورنگزیب کے پاس چلے گئے۔"

سید احمد خان مست خیل کے دو بیٹے یوسف خان اور ایوب خان باجوڑ بھاگ گئے۔ جندول کی مکمل تسخیر کے بعد نوابِ دیر نے جندول کی تقسیم کچھ اس طرح کی۔

- باڑوہ کو اپنے ایک معتمد شاگئی ملک کے حوالے کیا۔
- منڈہ اپنے بھائی محمد عالمزیب خان کے حوالے کیا۔
- قلعہ تور عبدالخالق خان مست خیل اور محمد عالم خان مست خیل کے حوالے کیا۔
- قلعہ گمبیر شاد محمد خان کے حوالے کیا۔
- عبدالمتین خان کو سنگ پارہ، دامتل، کسکوٹ حوالہ کئے۔
- عبدالمتین خان کے بھائی عبدالحکیم خان کو قلعہ مسکینی دیا گیا۔
- سید احمد خان کو گزر بسر کے لئے شاہی قلعہ دیا گیا۔ سید احمد خان مست خیل کو پھر نواب اورنگزیب نے معافی دی کیونکہ وہ اس کے سگے ماموں تھے۔

عبدالمتین خان اس تقسیم پر سخت برہم اور ناراض ہوئے مگر حالات کی نزاکت دیکھ کر خاموش رہے اور مناسب موقع کا انتظار کرنے لگے۔ اب ان دنوں عبدالمتین خان نواب سے ناراض رہتے تھے۔

سید احمد خان کے بیٹوں یوسف خان اور ایوب خان نے باجوڑ میں خوانین سے مدد طلب کی اور ایک بہت بڑا لشکر جمع کر کے 10 محرم 1336ء بمطابق 27 اکتوبر 1917ء کو جندول پر حملہ آور ہوئے۔ انہوں نے پہلا نشانہ قلعہ تور کو بنایا۔ یہ قلعہ اب بھی پسرانِ عبدالغنی خان، عبدالخالق خان اور محمد عالم خان کے قبضے میں تھا۔ انہوں نے پہلے کی طرح ساز باز کر کے معمولی جھڑپ کے بعد مصلحتاً ایوب خان اور یوسف خان کے لشکر کو قلعے کے اندر

داخل کیا اور اسی طرح قلعہ توران کے قبضے میں آگیا۔

عبدالمتین خان جو دیر میں مقیم تھے اور اس موقع کے انتظار میں تھے، وہ یوسف خان سے ملنے کے بہانے دیر سے نکلے اور ایک لشکرِ جرار کے ساتھ جندول پہنچ گئے۔ انہوں نے سید احمد خان کے بیٹوں کے ساتھ نواب کے خلاف مشترکہ لشکر بنانے کی پیشکش کی لیکن ان کو یہ خدشہ تھا کہ عبدالمتین خان جندول پر قبضہ کر کے ہمیں جندول سے باہر نکال دیں گے۔ دوسری طرف جندول میں نواب زادہ محمد عالم زیب خان اور شاگئی ملک مدافعتی جنگ لڑ رہے تھے۔ نواب اورنگزیب کا ولی عہد محمد شاہ جہان خان اور سپہ سالار صفدر خان کی سرکردگی میں بھیجا ہوا لشکر بھی جندول پہنچ گیا اور مختلف مقامات اور قلعوں پر مخالفین کے ساتھ جنگ شروع ہوئی۔

عبدالمتین خان کے قلعہ تور پہنچنے پر یوسف خان جو حملہ آور لشکر کا بانی تھا، حوصلہ ہار بیٹھا اور قلعہ تور عبدالمتین خان کے حوالے کر دیا کیونکہ عبدالمتین خان کی قومی حیثیت اور ذاتی شخصیت یوسف خان کی نسبت بلند تر تھی۔ یوسف خان کی سوچ یہ تھی کہ جندول کو اگر حکومتِ دیر سے آزاد بھی کیا جائے تب بھی عبدالمتین خان کی موجودگی کسی بھی وقت اس کی راہ میں ضرور حائل ہوگی۔ اس لئے عبدالمتین خان کی اطاعت پر دیر کی اطاعت کو ترجیح دی اور قلعہ تور سے نکل کر سیدھے اپنے لشکر کے ساتھ دیر کے لشکر میں شامل ہوگیا۔

عبدالمتین خان اس اتحاد پر بہت حیران ہوئے اور ہر طرف سے عبدالمتین خان کے خلاف لشکر امڈ آئے لیکن جونہی یوسف خان اور اس کا لشکر دیر کے لشکر میں شامل ہونے لگا تو دیروی لشکر میں اس کی شمولیت سے پھوٹ پڑ گئی جس کے نتیجے میں یہ لشکر منتشر ہوگیا اور اسی طرح قلعہ طور عبدالمتین خان کے قبضے میں ہی رہا۔

"ریاستِ دیر تاریخ کے آئینے میں" کے مطابق:

"جب میاں گل عبدالحنان والئی سوات کو عبدالمتین خان کے قلعہ تور پر قبضے اور

دوسری سرگرمیوں کے بارے میں معلوم ہوا تو اس نے عبدالمتین خان کے ساتھ اتحاد کرکے اسے جندول پر قبضہ کرنے کو کہااور خود شموزئی اور ادینزئی پر حملے کی تیاری شروع کی۔ عبدالمتین خان نے اپنی مدد کے لئے آمادہ اقوام باجوڑ بلاکر قلعہ تور اور اپنے زیر اثر دیگر قلعوں میں جمع کیا۔ سخت سردی اور برف باری کا موسم تھا۔ جب نوابِ دیر کو یہ خفیہ اطلاع پہنچ گئی تواس نے پہلے عبدالمتین خان کے خلاف لشکرکشی کا فیصلہ کیا۔"

- حبیب الرحمٰن حبیب دیروی کی کتاب کے مطابق:

"1918ء میں نوابِ دیر نے قلعہ تور پر حملہ کردیا۔ عبدالمتین خان قلعہ تور میں محصور تھے۔ ایک مہینے تک جنگ جاری رہی لیکن فتح یاشکست کے آثار دور دور تک نظر نہیں آرہے تھے۔ عبدالمتین خان مدافعتی جنگ لڑرہاتھا۔"

اس محاصرے کے دوران یہ گیت بہت مشہور ہوا تھاجو کافی عرصہ تک ریڈیو پاکستان اور کابل سے نشر ہوتا رہا۔

گیت:۔

متین په تور کي قلعه بند
شنړا رازینه
او ځولنئ ورله راوړینه
عبدالمتینه ځولنئ درله راوړینه
وله وله غوګین وله
وله وله غوګین وله جرمنئ درله راوړینه
وله وله غوګین وله د دا دوتر دی ځینه

قلعہ باڑوہ میں مقیم دیروی حکام نے بھی عبدالمتین خان کے ساتھ ساز باز کی تھی۔ وہ بھی عبدالمتین خان کے حمایتی تھے۔ انہوں نے عبدالمتین خان کے ساتھ رابطہ کرکے مشورہ کیا کہ اگر وہ قلعہ باڑوہ پہنچ جائے تو وہ یہ قلعہ اس کے حوالے کردیں گے اور اس قلعے پر قبضہ کرنے سے ان کی کامیابی یقینی ہے۔

Scanned with CamScanner

دوسری طرف دیروی لشکر سپہ سالار صفدر خان کی کمان میں مورچہ زن تھا۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق عبدالمتین خان اپنے تین بھائیوں اور چند معتمد ملازمین کے ساتھ صبح سویرے خفیہ طریقے سے قلعہ تور سے نکل کر باڑوہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مورچہ زن دیروی لشکر نے جتھہ دیکھا تو انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ عبدالمتین خان ہے جو قلعہ باڑوہ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ چھ سو آدمیوں کے دیروی لشکر نے کامبٹ کے قریب عبدالمتین خان کو گھیر لیا۔ اسی اثناء میں سپہ سالار صفدر خان بمعہ اپنے دستوں کے پہنچ گئے۔

حبیب الرحمٰن حبیب دیروی کے مطابق:

"اب عبدالمتین خان کو قلعہ باڑوہ کی تسخیر کے بجائے اپنی جان بچانے کی فکر لاحق ہو گئی اور انہوں نے ڈٹ کر لڑنے کا فیصلہ کیا۔ ان کے ساتھیوں میں سے اکثر یا تو مارے گئے یا گرفتار ہوئے۔ آخر میں عبدالمتین خان تنہا رہ گئے۔ انہوں نے ایک غار میں پناہ لے کر وہاں سے تفنگ اندازی شروع کی۔ یہ غار تین اطرف سے بند اور ایک طرف سے کھلا تھا اور دیروی لشکر کا کوئی سپاہی ان کے سامنے آتا تو گولی کا نشانہ بنتا۔ 120 دیروی سپاہی عبدالمتین خان کی گولیوں کا نشانہ بن کر ہلاک ہو گئے۔ کسی کو اس موت کی غار میں عبدالمتین خان پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ ہوئی۔ آخر کار دیری لشکر کا ایک گجر نامی جمعدار سینے کے بل رینگتا ہوا غار کے منہ تک پہنچا اور دفعتاً غار کے اندر کود پڑا۔ عبدالمتین خان نے جب گجر کی مردانگی دیکھی تو اپنا بندوق رکھ کر اس کو گرفتاری دے دی۔ ان کو 150 سپاہیوں کے پہرے میں دیر پہنچایا گیا۔"

دوسری طرف سوات کے لشکر نے شموزئی اور ادینزئی تک کے علاقے پر قبضہ کر لیا تھا۔ عبدالمتین خان کو گرفتار کر کے دیر لایا گیا۔ اس کے بعد دیروی لشکر نے سوات کے لشکر کو بھگا کر اپنے علاقے واپس لے لئے۔ جندول کا نظم ونسق ملک شاگئی اور نواب زادہ محمد عالم زیب خان کی نگرانی میں دے دیا گیا، البتہ قلعہ تور کا انتظام عبدالغنی کے بیٹوں سے لے کر

Scanned with CamScanner

نواب اور نگزیب نے اپنے بھائی حیات اللہ خان عرف ڈوڈبا خان کے حوالے کر دیا۔

جب عبدالمتین خان کامبٹ سے گرفتار کر کے دیر لائے گئے تو باجوڑ اور مہمند کے علماء کے ایک جرگہ، جس کی قیادت حاجی صاحب ترنگزئ اور بابڑے ملا کر رہے تھے، نواب دیر کے پاس آیا۔ انہوں نے عبدالمتین خان کی رہائی کی سفارش کی۔ نوابِ دیر نے جرگہ کی سفارش کے پیش نظر عبدالمتین خان کی ساری سابقہ مخالفانہ کارروائیوں کو نظر انداز کر کے اسے آزاد کر دیا۔

عبدالمتین خان جیل سے آزاد ہو گئے مگر ان کی رگوں میں جندول کی بازیابی رچی بسی تھی اور ہمت کا حامی خدا ہے۔ وہ موقع کی تلاش میں تھا۔ باڑوہ اور جندول بالا کے تمام علاقے شاگئی ملک کے قبضے میں تھے جو سپہ سالار صفدر کا ماموں اور نسباً گجر تھا۔ وہ ایک اناڑی اور اجڈ شخص تھا اور جندول بالا کے اکثر عوام اس کے اختیار کے ناجائز استعمال سے تنگ آ گئے تھے۔ ان میں زیادہ تر غازی عمرا خان اور عبدالمتین خان کے رشتہ دار اور پروردہ تھے۔ اس وجہ سے انہوں نے عبدالمتین خان سے ساز باز شروع کی۔ چونکہ دیر کا زیادہ تر لشکر سوات میں مصروف تھا، اس لئے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر عبدالمتین خان نے قلعہ باڑوہ پر حملہ کر دیا۔ ملک شاگے مقابلہ کے بجائے قلعہ خالی کر کے لعل قلعہ میدان تک اس طرح بھاگا کہ اس بے چارے کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی اور اس طرح 1918ء میں قلعہ باڑوہ پر عبدالمتین خان نے پھر قبضہ کر لیا۔ نوابِ دیر کو جب پتہ چلا تو حیران رہ گئے اور اس نے جندول پر قبضہ کرنے کے لئے سوات سے اپنے لشکر واپس نکالنے کا فیصلہ کیا اور اپنے بیٹے عالم زیب کی سرکردگی میں ایک بڑا لشکر جندول کی طرف بھیج دیا۔

دوسری طرف عبدالمتین خان جندول میں قلعے فتح کیے جا رہا تھا۔ سوات سے لشکر کے زیادہ سپاہی نکالنے کے بعد بھی نواب اور نگزیب کے ذہن میں سوات سے حملے کا خطرہ نہیں تھا لیکن لشکر میں کمی دیکھتے ہی میاں گل سوات نے دیر کے بقیہ سپاہیوں پر حملہ کر دیا جو جگہ

جگہ مختلف قلعوں اور مقامات پر تعینات تھے۔ دیر کے سپاہی حواس باختہ ہو کر بھاگنے لگے۔ سواتی لشکر کے گھوڑ سوار دستے ان کے پیچھے دوڑ کر انہیں قتل کرنے لگے۔ اسی طرح دیر کے لشکر کا بہت جانی نقصان ہوا۔ یوں میاں گل نے تالاش تک کے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ دیر کے سپاہی اتنے غیر منظم طریقے سے بھاگ رہے تھے کہ راستے میں لوگوں نے ان سے اسلحہ، بار برداری کے جانور حتیٰ کہ ان کے کپڑے تک چھین لیے اور بہت سے سپاہی برہنہ حالت میں گھر پہنچ گئے۔ اس شرمناک شکست کو دیکھ کر علاقہ خادگزئی اور ادینزئی نے بھی ریاست سوات سے الحاق کر دیا۔

اب نواب اورنگزیب کے رشوت خور اور غدار افسر نواب اورنگزیب کے خلاف سازشوں میں مصروف ہو گئے، یہاں تک کہ نواب کا سپہ سالار صفدر خان بھی ان سازشوں میں ملوث تھا اور ولی عہد شاہ جہان خان پر بھی سوات سے رشوت لینے کا الزام تھا۔ سوات میں دیروی لشکر کی تباہی کا حال سن کر عبدالمتین خان جندول پائین کی طرف بڑھے مگر اس وقت ان کو روکنے کے لئے معمولی لشکر بھی نہیں تھا، اس لئے عبدالمتین خان نے منڈا اور جندول پائین کے تمام علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ نواب نے ولی عہد شاہ جہان اور سپہ سالار صفدر خان جو سواتی لشکر کی بدترین شکست کی وجہ سے نواب کا سامنا نہیں کر سکتے تھے، بڑی مشکل سے سمجھا بجھا کر انہیں واپس دیر لے آیا اور انہیں کو عبدالمتین کے خلاف کارروائی کا حکم دے دیا لیکن دونوں پر رشوت کے الزامات تھے اس وجہ سے پائندہ خیل اور سلطان خیل کا لشکر ان کے ساتھ ملنے سے کترا رہا تھا اور وہ بمشکل چالیس آدمی اکٹھے کرنے میں کامیاب ہوئے۔

دوسری طرف نواب نے خار خان (باجوڑ) اور اتمان خیل سے بھی مدد مانگی۔ صفدر خان کی قیادت میں چالیس افراد کا یہ دستہ خال پہنچ کر رکا اور اقوام دیر سے عبدالمتین خان کے خلاف بھرتی کی استدعا کی۔ وہ وہاں سے دیارون آ کر چند دن کے لئے ٹھہرا تو تعداد میں معمولی اضافہ ہوا اور اس کے بعد اس نے منڈہ کی طرف پیش قدمی شروع کی۔

عبدالمتین خان خود باڑوہ میں تھے اور قلعہ منڈہ اور گرد و نواح میں اس نے نوابی لشکر کے ساتھ ٹکر لینے کے لئے ایک بڑا محاذ قائم کرلیا تھا۔ بذاتِ خود دیروی لشکر کی تعداد بھی کم تھی اور وہ بھی بے سرو سامانی کی حالت میں تھا لیکن انہوں نے استقلال کا مظاہرہ کرتے ہوئے علاقہ پایہ خیل سے ہی عبدالمتین خان کے لشکر کے ساتھ جھڑپیں شروع کردیں اور آگے بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ قلعہ منڈہ پہنچنے کے بعد انہوں نے قلعے کو گھیرے میں لے لیا۔ دونوں طرف بڑا جانی نقصان ہوا۔

شاہجہان اور صفدر خان پر غداری کے الزام کی وجہ سے نوابزادہ عالمزیب خان کو اس قلعے کو قبضہ کرنے میں آزمایا جارہا تھا جس نے بالآخر 8 ذی الحج 1337ھ بمطابق 5 ستمبر 1919ء میں قلعہ منڈہ پر قبضہ کرلیا اور وہاں سے یکے بعد دیگرے کئی قلعے فتح کرتے ہوئے دیروی لشکر 10 ذی الحج 1337ھ بمطابق 1919ء کو باڑوہ پہنچ گیا۔ عیدالاضحیٰ کا دن تھا لیکن پورے جندول میں نہ کسی نے نئے کپڑے پہنے اور نہ ہی کسی نے عید کے لئے کھانا پکایا تھا کیونکہ ہر گھرانے کا فرد اس روز میدانِ جنگ میں تھا۔ باڑوہ میں عبدالمتین خان قلعہ کے باہر مخالف لشکر کا انتظار کر رہا تھا لیکن جب اس نے مخالف لشکر کی بہت زیادہ تعداد دیکھی تو اس نے قلعہ کے اندر سے جنگ لڑنے کا فیصلہ کیا۔

دیروی لشکر بار بار قلعہ کی تسخیر کے لئے کوشش کر رہا تھا جس کے نتیجے میں دیروی لشکر کا بہت سا جانی نقصان ہوا۔ چار گھنٹے تک مسلسل لڑائی کے بعد عبدالمتین خان شاید دیروی لشکر کو ایسے اشارے دے رہا تھا کہ ان کے پاس اسلحہ ختم ہوگیا ہے۔ مخالف لشکر نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر دیواروں پر چڑھ کر قلعے کے اندر گھسنا شروع کیا۔ جب دیروی لشکر کے اکثریتی سپاہی قلعے کے اندر داخل ہوگئے تو عبدالمتین خان نے جنگی نعرہ لگا کر چھپے ہوئے لشکر کو حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ اب قلعے کے اندر شور و غوغا اور مشت و گریبانی اور قلعے کے گلی کوچوں میں زبردست کشت و خون شروع ہوگیا جس میں صفدر خان بھی زخمی ہوگئے

اور شور و غوغا میں دیروی لشکر نے قلعے کا بڑا دروازہ بھی توڑا دیا جس سے بقیہ فوجی بھی قلعے کے اندر داخل ہو گئے۔

قلعہ باڑوہ کے جس ایوان میں عبد المتین خان مقیم تھے، وہاں جا کر دولت خان باٹل اور سید جان گنوڑئ نے ان کو گرفتار کر لیا۔ دیروی لشکر نے اتنے زیادہ لوگوں کے قتل ہونے پر عبد المتین خان کو قتل کرنے کا پُرزور مطالبہ کیا جس میں ولی عہد شاہجہان بھی پیش پیش تھے مگر بعض افسروں اور خاص کر صفدر خان کی مداخلت پر اس کو دیر پہنچا کر اور نواب کے سامنے پیش کیا گیا۔ چونکہ عبد المتین خان کے ساتھ اس مقابلے میں عالمزیب خان نے بڑے استقلال کا مظاہرہ کیا تھا، اس لئے نواب نے جندول کا سارا علاقہ اس کے سپرد کیا جس پر ولی عہد شاہجہان سخت ناراض ہوئے اور دونوں بھائیوں کے درمیان مخالفت کی گہری خلیج حائل ہو گئی۔

عبد المتین خان کو نواب اورنگ زیب نے دیر کے قید خانے میں ڈال کر 7 سال تک قید میں رکھا۔ اس دوران وہ دو مرتبہ فرار ہونے میں بھی کامیاب ہوئے لیکن پھر گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیے گئے۔ عبد المتین خان نے اپنے بھائی عبد الرحیم خان کو واپس کابل بھیج دیا کیونکہ وہاں ان کے خاندان کے دوسرے افراد مقیم تھے جن کی نگرانی اور کفالت بھی ضروری تھی۔ وہ وہاں وفات پا گئے۔

عنایت اللہ خان متین کے مطابق: "عبد الغفور خان کو والئی سوات کے ساتھ بروقت رابطوں کے لئے سوات سیدو شریف بھیج دیا گیا۔"

عنایت اللہ خان متین اور محمد شیرین خان متین کے مطابق:

" وہاں اس کا ایک بیٹا اور دو بیٹیاں تھیں جو بچپن میں وفات پا گئیں اور ان کی کوئی اولاد زندہ نہیں ہے۔ عبد الغفور خان بھی سیدو شریف میں وفات پا گئے اور اس کی بیوی واپس افغانستان چلی گئی۔ عبد الحکیم خان کو پشت بھیج دیا گیا تا کہ پشت خان سے بوقت ضرورت مدد

حاصل کر سکے۔ اس کی اولاد اب بھی پشت باجوڑ میں ہے۔ عبدالمتین خان قید سے رہائی کے بعد براول ثربات میں نظر بند رہے۔ اور 1944ء میں وہیں وفات پا گئے۔"

ان کے چار بیٹے تھے:

1:۔ اسد اللہ خان

2:۔ ہدایت اللہ خان

3:۔ کلیم اللہ خان

4:۔ خلیل اللہ خان

ہدایت اللہ خان اور خلیل اللہ خان کی اولاد افغانستان میں ہے جبکہ اسد اللہ خان کے پانچ بیٹے ہیں۔

1:۔ عنایت اللہ خان

2:۔ عبید اللہ خان

3:۔ امین اللہ خان

4:۔ محمد شیرین خان

5:۔ عبدالغفار خان

عنایت اللہ خان، امین اللہ خان اور محمد شیرین خان سوات میں رہائش پذیر ہیں جبکہ عبید اللہ خان نیوزی لینڈ اور عبدالغفار خان کابل میں ہیں۔ کلیم اللہ خان کا ایک بیٹا ہے نجیب اللہ خان، وہ بھی سوات میں ہے۔ نیز عبدالحکیم کی اولاد فضل علیم پشت باجوڑ میں مقیم ہے۔

کتابیات

بنیادی ماخذ:

1) تواریخ حافظ رحمت خانی، تالیف پیر معظم شاہ، ترتیب و حواشی خان روشن خان۔

Report on the tribe of Dir, Swat and Bajawaer togather (2
with the Uthman Khel and Sama Ranizai by CaptainA. A. MC
Mahon CSI, CIE and Lietenant Ade Remsay

3) گمنام ریاست، جلد اوّل، سلیمان شاہد

4) گمنام ریاست، جلد دوم، سلیمان شاہد

5) دپختنو تاریخ، قاضی عطااللہ خان

6) دچترال معرکہ، مترجم ظاہر شاہ خان

The Chitral campaign by H.C Thomson . 1895 (7

Who's who in the Dir, Swat and Chitral agency corrected (8
up to 1st September 1933.

9) سرتور فقیر محقق امجد علی اتمان خیل

Fall of Napolean pathan by Lutfur rehman. (10

Gazetteer of the North, West, Frontier, vol 1, 1887. (11

12) غازی عمرا خان بابا کے خطوط

13) سمہ اور سوات، ڈاکٹر قابل خان خٹک

Scanned with CamScanner

14) ریاستِ دیر تاریخ کے آئینے میں، حبیب الرحمٰن حبیب دیروی

Chitrall, the story of a minor siege, by sir George S. (15
Robertson, k.c.s.i, 1899

The story of the Malakand field force by (16
Winston.S.churchill

17) شلمانی(یوه خیړنه)، ارشد کریم شلمانی

18) دملاکنڈ غزاګانے، شہباز محمد

19) تزکِ بابری

20) تذکرہ(پٹھانوں کی اصلیت اور ان کی تاریخ)، خان روشن خان

21) داخاورہ اوداخلک، ژباړن، ڈاکٹر خالق زیار

The relief of Chitrall, captain G.J younghusband col. Sir (22
francis younghusband.

23) خپل اتلان وپیژنئ(لومړی ټوک)، ایاز الپسزے

Extract from thw diary of John S Fowler, R.E Chitrall (24
1895 dublin.

Military report on DIR, SWAT and BAJAUR (25

(1st edition) compiled in the Intelligence branch division (26
of the chief of the staff India.

....

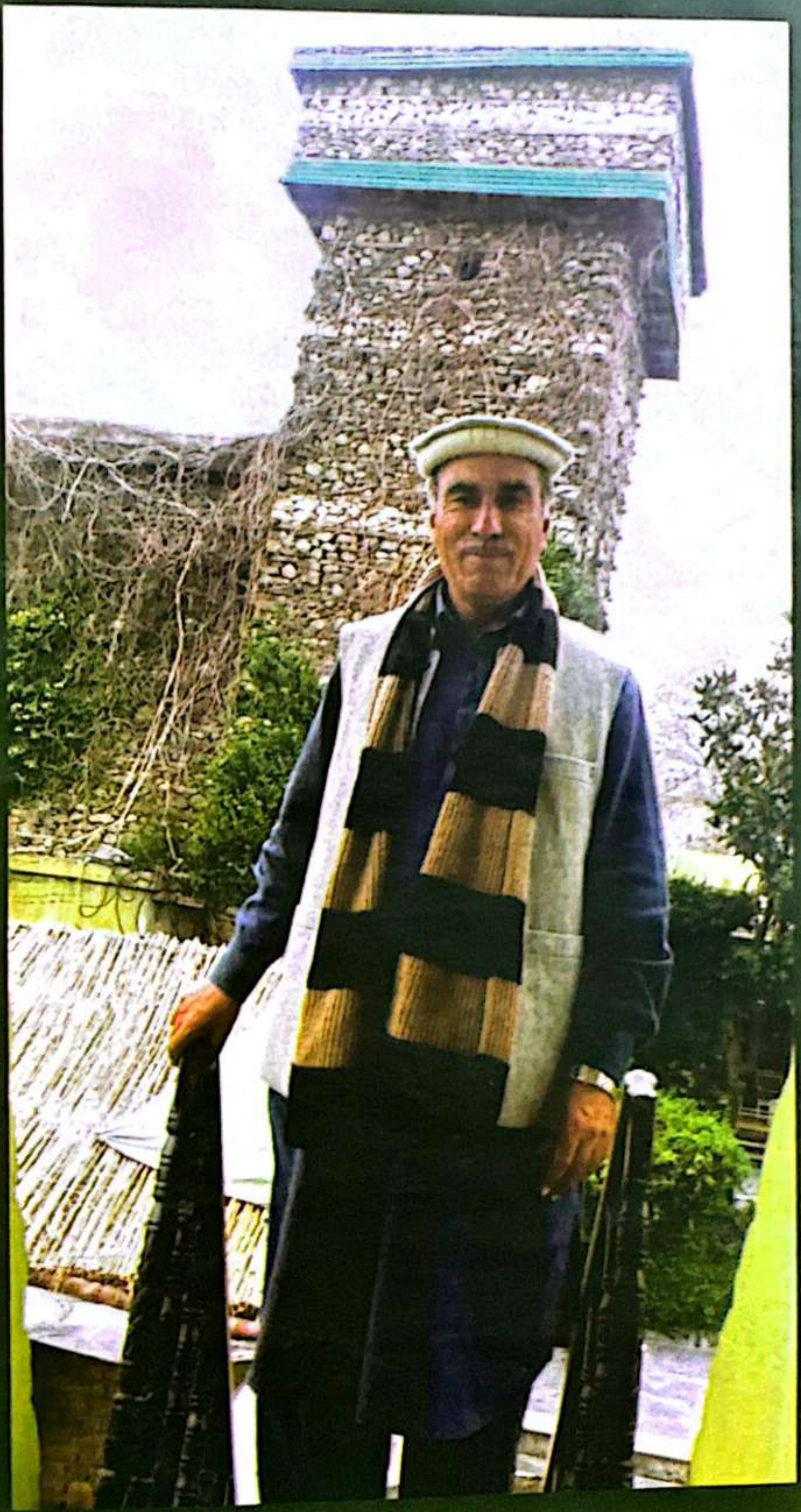

ISBN: 978-969-7892-42-6

Scanned with
CamScanner